وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ
وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝٧٩

خطباتِ مکاتب

مکاتب کی نسبت سے اساتذہ اور ذمے داروں کے سامنے کیے گئے
بیانات کا قیمتی مجموعہ

مکاتب کی اہمیت وضرورت | مکاتب کے نظام کے متعلق ضروری باتیں
مکاتب میں پڑھانے والے اساتذہ کا مقام ومرتبہ | کامیاب استاذ کیسے بنیں؟
ذمے دار اور منتظمین کے لیے ضروری ہدایات وغیرہ

افادات

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
حضرت مولانا مفتی محمود صاحب حافظی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر

نورانی مکاتب

تفصیلات

نام کتاب	:	خطباتِ مکاتب
از	:	مفتی احمد صاحب خانپوری و مفتی محمود صاحب حافظجی بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	۲۷۰
سنِ طباعت	:	ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ جولائی ۲۰۲۲ء

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب	8140902756 9909033145
مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دارالمکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات۔	8140238304
مولانا بلال صاحب گودھرا	9726293096
ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات	9913319190 9904886188

فہرستِ مضامین

مکاتب کے ذمّے داران کی خدمت میں اہم باتیں

از: شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ

مدارس اور مکاتب کی اہمیت اور ضرورت
(از: حضرت مفتی محمود صاحب حافظجی)

مکاتب میں پڑھانے والے اساتذہ کی ذمّے داریاں اور کامیاب مدرس کی صفات

علمائے کرام، ائمہ عظام اور مؤذنین

کا مقام، ذمّے داریاں اور ان پر آنے والے حالات پر صبر

ٹرسٹیانِ کرام اور متولیوں کا مقام و مرتبہ اور ان کی ذمّے داریاں

تدریب کے لیے آنے والے معزز علمائے کرام واساتذۂ عظام کی خدمت میں قیمتی باتیں

کلماتِ بابرکت

از: سیدی ومرشدی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث وسرپرست دارالافتا: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین، سیدنا ونبینا وحبیبنا وشفیعنا محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ (الم سجدة)

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. (متفق علیه)

ہمارے اسلاف نے مکاتب و مدارس کا جو نظام قائم کیا ہے وہ درحقیقت ایمان واسلام کی بقا کا ایک اہم ذریعہ ہے، جس کو اُس زمانے کے اعتبار سے ہمارے اکابر نے محسوس کیا اور اس کو شروع کیا۔

انگریز جب اِس ملک کے اندر آیا اُس سے پہلے اسلامی حکومت تھی اور جہاں جہاں اسلامی حکومت رہی وہاں مسلمان حکمرانوں نے ایمان واسلام کی بقا کے لیے تعلیم وتربیت کے سلسلے جاری کیے اور ہر جگہ یہ سلسلے جاری تھے اور ان تمام سلسلوں کی سرپرستی حکومتِ اسلامیہ کرتی تھی، جیسے آج کل دنیوی اور عصری علوم اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حکومت کی سرپرستی میں پڑھائے جاتے ہیں، اُس زمانے میں دینی اور دنیوی علوم الگ الگ نہیں تھے؛ بلکہ دونوں ایک ساتھ پڑھائے جاتے تھے اور جو آدمی

دینی علوم کے اندر ماہر ہوتا تھا وہ دنیوی علوم سے بھی پورے طور پر واقف ہوتا تھا؛ لیکن جب اسلامی حکومت گئی اور اِس ملک میں انگریزوں کا عمل دخل آیا تو ان کی کوشش یہ تھی کہ اسلام کو ختم کیا جائے، ہمارے اکابر نے اول وہلہ میں کوشش یہ کی کہ انگریز کو یہاں سے نکالا جائے اور اس کے لیے انھوں نے مسلح جدوجہد کی، ہمارے اکابر نے اپنے پیر ومرشد سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجرِ مکیؒ کی ماتحتی میں میدانِ جہاد میں باقاعدہ انگریزوں کا مقابلہ کیا؛ لیکن اس میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔

جب انھوں نے دیکھا کہ ہم مسلح جدوجہد کے ذریعہ انگریزوں کو زیر نہیں کر سکیں گے تو ان حضرات نے دوسری نہج پر سوچنا شروع کیا کہ اِس ملک میں ایمان و اسلام کو کس طرح باقی رکھا جائے؟ تو یہ طے پایا کہ ایک مدرسہ ایسا قائم کیا جائے جس میں دینی علوم پڑھائے جائیں اور اس مدرسہ کی بقا حکومت کی کسی امداد پر موقوف نہ ہو؛ بلکہ مسلمان عوام ہی اس کی بقا کے لیے تعاون کریں، دارالعلوم دیوبند کا قیام اسی سلسلے کی پہلی کڑی تھی، مسلمانوں کو ترغیب دے کر ان میں چندہ کا سلسلہ شروع ہوا کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنے مال میں سے ایک حصہ نکالے اور مدارس میں خرچ کرے، اس طرح دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا اور اسی کے ماتحت مکاتب کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔

ایک تو مکاتب ہیں اور ایک مدارس ہیں، یہ جو مدارسِ عربیہ ہیں وہ لوگوں کو وہ علم سکھاتے ہیں جو فرضِ کفایہ کا درجہ رکھتا ہے، فرضِ کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر علاقے اور ہر بستی میں کچھ ایسے علما اور حضرات ہونے چاہیے جو دین کے تمام یا اکثر وبیشتر

مسائل سے واقف ہوں اور لوگوں کو جب اس کی ضرورت پیش آئے تو لوگ ان کی طرف رجوع کرسکیں اور ان سے رہنمائی حاصل کریں۔

اور علم کا ایک دوسرا درجہ فرضِ عین کا ہے، جس کا سیکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، بحیثیت مسلمان کے جب تک وہ ان امور کی معلومات حاصل نہیں کرے گا وہ ایمان و اسلام کے تقاضوں کو پورا نہیں کرسکتا۔

جب کوئی مسلمان بچہ بالغ ہوتا ہے؛ چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی تو بالغ ہوتے ہی اس پر نماز فرض ہوجاتی ہے، روزہ فرض ہوجاتا ہے، اگر وہ صاحبِ نصاب ہے تو زکوۃ بھی فرض ہوجاتی ہے اور صاحبِ استطاعت ہے تو حج بھی فرض ہوجاتا ہے تو یہ عبادتیں آدمی پر اس کے بالغ ہوتے ہی لازم ہوجاتی ہیں، ان میں پہلی دو عبادتیں جو بتلائی گئیں وہ تو ایسی ہیں جو ہر ایک پر فرض ہے، کوئی بھی اس سے بچا ہوا نہیں، ان عبادتوں کی ادائیگی کے لیے جن جن مسائل سے واقفیت ضروری ہے، ان میں پاکی، ناپاکی وغیرہ کے مسائل آتے ہیں، اسی طرح معاشرت؛ یعنی ان پر ماں باپ کے، میاں بیوی کے، بھائی بہن کے، رشتے داروں کے جو آپسی حقوق ہیں ان کو معلوم کرنا ضروری ہے، بحیثیت مسلمان کے ایک مسلمان کے لیے ضروری اور بنیادی عقائد کو جاننا بھی ضروری ہے؛ اس لیے اس کو اولین درجہ حاصل ہے، اولین درجہ میں اسی کو سکھایا جاتا ہے، اگر اس میں کوئی کمی رہ گئی تو آدمی کا ایمان ہی باقی نہیں رہتا۔

یہ عقائد، عبادات خصوصاً نماز، روزہ کے مسائل جاننا ضروری ہے، قرآن ہماری بنیادی کتاب ہے، اس کو سیکھنا، دیکھ کر پڑھنے کی صلاحیت حاصل کرنا، اس کے اتنے حصے کو حفظ کرنا جس کو نماز میں پڑھا جاسکے اور اس کو صحیح طریقے سے تجوید کے ساتھ

پڑھنا، پھر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے واقفیت حاصل کرنا یہ ساری وہ چیزیں ہیں جو ایک مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان کے ضروری ہے، اِن چیزوں سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے مکاتب کا یہ سلسلہ جاری فرمایا ہے؛ تاکہ ہر مسلمان بچے کو اس میں لاکر ان چیزوں سے واقف کرایا جاسکے، جب یہ ضروری چیزیں اس کے علم میں لائی گئیں تب اس کا ایمان محفوظ ہوجائے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے والد حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کی فکر غیر آباد مسجدوں کو آباد کرنے کی تھی، حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلویؒ میں بھی اپنے پیرومرشد کا یہ اثر آیا، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کی نواسی ان کے نکاح میں تھی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی والدہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی نواسی ہوتی ہے۔

بہرحال! حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلویؒ نے اپنے شیخ سے مذکورہ اثر لے کر دہلی میں نظام الدین کی بنگلہ والی مسجد کو اپنا میدانِ عمل بنایا، اس کے بعد آپ نے میوات کے علاقے میں اس سلسلے کو شروع کیا جہاں بہت زیادہ جہالت تھی، ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ ان کے جانشین بنے، ان کی والدہ اور حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی والدہ الگ الگ تھیں، ان کے انتقال کے بعد لوگوں کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ اس سلسلے کو باقی رکھا جائے، اُس زمانے میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مظاہر العلوم کے اندر تدریسی خدمات

انجام دے رہے تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ- جو ان کے شیخ اور استاد تھے، ان- سے درخواست کی گئی تو حضرت مولانا نے غور وفکر کے بعد حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو وہاں بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے وہاں تشریف لے جانے کے بعد پہلی کوشش یہی کی تھی کہ مکاتب قائم کیے جائیں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے میوات کے علاقے میں اِس کام کو جاری رکھنے کا عزم فرمایا، آپ کی وہاں تشریف بری سے پہلے ہی آپ کے خاندان والوں کی کوششوں سے وہاں مختلف جگہوں پر ۵۰ یا ۶۰ مکاتب قائم ہو چکے تھے، آپ نے غور کیا اور اِس نتیجے پر پہنچے کہ اس علاقے میں مکاتب کو پھیلانے کے لیے مقامی لوگوں میں بھی اس کا ذوق وشوق ہونا ضروری ہے اور یہاں جہالت کی وجہ سے لوگ دین، احکامِ دین اور دینی علوم سے ناواقف ہیں، انھیں اس کی اہمیت ہی معلوم نہیں تو بھلا اس کو قائم کرنے میں کیسے تعاون کریں گے اور کیسے دل چسپی لیں گے تو ان کی اس غیر دل چسپی اور بے رغبتی کو دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہلے ان کے اندر علمِ دین کی طلب پیدا کی جائے، اسی مقصد کے لیے حضرت مولاناؒ نے دعوت وتبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا۔ حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ: دعوت وتبلیغ کا سلسلہ کیا ہے؟ یہ تو ہر آدمی کے دل میں دین کی طلب پیدا کرنے کے لیے ہے اور جب اس کے اندر دین کی طلب پیدا ہو جائے گی تو وہ خود اس کو حاصل کرے گا اور اس کے نتیجے میں دین کے تمام شعبے زندہ ہوں گے۔

بہر حال! ہمارے اکابر نے یہ مدارس ومکاتب کا جو سلسلہ شروع فرمایا وہ اِس

ملک میں مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لیے ایک بہت ہی اہم فیصلہ تھا۔ کسی نے ان مدارس ومکاتب میں پڑھانے والے مُلّا اور مولویوں کے متعلق علامہ اقبال سے پوچھا تھا، پوچھنے والے کا مقصد تو تنقید تھی کہ اس طرح یہ مولوی لوگ مسلمان بچوں کو بے کار کردینا چاہتے ہیں تو علامہ اقبالؒ نے جواب میں فرمایا:

''اِن ملّاؤں کو ان کے حال پر رہنے دو اور اپنی جگہ کام کرنے دو، اگر یہ نہیں ہوں گے تو کیا ہوگا وہ میں اسپین میں دیکھ کر کے آیا ہوں کہ وہاں صدیوں تک اسلامی حکومت رہنے کے باوجود آج کوئی کلمہ پڑھنے والا نہیں''۔

اور یہ واقعہ ہے کہ انگریز نے یہاں حکومت کرنے کے دوران اِس کی بھرپور کوشش کی کہ اسلام کو یہاں سے بالکلیہ ختم کردیا جائے؛ لیکن یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنی اِن کوششوں میں ناکام رہا؛ اگرچہ اس نے رخنے ڈالے؛ لیکن اس سلسلے کو بند نہیں کرسکے۔

تو یہ ہمارے اکابر کے قائم کردہ دو سلسلے ہیں، ان میں جو بڑے مدارس ہیں ان میں طلبہ اپنی اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق علم حاصل کرتے ہیں، بعض اعلیٰ صلاحیت کے حامل ہوتے ہیں تو فارغ ہوکر مدارسِ عربیہ ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں، بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں تو مکاتب کا نظام سنبھالتے ہیں، تو اس طرح یہ علومِ دینیہ کی خدمات کا سلسلہ ملک اور بیرونِ ملک میں جاری ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ خدمات بڑی اہم خدمات ہیں؛ لیکن ان خدمات کو انجام دیتے ہوئے ہمیں اپنی ذمّے داریوں کا احساس ہونا ضروری ہے کہ: میں کون ہوں؟ مجھے کیا کرنا ہے؟ میری کیا ذمّے داریاں ہیں؟ اور میں کس طرح اپنی ذمّے داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہوں؟

اِس میں دو چیزیں ہیں: ایک تو یہ کہ آپ عالم ہیں، آپ چاہتے ہیں کہ کسی جگہ ملازم نہ ہوں پھر بھی آپ کے حاصل کردہ علم کا حق اور تقاضا یہ ہے کہ اس کو آپ دوسروں تک پہنچائیں، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً. (البخاري)

میری طرف سے لوگوں کو پہنچاؤ؛ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

ایک چھوٹی سی بات کیوں نہ ہو اس کو لوگوں تک پہنچانا ہے؛ چاہے آپ کسی ادارہ کے ساتھ، کسی مکتب کے ساتھ، کسی سوسائٹی کے ساتھ عقدِ اجارہ کریں یا نہ کریں، بحیثیت عالم کے آپ کی یہ ذمّے داری بنتی ہے کہ آپ یہ چیزیں لوگوں تک پہنچائیں، لوگوں کے عقائد کی درستگی، ان کے اعمال کی درستگی، ان کی عبادات کی درستگی، ان کی معاشرت اور اخلاق کی درستگی اور دین کے مختلف شعبوں میں آپ ان کی مختلف طریقوں سے رہنمائی کریں، یہ رہنمائی بحیثیت عالم کے آپ کا فریضہ اور ذمّے داری ہے۔

دوسرا یہ کہ آپ کسی کمیٹی کے ساتھ، کسی مکتب کے ساتھ معاہدہ کریں اور ایک گھنٹہ، دو گھنٹہ، چار گھنٹہ پڑھانے کا عقدِ اجارہ کریں، یہ دو چیزیں ہوگئیں کہ بحیثیت عالم کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر جو ذمّے داری ڈالی گئی تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اِس امانت کو دوسروں تک پہنچاتے اور اُس کو پہنچانے میں آپ اپنی مقدور بھر کوشش میں کمی نہ کرتے، مزید براں کہ آپ نے جب عقدِ اجارہ کرلیا تو یہ بات اب آپ پر دوسری حیثیت سے بھی لازم ہوگئی، اسی وجہ سے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ (المؤمنون)

جو لوگ اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہیں اور

اس کو پورا کرتے ہیں۔

عقدِ اجارہ کی حیثیت سے دو یا تین گھنٹے تعلیم وتبلیغ آپ کی ذمّے داری بنتی ہے، جب کہ بحیثیت عالم کے آپ کی ذمّے داری ان دو یا تین گھنٹوں تک محدود نہیں؛ بلکہ چوبیس گھنٹے آپ کی یہ ذمّے داری ہے؛ اس لیے کہ آپ کی حیثیت تو ایک سپاہی کی سی ہے، ملک کا جو سپاہی ہوتا ہے وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ڈیوٹی کسی وقت کی پابند نہیں، اس کو تو چوبیس گھنٹے تیار رہنا پڑتا ہے، اسی طرح آپ کو بھی ہمہ وقت اپنی اِس ذمّے داری کو ادا کرنے کے لیے تیار رہنا ہے، آپ کے لیے انتظامیہ نے جو وقت مقرر کیا ہے اس وقت میں ایک منٹ کا بھی ہرگز ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔

بہر حال! مکاتبِ قرآنیہ کا یہ سلسلہ ہمارے اکابر کا قائم کردہ ہے اور مقصد دین کو اس ملک کے اندر باقی رکھنا ہے، جب تک قیامت قائم نہیں ہوگی وہاں تک یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے؛ اس لیے ہمارے بزرگوں نے مکاتب کے سلسلے میں بڑا اہتمام کیا اور خاص کر کے ہمارے علاقۂ گجرات میں مختلف حضرات نے شخصی طور پر بھی اور ادارے قائم کر کے بھی ان کی ماتحتی میں یہ مکاتب کے سلسلے جاری کیے، اس کے مختلف نصابات جاری کیے، اسی سلسلے کی ایک کڑی عزیزِ گرامی مولانا مفتی محمود بارڈولی سلّمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رفقا کی کوششیں ہیں کہ وہ مکاتب کے سلسلے کو قائم کیے ہوئے ہیں۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے جو پیر و مرشد تھے حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، ان کو ’’میاں جی‘‘ اسی لیے کہتے تھے کہ اس زمانے میں مکتب میں بچوں کو پڑھانے والے کو ’’میاں جی‘‘ کہا جاتا تھا، انھوں نے پوری زندگی یہ خدمات انجام دیں، انھی کی طرف نسبت کرتے ہوئے مفتی صاحب نے مکاتب کا یہ سلسلہ

’’نورانی مکاتب‘‘ کے نام سے شروع کیا ہے اور الحمدللہ! آج ترقی کرتے کرتے سینکڑوں مکاتب اس کے ماتحت جاری ہیں۔

اور یہ ایک ایسا عجیب وغریب سلسلہ ہے کہ ایسے دیہات جہاں کے بچے تو کیا بڑے بھی کلمہ تک نہیں جانتے تھے ان کو قرآنِ پاک بہترین طریقے سے پڑھنا آجاتا ہے اور ان حضرات نے اِس تعلیم کے واسطے جو طریقے اختیار کیے ہیں وہ بھی بڑے ماشاءاللہ! تجربہ پر مبنی ہیں، اس سلسلے کے ماہر مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی زید مجدہم کی بھی محنتیں ہیں اور ان کے ماتحت ان کے تیار کردہ حضرات ہیں، وہ سب حضرات بڑی محنت سے کام کررہے ہیں، حافظ الطاف ہیں اور دوسرے حضرات ہیں، یہ سب اچھا کام کرتے ہیں اور وہ اس سلسلے کو آگے بڑھائے ہوئے ہیں اور اتنا ہی نہیں کہ وہ مکاتب قائم کرتے ہیں؛ بلکہ مکاتب میں پڑھانے والے مدرسین کو کس طریقے سے بچوں کو پڑھانا چاہیے؟ طریقۂ تدریس کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، اس کے لیے ماشاءاللہ! ادارے قائم کیے ہیں، وہاں چند مدت رہ کر کے لوگ یہ سلسلے اور طریقے سیکھتے ہیں، ان کا ان سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا؛ بلکہ ادارہ ہی ان پر سارے اخراجات کرتا ہے، وہ بس وہاں رہ کر کے تیاری کریں اور سیکھیں اور آگے اس سلسلے کو بڑھائیں۔

بہرحال! نورانی مکاتب کا یہ سلسلہ جو ان حضرات کی طرف سے شروع کیا گیا ہے بڑا بابرکت ہے اور ضرورت ہے اس بات کی کہ اس کی تائید کی جائے، اس کا تعاون کیا جائے، اس کی بھرپور مدد کی جائے اور جہاں جہاں یہ سلسلے جاری ہیں کام کرنے والوں کے حوصلے بڑھائے جائیں، ان کی ہمتیں بلند کی جائیں اور ان کو مادی، مالی اور قانونی ہر اعتبار سے تعاون پہنچانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو جو اس سلسلے میں لگے ہوئے ہیں جزائے خیر عطا فرمائے، میں ان کی خدمات میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی ان خدمات کے سلسلے کو آگے بڑھائیں، یہی وہ چیز ہے جو آخرت میں کام آنے والی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

املاہ

(حضرت اقدس مفتی) احمد خانپوری (صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

مؤرخہ: ۶ رشوال ۱۴۴۲ھ،

مطابق: ۱۹ رمئی ۲۰۲۱ء



پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، اَلَّذِیْ قَالَ: بُعِثْتُ مُعَلِّماً وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ، اَمَّا بَعْدُ:

① قرآنی مکاتب اور مدرسے، معلّم واستاد کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے؛ اس لیے کہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہے، اس نسبت کے دھیان اور استحضار کی ضرورت ہے۔

② مسلمانوں کی موجودہ نسل اور آنے والی نسل کی دینی عمارت کے حقیقی معمار مکاتبِ قرآنیہ کے اساتذہ و مدرسین ہیں؛ اس لیے استاذہ و مدرسین اپنی اہم ترین ذمے داریوں کو سمجھیں۔

③ قرآن کی خدمت دنیاوآخرت میں کامیابی اوردائمی عزت کا ذریعہ ہے۔

④ قرآن کی خدمت کا حقیقی اجرتو ان شاء اللہ! آخرت میں ملے گا۔

⑤ البتہ دنیا میں بھی اس کے فوائد ضرور حاصل ہوتے ہیں۔

⑥ استاذ اخلاص و استقامت کے ساتھ سچی طلب و تڑپ سے صحیح قرآن پڑھائے گا تو ان شاء اللہ! کبھی مالی تکلیف میں نہیں رہے گا۔

⑦ جس مدرسے میں قرآن کی صحیح تعلیم ہوگی اس کی برکت سے وہاں مالی مشکلات بھی نہیں رہیں گی ان شاء اللہ!۔

⑧ مدرس کے کیسے اوصاف ہوں؟ ⑨ مدرس کس طرح تدریس کرے؟

⑩ مدرسے کا نظم کس طریقے کا ہو؟ ⑪ مدرسے میں نصاب کیسا ہو؟

مذکورہ بالا امور کو آپ اِن بیانات میں تفصیل سے پڑھیں گے اور اگر اِن باتوں کو

پڑھ کر عمل کریں گے تو دنیا اور آخرت کی زندگی ان شاء اللہ! کامیاب اور منور ہوگی۔

یہ کتاب دراصل مکاتب کے مختلف جلسوں اور پروگراموں میں علمائے کرام اور ذمّے دار حضرات کے سامنے کیے گئے اس عاجز کے مختلف بیانات کا مجموعہ ہے، میرے مرشدِ ثانی، مشفقی و محسنی، محبوب العلما والصلحا شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادام اللہ فیوضہم علینا کے اس سلسلے کے کیے گئے کچھ قیمتی بیانات بھی تبرکاً شامل کیے گئے ہیں؛ تاکہ ان کی روحانیت ومقبولیت کی برکت سے بندے کے بیانات کو بھی شرفِ قبولیت حاصل ہوجائے اور حضرت کے ارشادات سے امّت اور علما مستفید ہوں۔ نورانی مکاتب کی تمام تر خدمات میں حضرت والا کی توجہات، دعائیں، رہنمائی اور تعاون کا بہت بڑا حصہ ہے۔

میں حضرت کا بہت بہت شکر گذار ہوں کہ علالت کے زمانے میں ان بیانات پر نظر فرما کر مناسب اصلاح فرمائی، جزاھم اللّٰہ خیر او احسن الجزاء! اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو صحت وعافیت کے ساتھ لمبی عمر سے نوازے، آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِن بیانات کی جمع وترتیب میں، تصحیح میں، پروف خوانی میں، اشاعت وطباعت میں جن لوگوں نے جس طرح کا حصہ لیا ان سب کو دنیا وآخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، اِس مبارک سلسلے کو امّت کے لیے؛ خاص طور پر پڑھانے والے اساتذہ و معلمین کے لیے مفید سے مفید تر بنائے اور اسے اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وعلی الہ وصحبہ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین.

بندہ: محمود حافظجی بارڈولی

حال نزیل: مکہ مکرمہ، حرم شریف

مؤرخہ: ۵/ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ

شیخ الحدیث حضرت اقدس

مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

بموقع جلسہ نورانی مکاتب

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کل تمام مدارس میں جلسوں کا رواج چل پڑا ہے، بچوں کو تقاریر، نظمیں، حمدِ باری، ایک دو مہینے پہلے سے ہی رٹا دی جاتی ہے اور پھر اس کو پروگرام میں پیش کیا جاتا ہے، جو لاحاصل ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔

''نورانی مکاتب'' کے ذمّے داروں نے اِس پر غور وفکر کر کے یہ طے کیا کہ: بستی والوں کے سامنے ان کے بچوں نے سال بھر کیا تعلیم حاصل کی اس کو پیش کیا جائے؛ چناں چہ اس طرح ایک انوکھے جلسے کو رواج دیا گیا اور جلسے کے دوران خود بستی والوں کو دعوت دی گئی کہ: وہ مفردات، مرکبات، حرکات، مد، ادغام، اخفا وغیرہ کا بیان جہاں سے چاہیں بچوں کو پوچھیں، بچے ان کا سوال پورا ہونے سے پہلے ان شاء اللہ! اس کا جواب دیں گے اور بچے صحیح صحیح اور خوب صورت آواز میں جہاں سے آپ کہیں گے قرآن بھی پڑھ کر سنائیں گے۔

الحمدللہ! جلسے کا یہ طریقہ بہت کامیاب رہا اور لوگوں کو اس سے بہت فائدہ ہوا کہ ہماری بستی میں اس قدر معیاری تعلیم ہوتی ہے، ہمارے بچے اتنا اچھا قرآن پڑھتے ہیں، ہم بڑوں کو بھی جو آج تک صحیح قرآن نہیں پڑھ رہے ہیں ان سے کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے۔

اس طرح کے ایک پروگرام کے موقع پر ہم نے ہمارے شیخ ومرشد حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کو دعوت دی، حضرت نے ہماری دعوت قبول فرمائی، الحمدللہ! حضرت کے سامنے پروگرام ہوا، اخیر میں حضرت نے اپنے تاثرات پیش کیے جس کو افادۂ عام کی خاطر ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَحَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا.(التحریم:٦)

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ:

مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَہٗ مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ.(الترمذی)

والدین کی ذمّے داری

اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت یہ ماں باپ کی سب سے بڑی ذمّے داری ہے، ہم لوگ بچوں کے کھانے- پینے، پہننے -اوڑھنے اور ان کی رہائش کے لیے چوبیس گھنٹے حرکت میں رہتے ہیں، نوکری کرتے ہیں، مزدوری کرتے ہیں اور دنیا کے کونے کونے میں جا کر پیسہ کماتے ہیں؛ تاکہ ان کی ضروریات کو پورا کرسکیں۔

لیکن یہ وہ ضرورتیں ہیں جو ان کی دنیوی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، دنیوی زندگی چندروزہ ہے، موت کے بعد آخرت کا معاملہ شروع ہوجاتا ہے اور ہمارا جو ایمان ہے اس کے مطابق یہ ہمیشہ کی زندگی ہے، اپنے بچوں کی ہمیشہ کی زندگی کے لیے ہم کیا کرتے ہیں؟ اس پر ہمیں غور کرنے کی اور اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہماری نگاہوں کے سامنے ان کی بہترین تربیت ہو، وہ نیک بنیں، نمازی بنیں، قرآنِ پاک کے پڑھنے والے بنیں، باادب، بااخلاق بنیں، ماں باپ کے خدمت گار

بنیں اس طرح یہ سارے اخلاق، یہ ساری خوبیاں ہماری نگاہوں کے سامنے ان کے اندر آویں ہمیں اس کی کوشش کرنی ہے اور اس کے لیے آپ کو تو صرف توجہ دینی ہے، ان کو مکاتب کے اندر پہنچانا ہے۔

یہ ''نورانی مکاتب'' کا جو سلسلہ حضرت مفتی صاحب نے قائم کیا ہے اس میں حضراتِ مدرسین ان بچوں پر بھرپور محنت کرتے ہیں اور ان کو بہتر سے بہتر تعلیم، تربیت اور اخلاق سے آراستہ کرنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ یہ ان کا بڑا احسان ہے۔

ابھی جو انعامات کے اعلان ہوئے ایسے اساتذہ کے لیے ان انعام کی کوئی حیثیت نہیں، یہ اساتذہ محنت کر کے جو چیز بچوں کو دیتے ہیں پوری دنیا اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتی، یہ تو ایک حوصلہ افزائی کے لیے یہ سلسلہ ہے۔

بہر حال! میں ماں باپ سے عرض کروں گا کہ: آپ کو کچھ نہیں کرنا ہے، صرف ان بچوں کو مکتبوں میں بھیجنا ہے، ان کی نگرانی کرنی ہے، برابر حاضری دے رہے ہیں یا نہیں اور مہینے میں دو تین مرتبہ ان کے استاذ کی ملاقات کر کے ان سے معلوم کرنا ہے کہ میرا بچہ برابر حاضری دیتا ہے یا نہیں، تعلیم کی طرف دھیان دیتا ہے یا نہیں؟ آپ کو ہی اس چیز کا اہتمام ہونا چاہیے، اگر آپ اس طرح کریں گے تو ان شاء اللہ! یہی اولاد آپ کے لیے دنیا میں بھی کارآمد ہوگی، آپ کی خدمت کرے گی، آپ کو راحت پہنچائے گی، آپ کو عزت کے مقام پر رکھے گی اور یہی اولاد آپ کو آخرت میں جنت دلائے گی، اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کا ذریعہ بنے گی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے اولاد کی شکل میں یہ جو نعمت عطا فرمائی ہے صرف ان

کے کھانے - پینے، پہننے - اوڑھنے، رہنے - سہنے، اِن چیزوں کو مت دیکھو؛ بلکہ ان کی تعلیم وتربیت کو دیکھو، ان کے اخلاق کو دیکھو، ان کے عادات واطوار کو دیکھو، وہ پکے مسلمان بن رہے ہیں یا نہیں یہ دیکھو اور اس کے لیے کوشش کرو، بھلے پھٹے پرانے کپڑے ہوں، میلے کچیلے ہوں؛ لیکن اگر ان کو سچے مؤمن والی تعلیم دلائی، ان اخلاق سے آراستہ کیا، ان اعمال کا عادی بنایا تو یہی اولاد ہم کو جنت میں لے کر جائے گی؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اس کی طرف توجہ کریں۔

اور جیسا کہ میں نے عرض کیا اس کے لیے ہم کو زیادہ محنت نہیں کرنی ہے؛ بلکہ ان کی نگرانی، ان کو مدرسے میں بھیجنے کا اہتمام، ان کی حاضری کی طرف توجہ اور گھر آویں تو گھر بھی برے ماحول میں نہ پھنس جاویں اس کا خیال کرنا ہے تو دیکھو ان شاء اللہ! اللہ آپ کی اولاد کو کیسے اونچے اخلاق سے، اونچے نیک اعمال سے، اونچی خصلتوں سے نوازتے ہیں کہ دیکھ کر آپ کا جی خوش ہوگا اور آخرت میں یہی اولاد آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہوگی۔

اِن بچوں کی تعلیمی کارکردگی کے کچھ نمونے آپ نے آج کی اس مجلس میں دیکھے اور دیکھنے والے احباب میں ماں باپ بھی ہیں اور وہ حضرات بھی ہیں جو ادارے کا مالی حیثیت سے تعاون کرتے ہیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ ان نمونوں کو دیکھنے کے بعد ان تعاون کرنے والوں کا بھی جی ٹھنڈا ہوا ہوگا کہ ہم نے جو رقمیں اس سلسلے میں خرچ کی ہیں وہ بروئے کار آرہی ہیں، کام لگی ہیں، اس کا فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہوسکتا ہے؛ بلکہ ہونا چاہیے کہ ان کے حوصلے اور بڑھیں اور وہ اپنے تعاون کے سلسلے کو بڑھائیں، کمیت کے اعتبار سے بھی اور کیفیت کے اعتبار سے بھی۔

بہر حال! آنے والوں کو چاہیے کہ ایسی محنتوں کی حوصلہ افزائی کریں اور یہ حضرات محنت کے ساتھ جو پڑھانے والے ہیں وہ تو ہیں ہی؛ لیکن یہ ادارے کے ذمّے دار حضرات دور دور تک سفر کرتے ہیں، سفر کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، وہاں جا کر ان چیزوں کی نگرانی کرتے ہیں، اساتذہ کو ترغیب دیتے ہیں، آمادہ کرتے ہیں، والیوں کو ترغیب دیتے ہیں، آمادہ کرتے ہیں، یہ کوئی معمولی کام نہیں ہیں، ان کے اپنے فرائضِ منصبی بھی ہیں، مفتی صاحب ہیں، ان کا اپنا کام ہے، مدرسے میں تدریسی ذمّے داری انجام دیتے ہیں اور بھی ان کو بہت سارے کام ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ یہ سارے کام کر رہے ہیں، ہمیں ان کی محنتوں کی قدر کرتے ہوئے ان کا بھرپور ساتھ دینا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان محنتوں کی قدر دانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان قدر دانیوں کے نتیجے میں اللہ کے یہاں جو انعام ملے گا اس انعام میں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حصّے دار بنا دے۔

وأخر دعوانا عن الحمد لله رب العالمين

دعا کر لیجیے:

سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك.

اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا ومولانا محمد وعلى أل سيدنا ومولانا محمد كما تحب وترضى بعدد ما تحب وترضى

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين.

ربنا أتنا في الدنيا حسنة وفي الأخرة حسنة وقنا عذاب النار.

ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما.

اللهم وفقنا لما تحب وترضى من القول والعمل والنية والهدى.

اللهم اجعلنا هادين مهتدين غير ضالين ولا مضين، سلما لاوليائك وحربا لاعدائك، نحب بحبك من احبك ونعادي بعداوتك من خالفك من خلقك. اللهم اغننا بالعلم وزينا بالحلم واكرمنا بالتقوى وجملنا بالعافية.

اللهم أتنا افضل ماتؤتي عبادك الصالحين.

اللهم استر عوراتنا وأمن روعاتنا. اللهم احسن عاقبتنا في الامور كلها واجرنا من خزي الدنيا وعذاب الأخرة.

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے خطاؤں سے درگذر فرما۔

اے اللہ! مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے یہ سلسلہ نورانی مکاتب کی شکل میں پورے گجرات میں جاری کیا گیا ہے اس کو تو اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول عطا فرما۔

اے اللہ! اس سلسلے کو جاری رکھنے اور باقی رکھنے اور آئندہ مزید ترقیات سے آگے بڑھانے کے لیے جس نوع کے اسباب ووسائل، مادی، مالی وقانونی مطلوب ہیں اے اللہ! تو اپنے خزانۂ غیب سے مہیا فرما، اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر چیز سے اس کی حفاظت فرما۔

تیرے جو بندے اس میں تعاون پیش کرتے ہیں اے اللہ! تو ان کو اپنی شایانِ شان بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرما۔

وہ اساتذہ اور مدرسین جو دور دور کے علاقوں میں بڑی محنت اور مشقت اٹھا کر جا کر کے بچوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں ان کے حوصلوں کو بھی بڑھا دے، ان کی نسلوں کو اے اللہ! ہدایت کے لیے قبول فرما لے، اے اللہ! ان کی محنتوں کو

بھی بے انتہا قبول فرما۔

تیرے جن بندوں نے بچوں کے انعام کے لیے رقمیں دی ہیں ان کو بھی بے انتہا قبول فرما، اے اللہ! اس راہ میں جس نوع کا بھی تعاون جنھوں نے بھی کیا ہے ان سب کو اپنی بارگاہ میں بہترین بدلہ عطا فرما۔

اے اللہ! اس سلسلے کو ہر نوع کی ترقیات سے مالا مال فرما، اس کے چلانے والوں، قائم کرنے والوں، تعاون کرنے والوں، اس کے ساتھ محبت کرنے والوں سب کو بے انتہا قبول فرما، ہر قسم کے شرور، فتن، آفات، بلیات، مکارہ، حاسدوں کے حسد، دشمنوں کی دشمناوٹ، شریروں کی شرارت، بدخواہوں کی بدخواہی سے اس سلسلے کی پوری حفاظت فرما۔

اے اللہ! ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اور جہاں جہاں بھی یہ سلسلہ جاری ہے وہاں کے رہنے والوں کو اس کی قدردانی، اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی، اپنی اولاد کو وہاں بھیج کر ان کی تعلیم وتربیت کے لیے ان کو پیش کرنے کی توفیق عطا فرما۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى اللّٰه تعالى على خير خلقه سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين.

شیخ الحدیث حضرت اقدس
مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

بموقع تکمیلِ تفسیرِ قرآن
(صلابت پورا مومنا واڑ بڑی مسجد)
17/1/2021

تعارف

الحمد اللہ! ۲۰۰۷ء میں سورت شہر کی صلابت پورہ، مومنا وار بڑی مسجد میں مقامی ذمے داروں کے اصرار اور اپنے استاذ، مشفق ومربی، محسن ومرشد، شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے مشورے اور دعاؤں کے ساتھ بندے نے ہفتے میں ایک دن بروز پیر درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

اس مجلس میں سورت شہر کے مختلف علاقوں اور اطراف کی متعدد آبادیوں سے اور کئی مرتبہ دور دراز شہروں سے بھی مسلمان بھائیوں کا ایک بہت بڑا مجمع شوق، طلب اور رغبت کے ساتھ حاضر ہوتا رہا، نیز جتنا مجمع مسجد میں مردوں کا ہوتا تھا اس سے کچھ زیادہ ہی مجمع مختلف مکانات میں مستورات کا بھی ہوتا تھا، اللہ کے فضل سے تقریباً چالیس (۴۰) مکانات میں مسجد سے مائیک کا ربط ہے اور اس میں پورے شہر کی بہت ساری عورتیں شریک ہوتی رہیں۔

ہر پیر کو ہونے والی تفسیر انٹرنیٹ پر لائیو (Live) بھی ہوتی رہی اور دنیا بھر کے کئی ملکوں کے لوگ الحمد اللہ! اس تفسیر کو سنتے رہیں، ان حضرات کو انٹرنیٹ، ویب سائٹ اور Mixlr پر اوقات بھی بتائے جاتے تھے۔

جب ایک سورت ختم ہوتی تو اس کی سی ڈیاں تیار کی جاتی اور ملک وبیرون ملک بڑی تعداد میں اس کو عام کیا جاتا اور اب پوری تفسیر کو پین ڈرائیو (Pen drive) میں لے کر اس کے نفع کو عام کرنے کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے اور ویب سائٹ سے فری میں ڈاؤن لوڈ بھی کیا جا سکتا ہے۔

سورۂ یاسین سے تفسیر شروع ہوئی تھی، پھر سورۂ طہ، یوسف، کہف، نور، احزاب، سبا، رحمن، جمعہ، ملک، مزمل، مدثر وغیرہ، اس طرح ایک عرصے تک متفرق سورتوں کا سلسلہ چلتا رہا، پھر سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ سے ترتیب کے ساتھ سلسلہ آگے بڑھا اور لاک ڈاؤن شروع ہونے تک

گیارھویں پارے میں سورۂ یونس تک بحمد اللہ! ہو گیا، گویا اتنے سالوں میں مجموعی مقدار دیکھی جائے تو نصف سے زیادہ قرآنِ کریم کی عمومی تفسیر ہو چکی تھی۔ پھر جب لاک ڈاؤن ہوا تو لوگوں کی چاہت اور مقامی لوگوں کے اصرار پر آن لائن درسِ قرآن کا سلسلہ جاری کیا جس میں مقامی حضرات بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے، یہ سلسلہ الحمد للہ! بہت مقبول ہوا، آن لائن درسِ قرآن میں مقدار بھی بڑھ گئی اور وقت بھی بڑھ گیا، کبھی ظہر کے بعد تو کبھی عصر کے بعد اور کبھی مغرب کے بعد، عامتاً تو عشا کے بعد ہی درس ہوتا تھا، اس کی برکت اور اللہ کے فضل وکرم سے قرآنِ کریم کی تفسیر مکمل ہوئی اور تکمیلِ درس قرآن کا پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں پورے گجرات سے عاشقینِ قرآن تشریف لائے تھے؛ حالاں کہ دعوت تو صرف انہی حضرات کو دی گئی تھی جو گاہے گاہے درسِ قرآن میں شریک ہوتے تھے؛ لیکن نواپور سے لے کر سورت، پنچ محل گودھرا، دمن واپی ہر طرف سے لوگ تشریف لائے اور جامعہ ڈابھیل کے مہتمم: حضرت مولانا احمد سعید بزرگ اور نائب مہتمم: قاری عبد الرحمن بزرگ، جامعہ کے صدر مفتی حضرت الاستاذ مفتی عباس صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مفتی طاہر سورتی وغیرہ اکابر بھی تشریف فرما تھے۔

اِس موقع سے ہمارے استاذ، پیرومرشد حضرت اقدس مفتی احمد صاحب دامت برکاتہ العالیہ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر ملفوظاتِ عالیہ و غالیہ سے نوازا، اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے قابلِ احترام حاضرینِ کرام!

درسِ قرآن کا یہ سلسلہ جو کافی طویل مدت تک یہاں پر چلا اور آج اختتام کو پہنچا اور اسی کی خوشی میں ہم لوگ شریک ہوئے ہیں۔

ہمارے اکابر کے یہاں اس کا بڑا اہتمام تھا، ہمارے سب کے بڑے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ جو بانیٔ دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے شاگردِ خاص اور خادمِ خاص تھے، جنگِ آزادی میں انھوں نے بڑا حصہ لیا اور اُسی جرم میں ان کو مالٹا میں قید کیا گیا تھا، جب کہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے، مالٹا کی قید سے جب وہ رہا ہوئے اور بذریعہ اسٹیمر یہاں ہندوستان لائے گئے اور پھر جب دیوبند پہنچے تو روزانہ حضرت کی مجلس ہوا کرتی تھی، بڑے بڑے علما جو حضرتؒ کے شاگرد تھے وہ اس مجلس میں شریک ہوتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ: ایک رات عشا کی نماز کے بعد حضرت کی مجلس تھی اور بڑے بڑے علما اس مجلس میں حضرت کے سامنے دوزانو حاضر تھے، اُس موقع پر حضرتؒ نے ایک بات ارشاد فرمائی کہ:

بھائی! جیل کی تنہائیوں میں دو باتیں ہمیں سیکھنے کو ملی۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ: سب ایک دم متوجہ ہو گئے کہ اتنے بڑے عالم جو سب علما کے استاذ ہیں، آخر اس عمر میں ان کو جیل کی تنہائیوں میں کیا باتیں معلوم ہوئیں؟

حضرتؒ نے فرمایا کہ: وہاں ہم نے سوچا کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی جو بدحالی ہے اس کا کیا علاج ہونا چاہیے؟ تو سمجھ میں آیا کہ اس کے لیے دو چیزوں کا اہتمام

کیا جائے:

(۱) ایک تو قرآنِ پاک کو لفظاً و معناً عام کیا جائے۔

لفظاً کا مطلب یہ ہے کہ: قرآنِ پاک کے جو الفاظ ہیں ان کو زبان سے صحیح طریقے سے ادا کرنے کا سلسلہ قائم کیا جائے۔

ہمارے حضرت مفتی محمود صاحب زید مجدہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی عطا فرمائی کہ ''نورانی مکاتب'' کے عنوان پر انھوں نے بے شمار مکاتب پورے گجرات میں شمال سے لے کر جنوب تک قائم کیے ہیں اور ایک بہت بڑا حلقہ ان مکاتب سے فائدہ اٹھا رہا ہے، یہ واقعتہً بہت بڑا کارنامہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے انجام دلوایا۔

تو ایک تو قرآن کے الفاظ ہر مسلمان کا بچہ پڑھنا سیکھ لے، یہ بہت اہم چیز ہے؛ اسی لیے ہمارے اکابر نے قریہ قریہ، بستی بستی مکاتب کے قیام کو اہمیت دی؛ تاکہ بچے اس میں یہ چیز سیکھے۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن کے الفاظ کو عام کرنے کے لیے یہی طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مبعوث فرمایا اور آپ کے ذمے جو خدمات اور جو کام انجام دینے کے تجویز ہوئے ہیں قرآنِ پاک میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا جو تعمیرِ کعبہ کے موقع پر انھوں نے کی اس میں اس کا تذکرہ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ. (البقرۃ:۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! ان کے درمیان ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے تیری کتاب کی آیتوں کی تلاوت کرے؛ یعنی قرآن پاک کے الفاظ کی تعلیم دے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے یہی چیز معارف القرآن میں لکھی ہے۔

تو یہ سلسلہ گھر گھر، بستی بستی میں، بڑے شہروں میں محلہ محلہ ہونا چاہیے کہ کوئی بھی مسلمان بچہ قرآنِ پاک کے الفاظ کے پڑھنے کی سعادت سے محروم نہ رہے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ: یہ لفظاً عام کرنا ہوا۔

اور معناً کا مطلب یہ ہے کہ: قرآنِ پاک کا مطلب اور معنی ایک عام انداز میں عوام اور لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، اس کے لیے درسِ قرآن کی مجالس قائم کی جائیں؛ چناں چہ خود حضرت شیخ الہندؒ جب جیل سے لوٹے، آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اور عمرِ طویل کو پہنچ چکے تھے پھر بھی آپ نے دیوبند کی جامع مسجد میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا، حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: اس درس میں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ جیسے اکابر اور ہم لوگ سب شریک ہوتے تھے؛ گویا عملی طور پر حضرتؒ نے یہ سلسلہ شروع کیا۔

آج اہلِ علم کو چاہیے کہ یہ سلسلے بستی بستی، قریہ قریہ، محلہ محلہ مسجدوں میں شروع کریں؛ تاکہ لوگوں کو قرآنِ پاک سے مناسبت ہو۔

یہ سلسلہ جو اِس محلے میں شروع کیا گیا، جو حضرات شروع سے لے کر آخر تک ان مجالس میں شریک رہے ہیں آپ ان سے پوچھیے کہ اللہ تعالیٰ نے درسِ قرآن کی شکل میں ان کو کیسی بڑی نعمت عطا فرمائی ہے۔

ہمارے حضرت مفتی محمود صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی عطا فرمائی کہ اس سلسلے کو شروع کر کے پائے تکمیل تک پہنچایا اور آج اس خوشی میں ہم بھی شریک ہو رہے ہیں۔

دوسری بات حضرت نے یہ فرمائی کہ: مسلمانوں کے آپس کے اختلاف اور جھگڑوں کو کسی حال میں برداشت نہ کیا جائے؛ یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ مل جل کر رہیں، آپس میں جھگڑا نہ ہو، کسی بات میں اگر کوئی اختلاف ہوتو اپنے بڑوں سے اس کو سلجھا کر کے اس کو ختم کرنے کی کوشش ہو۔

اگر اِن دو چیزوں کا اہتمام کیا گیا تو ان شاء اللہ! دینی اور دنیوی اعتبار سے مسلمانوں کی حالتِ زار جو بنی ہوئی ہو اس میں بڑا فرق آئے گا، اللہ تعالیٰ بڑی ترقیات سے نوازیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔

ہمارے یہ احباب جو اس درسِ قرآن میں شروع سے لے کر اخیر تک شریک ہوئے بڑی قابلِ مبارک باد ہیں اور خود حضرت مفتی صاحب بھی قابلِ مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اس سلسلے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اللہ تمام ہی اہلِ علم کو ایسی خدمات اپنے اپنے حلقے میں، اپنے اپنے علاقے میں انجام دینے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے۔

دعا کر لیتے ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ إلا اللّٰہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد. لا الہ الا اللّٰہ الحنان المنان، بدیع السماوات والارض ذو الجلال والاکرام. اللھم لک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ ولک الملک کلہ وبیدک الامر کلہ والیک یرجع الامر کلہ. اللھم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.

اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰل سیدنا ومولانا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراھیم وعلی اٰل سیدنا ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰل سیدنا و مولانا محمد کما بارکت

علی سیدنا ابراهیم وعلی آل سیدنا ابراهیم انک حمید مجید. اللهم صل صلوةً کاملةً وسلم سلامًا تامًا علی سیدنا محمد تنحل به العقد وتنفرج به الکرب وتقضی به الحوائج وتنال به الرغائب وحسن الخواتیم ویستسقی الغمام بوجهه الکریم وعلی اله وصحبه فی کل لمحة ونفس بعدد کل معلوم لک.

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین. ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین. ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب. ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار، اللهم وفقنا لما تحب وترضی من القول والعمل والفعل والنیة والهدی. اللهم اجعلنا هادین مهتدین غیر ضالین ولا مضلین، سلما لاولیائک وحربا لاعدائک، نحب بحبک من احبک ونعادی بعداوتک من خالفک من خلقک، اللهم اغننا بالعلم وزیننا بالحلم واکرمنا بالتقوی وجملنا بالعافیة، اللهم اٰتنا افضل ماتؤتی عبادک الصالحین، اللهم لاتنزع منا صالح مااعطیتنا، اللهم استر عوراتنا واٰمن روعاتنا اللهم احسن عاقبتنا فی الامور کلها واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاٰخرة.

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ ہم گنہ گار ہیں، خطا کار ہیں، قصوروار ہیں، اب تک کی ہماری زندگی تیری نافرمانیوں میں گزری، تو نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا اس کو بجا نہیں لائے اور جن چیزوں سے تو نے منع کیا انہی کا ارتکارب کرتے رہے، گناہ کر کر کے لذتیں حاصل کرتے رہے اور تیرا دیا ہوا رزق کھا کھا کر تیرا ہی مقابلہ کرتے رہے، اے اللہ! اگر تو نے ہماری مغفرت

نہیں فرمائی تو ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا، مولا! معاف کردے، مولا! معاف کردے، مولا! معاف کردے، تجھے تو معافی بہت پسند ہے، بندے جب تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں خوش ہوکر تو اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ: یہ میرے بندے جانتے ہیں کہ ان کے گناہوں کو میرے علاوہ کوئی معاف نہیں کرسکتا، یقیناً اے اللہ! ہمارے گناہوں کو آپ ہی معاف کرسکتے ہیں، ہماری مغفرت فرما، ہمارے والدین کی مغفرت فرما، ہمارے اہل وعیال کی مغفرت فرما، ہمارے بھائی بہن اور ہماری اولاد دراولاد کی مغفرت فرما، ہمارے اعزہ اوراقاریب، ہمارے اساتذہ اور مشائخ، ہمارے دوست اوراحباب، ہمارے محسنین اور متعلقین مخلصین اور محبین، اے اللہ جنھوں نے ہم سے دعاؤں کے لیے کہا، لکھا، جو ہم سے دعاؤں کی توقع اور امید رکھیں ہویں ہیں، اور تمام مؤمنین ومؤمنات، مسلمین ومسلمات، پوری امتِ محمدیہ کی مغفرت فرما۔

ہمارے چھوٹے اور بڑے، ظاہر اور پوشیدہ، اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرما، ہمارے سیئات کو حسنات سے مبدل فرما۔

اے اللہ! گناہوں کی نفرت اور نیکیوں کی رغبت ہمارے قلوب کے اندر ڈال دے۔ تمام رزائل سے ہم کو پاک اور صاف فرما کر محاسنِ اخلاق سے مزین فرما۔ تیری معرفت ومحبت کے انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرما۔ تیری یاد سے ہمارے دلوں کو آباد فرما۔ دوامِ ذکر ودوامِ طاعات کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ تمام اعمال میں اخلاص، اتباع اور احتساب کی کیفیت نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمارے اہل وعیال اور تمام متعلقین کو صحت، قوت، عافیت، سلامتی اور دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے مالا مال فرما، ہماری تمام ضرورتوں کی اپنے خزانۂ غیب

سے کفالت فرما، ہمیں کسی کا محتاج اور دست نگر نہ بنا، ہماری روزیوں میں برکت اور وسعت عطا فرما۔

اے اللہ! ہماری اولادوں کو عقائدِ حقہ، علومِ نافعہ، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ فرما۔ برے اخلاق، برے کردار وگفتار، برے عادات واطوار، بری صحبتوں، برے ماحول کے برے اثرات اور برے لوگوں کی بری عادتوں کا نشانہ بننے سے ان کی پوری پوری حفاظت فرما، اپنی شانِ ربوبیت سے اے اللہ! تو ان کی تربیت فرما کر ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک، ہمارے دلوں کا سرور، ہمارے لیے صدقۂ جاریہ اور ہماری امیدوں سے بڑھ کر بنا دے۔

اے اللہ! اِس ملک میں امن وامان کی فضائیں قائم فرما، یہاں بسنے والی قوموں میں آپس میں محبت، رواداری، حسنِ سلوک اور جذبۂ اخوت کو عام فرما۔ جو لوگ ان کے درمیان بغض وعداوت اور نفرت ڈال کر کے اپنے ناجائز مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، اے اللہ! ان کی سازشوں کو ناکام کر دے۔ اپنے فضل کا معاملہ فرما۔ تمام شعائرِ اسلامیہ کی پوری پوری حفاظت فرما۔

تمام مدارس عربیہ، مکاتبِ قرآنیہ، مراکزِ دینیہ، خانقاہوں کی، مساجد کی، تبلیغی اور دینی مراکز کی اور دین کا کام جہاں کہیں جن شکلوں میں ہو رہا ہے اور وہ تیرے نزدیک مقبول وپسندیدہ ہے ان سب کی حفاظت فرما، کام کرنے والوں کی حفاظت فرما، ان کو اخلاص، استقامت، حوصلہ اور ہمت عطا فرما۔ ان کے راستے کی رکاوٹوں کو دور فرما، ان کی مشکلات کو آسان فرما، ان کی ضروریات کی کفایت فرما۔ ان کو مخلص اور فعال افراد عطا فرما، ان کاموں کو انجام دینے کے لیے ان کے مناسب اسباب ووسائل عطا

فرما، یا اللہ! جہاں قیامِ مکاتب کی ضرورت ہے، اس کو قائم فرما۔ جہاں مساجد کی ضرورت ہے اس کی تعمیر کی صورتیں پیدا فرما۔ تیرے جو بندے اجتماعی یا انفرادی شکلوں میں جن کاموں کو انجام دیتے ہیں اے اللہ! ان کے لیے اسباب ووسائل فراہم فرما، ان کے کاموں کو تیری بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما۔

اے اللہ! جو بیمار ہیں ان کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرما۔ مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی کی شکلیں پیدا فرما۔ پریشان حالوں کی پریشانیوں کو دور فرما۔ حاجت مندوں کی حاجتیں پوری فرما۔ قید وبند میں جو محبوس ہیں اے اللہ! ان کو رہائی نصیب فرما۔ مقدمات میں جو محبوس ہیں ان کو بری فرما۔ جو جس مصیبت میں گرفتار ہیں ان کو اس سے نجات عطا فرما۔ بے گھروں کو گھر عطا فرما۔ بے سہاراؤں کو سہارا عطا فرما۔ بے روزگاروں کو روزگار عطا فرما۔ بے اولادوں کو اولاد عطا فرما۔ جن کی اولادیں نافرمان ہیں ان کی اولادوں کو تیرا اور ان کے والدین کا مطیع وفرماں بردار بنا کر ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل کا معاملہ فرما۔

اے اللہ! درسِ قرآن کا یہ سلسلہ جو سالہا سال تک جاری رہ کر آج اختتام کو پہنچا ہے اسے تو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما، تیرے جس بندے نے اس سلسلے کو جاری کیا، اور تیرے جن بندوں نے اس میں شرکت کی سب کو بے انتہا قبول فرما اور ایسے سلسلے اس شہر میں، مسجد مسجد، قریہ قریہ اور تمام دیہاتوں میں بھی جاری فرمادے۔ اپنے فضل کا معاملہ فرمادے۔ اے اللہ! قرآن فہمی کی سعادت سے تمام مسلمانوں کو بہرہ ور فرما۔

اے اللہ! اِس مجلس میں جس بچے نے حفظِ قرآن کی تکمیل کی ہے اس کو بے انتہا

قبول فرما، جیسے اس کے سینے کو قرآن کے الفاظ سے مزین فرمایا قرآنی علوم و معارف سے بھی اس کو مالا مال فرما، قرآنی اعمالِ صالحہ کا اس کو اہتمام نصیب فرما، قرآنی اخلاق فاضلہ سے اس کو آراستہ فرما۔ رات اور دن کی مختلف گھریوں میں زیادہ سے زیادہ قرآنِ پاک کی تلاوت کر کے اس کا حقِ حفظ ادا کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما، حفظِ قرآن کی تکمیل پر جو وعدے تو نے اپنے حبیبِ پاک کی مبارک زبان سے دیے ہیں ان وعدوں کو ان بچوں، ان کے والدین، ان کے اساتذہ اور ان کے مربیوں اور اہل خاندان کے حق میں پورا فرما۔ جنھوں نے بھی اپنی اولاد کو حفظ میں لگا رکھا ہے اے اللہ! ان کے لیے حفظ کی تکمیل کو آسان فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل کا معاملہ فرمادے۔ اپنے فضل کا معاملہ فرمادے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی جہاں کہیں بھی ہو اس کے ایمان واسلام کی، جان ومال کی، عزت وآبرو کی، اہل وعیال کی، تجارت وزراعت وکاروبار کی، ہر چیز کی پوری پوری حفاظت فرما۔ پورے عالم میں امتِ محمدیہ جہاں کہیں مظلومیت کا شکار ہے اے اللہ! ان کی بھرپور مدد فرما۔ اے اللہ! ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روک دے۔

اے اللہ! ہم سب سے راضی ہو جا، ہم سب سے راضی ہو جا، اے اللہ! ہم سب کی زندگی کے لمحے لمحے کو تیری اطاعت وفرمابرداری میں گذارنے کی ہمیں توفیق وسعادت عطا فرما۔ ایک لمحے کے لئے بھی یا اللہ! تیری معصیت اور تیری نافرمانی میں مبتلا ہونے سے ہماری پوری پوری حفاظت فرما، اپنے فضل کا معاملہ فرمادیں، ہم چاہیں نہ چاہیں تو ہماری پیشانیاں پکڑ کر اپنی اطاعت وفرماں برداری ہم سے کروالے۔ تو ہم سے راضی ہو جا اور اپنا خصوصی فضل فرمالے۔

اے اللہ! تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر کی لائن سے جتنی چیزیں مانگی ہیں ہم سب کو اور پوری امت کو عطا فرما اور شر کی لائن سے جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے اس سے ہماری اور پوری امت کی حفاظت فرما۔

اے اللہ! تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، حضراتِ صحابہ کو، ائمۂ مجتہدین کو اور اسلاف کرام کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عطا فرما، انھوں نے بڑے مجاہدے اور مشقتیں اٹھا کر دین کی، ایمان کی، قرآن کی امانتیں ہم تک پہنچائی ہے، اے اللہ! ان امانتوں کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے ہمیں بھی قربانیاں پیش کرنے کی اور مجاہدہ کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما۔

ہمارے والدین، ہمارے اساتذہ، ہمارے مشائخ جنھوں نے ہماری تعلیم و تربیت کے لیے جو مشقتیں اٹھائیں، تکلیفیں جھیلیں، ہماری غفلتوں کو برداشت کیا اے اللہ! ان تمام کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرما، جو دنیا سے جا چکے ہیں ان کی قبروں کو نور سے بھر دے، ان کو اپنی رحمتوں اور مغفرتوں سے ڈھانپ لے، جنت الفردوس میں ان کو اعلی مقام عطا فرما، جو موجود ہیں ان کی عمروں میں، صحت و قوت وعافیت میں، ان کے علمی کاموں میں، ان کے دینی خدمات میں بے انتہا خیر و برکت عطا فرما کر، ان کی قدر دانی کی ہمیں توفیق وسعادت عطا فرما۔

اے اللہ! جو صلاحتیں، جو قویٰ جو نعمتیں تو نے ہمیں عطا فرمائے ہیں ان تمام نعمتوں کو تیرے دین، ایمان واسلام کی اشاعت کے لیے، حفاظت کے لیے، خدمت کے لیے استعمال کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، اے اللہ! ان قیمتی سرمایوں کو دنیا کے پیچھے ضائع کرنے سے ہماری حفاظت فرما، ابنائے دنیا میں سے نہ بنا، ابنائے آخرت

میں سے بنا۔

اے اللہ! ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے جانا نصیب فرما، اے اللہ! ایسی حالت میں موت آوے کہ ہمارے دل ایمان کے نور سے منور ہو، زبان پر کلمۂ طیبہ جاری ہو، تو ہم سے راضی ہو، ہم تم سے راضی ہو، تیرے اور تیرے بندوں کے حقوق میں سے کوئی حق ہم پر واجب الاداء باقی نہ رہ گیا ہو، اے اللہ! ایسی حالت میں موت عطا فرما، قبر کے عذاب سے حفاظت فرما، محشر کی ہولناکیوں سے حفاظت فرما، اس دن کی رسوائی سے بچالے، اس دن اپنے عرشِ عظیم کا سایہ نصیب فرما، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں حوضِ کوثر کا جام نصیب فرما، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے حق میں شفاعت کی اجازت مرحمت فرما، اے اللہ! نیکیوں کے پلڑے کو جھکا دے، دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال نصیب فرما، پل صراط پر سے عافیت کے ساتھ گزار کر جہنم کے عذاب سے پوری پوری حفاظت فرما، جنت کے اندر دخولِ اولین نصیب فرما۔

اے اللہ! ہر خیر سے ہم کو مالا مال فرما، ہر شر سے ہماری حفاظت فرما۔

آج اس مبارک مجلس کی نسبت سے تیرے بہت سے بندے اس امید پر یہاں آئے ہیں کہ دعا قبول ہوگی، اے اللہ! تمام کی نیک اور جائز مرادیں پوری فرما۔

جو مانگا گیا وہ بھی عطا فرما، جو مانگنے سے رہ گیا وہ بھی عطا فرما، آج تک تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں ہوئے اے اللہ! اب بھی اور آئندہ بھی محروم نہ فرما۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم

وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد واله واصحابه اجمعين

برحمتك يا ارحم الراحمين.

مکاتب کے ذمّے داران کی خدمت میں اہم باتیں

از: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ
(شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل)

نوٹ: حضرت کا یہ بیان ۱۰؍ستمبر ۲۰۲۱ء محمود نگر ڈابھیل، حضرت والا کے مہمان خانے میں فجر کے بعد ”نورانی مکاتب“ کے معاونین اور ذمّے داروں کے سامنے ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَنشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ (الحجر)

وَقَالَ تَعَالٰى:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا. (النساء:۵۸)

وَقَالَ تَعَالٰى:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ (المؤمنون)

بہترین لوگ

میرے قابلِ احترام حضراتِ علمائے کرام!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینِ اسلام کی بنیاد کے طور پر قرآنِ پاک کو نازل فرمایا اورقرآنِ پاک کی تعلیم کی بڑی تاکید فرمائی، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ.

تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآنِ پاک کو سیکھیں اور سکھلائیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابوعبدالرحمن عبداللہ ابنِ حبیب سُلمیؒ- جو اِس حدیث کے روای ہیں- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اِس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی ارشاد ہے جس نے مجھے یہاں پر بٹھا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں؛ لیکن انھوں نے پوری زندگی مسلمان بچوں کو قرآن پڑھانے کی خدمت میں گزار دی؛ حالاں کہ علمی اعتبار سے ان کا بڑا اونچا مقام تھا۔

قرآنِ پاک کی حفاظت کی ذمّے داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے

اِس قرآنِ پاک کی حفاظت کی ذمّے داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ (الحجر)

ہم نے اس نصیحت کی کتاب؛ یعنی قرآنِ پاک کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت زمانے سے لے کر اب تک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر زمانے میں ایسے بندے پیدا فرمائے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی خدمت کے لیے مخصوص کیا اور انھوں نے بھی اپنے آپ کو قرآنِ پاک کی خدمت کے لیے فارغ کیا۔ یہ قدرت کا ایک نظام ہے جو اُس دور سے لے کر آج تک برابر چل رہا ہے، ہر جگہ ہر زمانے میں ایسے لوگ آپ کو ملیں گے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: اگر پوری دنیا کے لوگ مل کر اس کے لیے کوئی نظام بناتے تو بھی ایسا نظام بن نہیں سکتا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے

اپنی قدرت سے ایسا نظام بنایا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مسعود سے لے کر اب تک برابر بلا ناغہ یہ سلسلہ جاری ہے۔ اللہ کے ایسے بندے جن کو اللہ نے قرآنِ پاک کی خدمات ہی کے لیے پیدا فرمایا ہے ہر زمانے میں رہے ہیں اور رہیں گے۔ جب تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو قرآنِ پاک کی حفاظت منظور ہے، یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

قرآن کی خدمت کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہم پر ایک بہت بڑا انعام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ پاک کی خدمت کے ساتھ جوڑا، جب اللہ نے قرآنِ پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تو جس نے بھی اپنے آپ کو قرآنِ پاک کی خدمت کے اندر لگا دیا، یوں سمجھو کہ قرآن کے ساتھ اس کی بھی حفاظت کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے۔ اللہ رب العزت کا بے انتہا فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اِس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائی۔

ہمارا کوئی احسان نہیں ہے کہ ہم قرآن کی خدمت کر رہے ہیں

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا انعام اور احسان ہے، ہمارا کوئی احسان نہیں کہ ہم یہ خدمت کر رہے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دیہات کے رہنے والے کچھ لوگ جنھوں نے اپنے ایمان واسلام کا اظہار کیا اور پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسا انداز اختیار کیا گویا ایمان لا کر انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی احسان کیا، باری تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ (الحجرات)

یہ لوگ اے نبی! آپ پر احسان دھرتے ہیں کہ وہ اسلام لائے، انھوں نے اسلام قبول کیا، آپ ان سے کہہ دیجیے: اپنے اسلام لانے کا احسان میرے اوپر مت رکھو؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی توفیق اور سعادت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی اِس نعمت کا حق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف طریقوں سے قرآنِ پاک کی خدمت کے لیے ہم لوگوں کو چنا اور اس کی سعادت عطا فرمائی، یہ ہمارے لیے بہت بڑا اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہے اور اللہ کی اِس نعمت کا حق یہ ہے کہ ہم اپنی تمام صلاحیتوں کو ان ذمّے داریوں کی ادائیگی کے لیے لگا دیں اور اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ذریعے سے اپنے ان فرائضِ منصبی کو پورے طریقے سے ادا کرنے کی کوشش اور اہتمام کریں۔

علم کے دو درجے

اسلام نے علم کی تحصیل کو فرض اور ضروری قرار دیا ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ.

ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ علم کے دو درجے ہیں: ایک درجہ ہے: فرضِ عین کا اور دوسرا ہے: فرضِ کفایہ کا۔

فرضِ عین کا مطلب یہ ہے کہ: وہ معلومات جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، کوئی بھی اس ذمّے داری سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا، ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ اتنی مقدار کا علم حاصل کرے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض ہم پر

لازم وعائد کیے ہیں، جیسے: ایک مسلمان بچے پر بالغ ہوتے ہی نماز فرض ہوجاتی ہے، روزہ فرض ہوجاتا ہے اور اگر وہ صاحبِ مال ہے تو زکاۃ فرض ہوجاتی ہے، صاحبِ استطاعت ہے تو حج فرض ہوجاتا ہے، دو عبادتیں تو ایسی ہیں کہ ان کی فرضیت کے لیے گویا کوئی شرط نہیں ہے، ہر شخص جو بلوغ کی حد کو پہنچے گا؛ چاہے مرد ہو یا عورت اس پر نماز اور روزہ دونوں فرض ہوجاتے ہیں، اب یہ نماز کے ادا کرنے کے لیے جو جو چیزیں ضروری ہیں: طہارت، کپڑوں کی پاکی، بدن کی پاکی، جگہ کی پاکی؛ تو نماز کے جتنے بھی شرائط ہیں اور پھر نماز کے ارکان ہیں، نماز کی ادائیگی کے لیے جن جن چیزوں سے واقفیت ضروری ہے ان ساری چیزوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، اسی میں ایک قرآنِ پاک کی خاص مقدار ہے جو نماز کے درست ہونے کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے، نماز میں اس کی تلاوت جب تک نہیں کرے گا وہاں تک نماز درست نہیں ہوگی۔

بہرحال! کہنے کا حاصل یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا سیکھنا ہر مسلمان کے اوپر ضروری ہے؛ چاہے وہ کوئی بھی ہو: مرد ہو یا عورت، دیہات کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا، غریب ہو یا مال دار، سب کے لیے شریعت نے اس کو لازم قرار دیا ہے، تو علم کی اسی مقدار کے عام کرنے کے لیے مکاتب کا یہ سلسلہ ہمارے اکابر نے جاری فرمایا کہ گویا اسی کے اوپر بچے کی دینی معلومات کی بنیاد ہے۔

ہمارے یہاں کوئی بچہ جب علم حاصل کرنے کے قابل ہوتا ہے، پانچ چھ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کو بلا کر یا اس کو ترغیب دے کر یا اس کے ماں باپ کو ترغیب دے کر کے گویا اس کو جوڑا جاتا ہے کہ ان چیزوں کو حاصل کریں، ہمارے مکاتب کے اندر جو چیزیں سکھلائی جاتی ہیں وہ وہی ہیں جو فرضِ عین کا درجہ رکھتی ہیں؛ گویا اس کے بغیر

کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہتا۔ اگر ہمارے بچوں کو ان کے زمانۂ طفولیت میں، بچپن کے زمانے میں یہ چیزیں پختگی کے ساتھ سکھلادی جائیں تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مرتے دم تک وہ ایمان پر قائم رہیں گے اور یہ گویا ان کے ایمان کی بقا کا ذریعہ ہے۔

ان مدارس اور مکاتب کو مت چھیڑو!!

اسی لیے ڈاکٹر اقبالؒ سے کسی نے ایک مرتبہ ان تعلیم گاہوں (مدارس و مکاتب) کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب میں کہا کہ: ان کو مت چھیڑو، یہ جو اپنا کام کرتے ہیں کرنے دو، اگر یہ نہیں ہوں گے تو کیا ہوگا؟ وہ میں اسپین میں دیکھ کر آیا ہوں کہ وہاں صدیوں تک اسلامی حکومت رہی؛ مگر آج وہاں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہیں ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر دین کی بقا کا یہی ایک طریقہ ہے؛ اسی لیے ہمارے اکابر نے جہاں بڑے مدارس قائم کیے وہاں مکاتب کا بھی ایک جال قریہ قریہ اور محلہ محلہ بچھایا؛ تاکہ اس کے ذریعے سے بچے اسلام کے ضروری مسائل اور بنیادی امور سے واقف ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ان سے جو مطالبہ ہے وہ اس مطالبے کو پورا کرنے کے قابل ہوجائیں۔

’’نورانی مکاتب‘‘ کی نسبت

الحمد للہ! ہمارے یہاں ’’نورانی مکاتب‘‘ کا یہ ایک نظام ہے، ’’نورانی مکاتب‘‘ کی نسبت بھی بڑی پاکیزہ ہے، ہمارے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکیؒ کے جو شیخ تھے: میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ ،جنھوں نے اپنی پوری زندگی بچوں کو قرآن پڑھانے کے اندر گزاردی؛ حالاں کہ بڑی صلاحیت کے

مالک تھے،ان کی طرف نسبت کر کے''نورانی مکاتب'' نام رکھا گیا ہے،ان کی نسبت بھی بڑی اونچی تھی، ہمارے حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ:''جو بچے ان کے پاس قرآن پڑھتے تھے حضرتؒ ان کو صاحبِ نسبت بنا دیتے تھے''۔

حضرت میاں جی نور محمد صاحبؒ کے تقویٰ کا حال

ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے،کسی نے کسی کو ذرا شعر پڑھنے کا کہہ دیا تو اس نے اونچی آواز میں نظم شروع کر دی،انھوں نے فوراً اس کو روک دیا اور کہا کہ: غنا بلا مزامیر سماعت کا مسئلہ بھی علما کے درمیان مختلف فیہ ہے اور لوگ کبھی کبھار مجھے امام بنا لیتے ہیں؛اس لیے میں نہیں سنوں گا۔

آج کل تو ہم سب لوگ سماعت کے قائل ہو گئے ہیں،حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ خاص طور پر اِس مسئلے کو کہا کرتے تھے،ہمارے جلسوں میں بھی یہ جو نعت خوانی کے نام پر پڑھا جاتا ہے وہ کیا ہے؟ اگر آپ سماعت کے مسئلے کو تفصیل سے پڑھیں گے تو پتہ چلے گا کہ یہی وہ چیز ہے،ایک تو متفق علیہ ناجائز سماع، وہ تو آلاتِ مزامیر وغیرہ کے ساتھ اور بغیر مزامیر کے سماع مختلف فیہ ہے۔

ایک سادھو کا واقعہ

بہرحال! حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کی نسبت بھی بڑی اونچی تھی اور بڑے صاحبِ تصرف بزرگ تھے، ایک بڑا پہنچا ہوا سادھو حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، چند روز حضرت کا مہمان رہا،جب جانے لگا تو بولا:

''میاں! ہماری زنبیل میں تھوڑی سی اکسیر ہے، یہ لے لے، تیرے پاس

دَھن کی کمی معلوم پڑتی ہے، اپنے کام میں لانا‘‘۔

حضرت میاں جیؒ نے فرمایا کہ: ’’مجھے اس کی ضرورت نہیں، اپنے پاس ہی رہنے دو‘‘۔ اس نے پھر کہا۔ حضرت نے اس بار بھی انکار فرمادیا۔ جب اس نے تیسری بار یہی کہا تو حضرت نے ایک ڈھیلا اٹھا کر سامنے کی دیوار پر مار دیا اور فرمایا: یہ دیکھو۔

سادھو نے اس طرف دیکھا تو ساری دیوار سونے کی ہوگئی تھی۔

یہ دیکھ کر وہ بولا کہ: ’’تب تو میاں تجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں‘‘۔

اتنے بڑے اور اونچے درجے کے بزرگ ہو کر بھی پوری زندگی مکتب میں بچوں کو پڑھاتے پڑھاتے گزار دی!!

مکتب کی خدمت بہت اونچی خدمت ہے

محترم علمائے کرام! یہ مکتب کی خدمت بہت اونچی خدمت ہے، جو اہلِ علم اس کو انجام دیتے ہیں ان کو خود بھی چاہیے کہ اس کی قدر پہچانیں، بہت سے وہ ہیں جو ان کاموں کو کرتے ہیں؛ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہ درجۂ مجبوری کرتے ہوں یا کوئی اور خدمت کا موقع نہیں ملا ہے اس لیے یہ کرتے ہیں، اس طرح کریں گے تو اس میں برکت نہیں ہوگی، اللہ کی رضا اور خوشنودی نہیں حاصل ہوگی؛ بلکہ اس نیت سے کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ پاک کی خدمت کا موقع عطا فرمایا اور یہ ہمارے لیے بہت بڑی سعادت کی بات ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی کتاب کے ساتھ جوڑ دیا۔

’’نورانی مکاتب‘‘ کا سلسلہ

بہر حال! مکاتب کے نظام کو پورے گجرات کے اندر عام کرنے کے لیے یہ

ادارہ ''نورانی مکاتب'' قائم کیا گیا ہے اوراس کے ماتحت سیکڑوں مکاتب مختلف علاقوں میں جاری ہیں، اِدھر ''ڈانگ'' سے لے کر اُدھر ''کچھ'' تک بڑی تعداد میں مکاتب کا ایک جال بچھا دیا گیا ہے، اِس نظام کے مختلف شعبے ہیں، ظاہر ہے کہ اتنا بڑا انظام چل رہا ہے تو اس میں پڑھانے والوں کی تنخواہ کا بھی سلسلہ ہے، اس کے لیے حساب کتاب کی بھی ضرورت ہے، یہ ایک مستقل شعبہ ہے جو اس حساب وکتاب کے سلسلے کو سنبھالے ہوئے ہے، اسی سے متعلق احباب بھی یہاں آئے ہوئے ہیں اور دوسرا شعبہ وہ ہے جس میں ذمّے دار پڑھانے والوں کی نگرانی کرتے ہیں، کام کس طرح ہو رہا ہے اس کا جائزہ لیتے ہیں، بچوں کا امتحان لے کر یہ طے کرتے ہیں کہ یہ جو خدمت دی جارہی ہے وہ برابر اپنے اصول کے مطابق ہے یا نہیں؟ وہ ممتحنین اور تعلیم کے نگران بھی اِس مجلس کے اندر موجود ہیں، دو قسم کے لوگوں کو یہاں بلایا گیا ہے۔

بظاہر یہ دونوں شعبے براہِ راست تعلیم سے تعلق نہیں رکھتے؛ لیکن یہ پورا نظام جو قائم ہے اس نظام کے یہ دو بڑے اور اہم شعبے ہیں، یہ اگر نہیں ہوں گے تو یہ پورا نظام قائم نہیں رہ سکتا، جیسے انسان کا جسم ہے، اس کی آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں، زبان بھی ہے اور ہاتھ بھی ہیں، ہر ہر عضو اپنی اپنی جگہ پر جو خدمت انجام دے رہا ہے وہ بڑی اہم خدمت ہے، اگر خدانہ خواستہ کوئی ایک عضو معطل ہوجائے اور اس کے ذریعے سے جو خدمت وجود میں آرہی ہے وہ ختم ہوجائے تو پورا جسم اس کی وجہ سے متأثر ہوگا، اسی طریقے سے ''نورانی مکاتب'' کا یہ جو سلسلہ ہے اس کے اندر بھی یہ دونوں شعبے بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ان کی مستعدی کے نتیجے میں ''نورانی مکاتب'' کا سلسلہ بڑی قوت اور بڑی مضبوطی کے ساتھ چل رہا ہے؛ اس لیے آپ حضرات اپنی ذمّے داریوں

کو؛ خاص کر کے جن کو تعلیم کا نگران مقرر کیا گیا وہ اپنی ذمّے داریاں پوری امانت ودیانت سے ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

کامیاب مؤمن کی علامت
امانت داری کی اہمیت

قرآنِ پاک میں باری تعالیٰ نے ان اہلِ ایمان کا تذکرہ کیا ہے جو فلاح یاب ہیں، جن کو دنیا اور آخرت کی خوش حالی حاصل ہے، ان کے صفات اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے دو صفتیں یہ بھی ہیں:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ (المؤمنون)

اور وہ لوگ جو اپنی ذمّے داریوں اور اپنے عہد کا پورا لحاظ کرتے ہیں۔

''اَمٰنٰت'' یہ ''اَمَانَةٌ'' کی جمع ہے۔

امانت کیا ہے؟ ایک تو امانت کا وہ مفہوم ہے جو عام طور پر ہماری زبان میں استعمال ہوتا ہے اور لفظِ امانت سے مراد لیا جاتا ہے، یہ بھی ہے؛ لیکن قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں لفظِ امانت اس سے زیادہ عام مفہوم میں استعمال ہوا ہے؛ یعنی کسی بھی ذمّے داری کی ادائیگی اور انجام دِہی کے سلسلے میں کسی کے اوپر اعتماد کرنا۔

جیسا کہ یہ کام آپ کے حوالے کیا گیا ہے؛ گویا آپ پر یہ اعتماد کیا گیا کہ آپ یہ کام کریں گے، یہ جو اعتماد کیا گیا ہے اسی کو ''امانت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اب آپ کی ذمّے داری ہے کہ اس اعتماد کو درست بنائے اور اپنی ذمّے داری کو پوری دیانت داری کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کرے، اگر آپ اس میں مضبوط رہیں گے تو ان شاء اللہ!

اس کی وجہ سے ہمارا یہ نظام بھی پوری باقاعدگی کے ساتھ اور مضبوطی کے ساتھ جاری رہے گا، اِس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں، کسی کی رعایت نہیں؛ چاہے وہ اپنا عزیز ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی خدانہ کرے! اگر آپ نے کسی طرح سے رعایت کردی تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ آپ نے امانت میں خیانت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی ذمّے داری کا احساس

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کو آپ دیکھیے! ان کی سیرت کو پڑھیے! وہ فرماتے ہیں کہ: کوئی کتا دریائے فرات کے کنارے پر اگر بھوکا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ کل قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے کہ وہ کتا تمھاری سلطنت کی حدود میں تھا، وہ کیسے اور کیوں کر بھوکا مر گیا؟

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنی ذمّے داریوں کا احساس ہو، مدرسین ہیں تو مدرسین کو اپنی ذمّے داری کا احساس ہونا چاہیے، نگران ہیں تو نگرانوں کو اپنی ذمّے داری کا احساس ہونا چاہیے۔

حضرت مولانا ظہور الحسنؒ کی امانت داری کا حال

ہمارے اکابر کے حالات کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو یہ صفتِ امانت اور اپنی ذمّے داری کا احساس ان کی زندگیوں کے اندر ایسا عجیب وغریب نظر آتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ہمارے حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ: مظاہرِ علوم میں ناظمِ مطبخ حضرت مولانا ظہور الحسن تھے، وہ جب اپنی ڈیوٹی پر آتے تھے تو ناظمِ مطبخ ہونے کی حیثیت سے کھانا کیسا پکا ہے؟ اس کے معلوم کرنے کے لیے چکھنے کی ضرورت پیش آتی

تھی؛ مگر وہ سوچتے کہ اگر میں چکھوں گا تو مجھے تو حق نہیں پہنچتا؛ چناں چہ وہ طالبِ علم کو بلوا کر اس کے پاس چکھواتے اور پوچھتے کہ: کھانا کیسا بنا ہے؟

کبھی جلسے کے زمانے میں بھی ایک لقمہ تک اپنے منہ میں نہیں ڈالا۔ حضرت شیخ نے ''آپ بیتی'' میں لکھا ہے کہ: وہ اپنا کھانا گھر سے منگواتے تھے؛ چوں کہ جلسے کے زمانے میں گھر جانے کی نوبت نہیں آتی تھی، تو ان کا ٹفن ایک کونے میں پڑا رہتا تھا، اپنے سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ایک کونے میں بیٹھ کر کھا لیا کرتے تھے۔ ان کا بیٹا بھی مطبخ کے شعبے میں کام کرتا تھا اور اس کی ذمّے داری کا جو کام تھا اس کو جس طرح ادا کرنا چاہیے اس کو وہ کما حقہ پورا نہیں کرتا تھا تو انھوں نے دو ایک مرتبہ اس کو تنبیہ کی، اس کے باوجود اس نے اپنی حالت درست نہیں کی تو باقاعدہ انھوں نے دفتر کے اندر اپنی طرف سے ایک تحریر داخل کی کہ: یہ آدمی جو شعبے میں کام کرتا ہے وہ اپنے فرائضِ منصبی کو کما حقہ ادا نہیں کر رہا ہے؛ اس لیے اس کو یہاں سے نکالا جائے؛ چناں چہ مدرسے والوں نے اس کو الگ کر دیا۔

یہ ہے صفتِ امانت جس کا یہ لوگ اتنا لحاظ کرتے تھے!!

ایک چرواہے کی امانت داری کا عجیب واقعہ

آخرت کا یقین ہمیں ہر وقت اس بات پر ابھارتا ہے، چاہے ہمیں کوئی کہنے والا ہو یا نہ ہو، کوئی ٹوکنے والا ہو یا نہ ہو، ہم اپنی ذمّے داری کو پورے طور پر ادا کریں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے کہ وہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جا رہے تھے، فرماتے ہیں کہ: رات کے آخری حصے میں ایک پہاڑی کے نیچے ہم نے

قیام کیا، توشہ ختم ہو گیا، بھوک لگی تو دیکھا کہ اسی وقت ایک سیاہ فام چرواہا چند بکریاں لے کر پہاڑی سے نیچے اترا۔

اس سے آپ نے کہا کہ: یہ بکریاں جو چر رہی ہیں ان سے دودھ دوہ کر مجھے دے دو، بھوک لگی ہے۔

اس نے جواب میں کہا کہ: یہ بکریاں میری نہیں ہیں، میں تو غلام ہوں اور میرے آقا کی یہ بکریاں ہیں، مجھے چرانے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ میں ان کا دودھ دوہ کر کسی کو دے سکوں؛ اس لیے نہیں دے سکتا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا یہ جواب سننے کے بعد سوچا کہ اس کا امتحان لینا چاہیے؛ چناں چہ آپ نے اس سے کہا کہ: دیکھ! میں تجھے ایک بات کہتا ہوں جس میں تیرا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی فائدہ ہے اور وہ یہ کہ تو دس درہم میں مجھے اِن میں سے ایک بکری بیچ دے- اس زمانے میں ایک بکری کی جو عام قیمت ہوتی تھی یہ رقم اس سے بھی زیادہ تھی- اس میں میرا فائدہ تو یہ ہے کہ میں اس کا دودھ دوہ کر اپنی ضرورت پوری کروں گا اور تیرا فائدہ یہ ہے کہ تجھے دس درہم مل جائیں گے، رہا آقا کا معاملہ تو وہ اگر پوچھے کہ بکری کا کیا ہوا؟ تو بتا دینا کہ بھیڑیا کھا گیا۔

اُس زمانے میں میں ایسا ہوتا تھا کہ بھیڑئے حملہ آور ہوتے تھے اور بکریوں کے ریوڑ میں سے سے بکریوں کو اٹھا لے جاتے تھے، یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی، اگر عذر پیش کیا جائے گا تو آقا کو بھی کوئی شک وشبہ ہونے والا نہیں ہے۔

وہ چرواہا آپ کو نہیں جانتا تھا، یہ بات سن کر وہ چرواہا کہنے لگا:

یا هٰذا! فَأَيْنَ الله؟

اے اللہ کے بندے! پھر اللہ کہاں گیا؟ یعنی اللہ تو دیکھ رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اس کا یہ جواب سن کر اتنے مسرور ہوئے، اتنے خوش ہوئے کہ آپ بڑی لذّت کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ایک چرواہا جنگل کی تنہائیوں کے اندر یہ کہہ رہا ہے: یا هٰذا! فَأَیْنَ اللّٰه؟

آج اگر یہ کیفیت اور احساس ہم کو حاصل ہو جائے تو کبھی اللہ کی نافرمانی ہم سے صادر نہیں ہوسکتی اور ہم پر کسی نگران کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی، ہم خود ہی اپنی ذمّے داری کو امانت سمجھ کر ادا کریں گے۔

اس چرواہے کو وہاں جنگل کی تنہائیوں میں اپنی ذمّے داری کا احساس ہے تو ہمیں بھی اپنی ذمّے داریوں کا احساس ہونا چاہیے، جتنا ہم سے ہوسکتا ہے اپنی ذمّے داری کی ادائیگی میں ہماری طرف سے کوتاہی نہیں ہونی چاہیے، نگران ہے تو نگران کی حیثیت سے، مدرس ہے تو مدرس کی حیثیت سے اور ہر چیز میں، ہر معاملے میں ہمارے پاس جو ذمّے داریاں اور جو کام ہیں ان میں ذرہ برابر بھی کسی کی کوئی رورعایت نہیں ہونی چاہیے، اپنا بیٹا ہو تو اس کی خاطر بھی ہم اپنی ذمے داری میں کوتاہی نہ کریں۔

بہر حال! یہ ذمّے داریاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے حوالے کی ہیں اور آپ کی جماعت کو اس ادارے کے اس سلسلے کے جاری رہنے میں بڑا دخل ہے، اللہ تعالیٰ نے ان خدمات کے لیے آپ کو قبول فرمایا، یہ آپ کے لیے بڑی سعادت اور خوشی کی بات ہے، اب ان ذمّے داریوں کو پوری دیانت کے ساتھ اور پوری امانت کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کریں؛ تاکہ اس کی وجہ سے یہ خدمات جو انجام دی جارہی ہیں وہ بہتر اور صحیح طریقے سے وجود میں آئیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

خدمت کے لیے قبول فرمایا اور اللہ آپ کے ذریعے سے یہ کام لے رہے ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ میرا احسان ہے؛ بلکہ ادارے کا احسان ہے کہ آپ کو اِن خدمات کے لیے منتخب کیا۔

بہر حال! ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے اپنے فرائضِ منصبی کو پوری امانت و دیانت داری کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کریں، اس زمانے میں سب سے بڑا مسئلہ یہی امانت داری کا ہے، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: آج کا مسلمان موجودہ دنیا کو کیا دے سکتا ہے؟ دنیا میں بڑی ترقی ہوئی ہے، سب کچھ ہے، اِس دنیا کے پاس نہیں ہے تو امانت داری نہیں ہے، ایک مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اِس امانت داری والے وصف کو ظاہر کرے گا اور اس کے مطابق عمل کرے گا اور یہ چیز عام کرے گا تو یہ دنیا کے اوپر بہت بڑا احسان ہوگا۔

ضرورت اس کی ہے کہ اس وقت ایسے لوگ ہونے چاہیے جو اپنے فرائضِ منصبی کو پوری امانت کے ساتھ اور پوری دیانت کے ساتھ ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مفوّضہ ذمّے داریوں کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما کر اپنی رضا اور قرب کا ذریعہ بنائے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی ہمیں توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

یہ پورے نظام کو مفلوج کرنا ہے

بعض مرتبہ کسی مدرس کی طرف سے اپنے فرائضِ منصبی میں کمی رہ گئی ہوتی ہے جس کا ظہور بوقتِ امتحان یا نگرانی و جانچ کے وقت ہوتا ہے، بعض مرتبہ نگران حضرات

یوں سمجھتے ہیں کہ میں صحیح رپورٹ اگر لکھوں گا تو اس کی وجہ سے اس مدرس کے اوپر زد پڑے گی؛ گویا وہ اپنے زعم میں یوں سمجھتے ہیں کہ اس کی رعایت کردی جائے، بے چارے کا کام بن جائے گا۔اس طرح کرکے آپ پورے نظام کو مفلوج کررہے ہیں، یہ اس پر احسان نہیں ہے، اس پر بھی آپ ظلم کررہے ہیں اور پورے ادارے کے اوپر بھی آپ ظلم کررہے ہیں؛ اس لیے آپ اپنی ذمّے داری کو پوری امانت داری کے ساتھ، قوت کے ساتھ، بغیر کسی رعایت کے ادا کیجیے؛ تاکہ یہ کام بہتر سے بہتر طریقے سے انجام پذیر ہوتا رہے اور اس رعایت کو ان کے ساتھ احسان نہ سمجھیں؛ بلکہ خود ان کے ساتھ بھی یہ ایک طرح کا ظلم ہے اور ادارے کے ساتھ بھی ظلم ہے؛ اس لیے اِس غلط تصور کو ذرا دور کرنے کی ضرورت ہے، اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

دعا

سبحانك اللّٰهُمَّ وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولااله غيرك.اللّٰهُمَّ صل وسلم وبارك على سيدنا ومولانا محمد وعلى اٰل سيدنا ومولانا محمد كما تحب وترضى، بعدد ماتحب وترضى.ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين. ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فى امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين.

اللّٰهُمَّ وفقنا لما تحب وترضى من القول والعمل والفعل والنية والهدى. اللّٰهُمَّ اجعلنا هادين مهتدين، غير ضالين ولامضلين، سلما لاولياءك وحربا لاعداءك، نحب بحبك من احبك ونعادى بعداوتك من خالفك من خلقك. اللّٰهُمَّ اغننا بالعلم وزيننا بالحلم واكرمنا بالتقوى وجملنا بالعافية. اللّٰهُمَّ اٰتنا افضل ماتؤتى عبادك الصالحين، اللّٰهُمَّ لا تنزع منا

صالح ما اعطیتنا. اللّٰھُمَّ استر عوراتنا وٰامن روعاتنا، اللّٰھُمَّ احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخر.

اے اللہ! تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما، تیری مرضیات پر ہم کو زیادہ سے زیادہ چلا کر تیری نامرضیات سے ہماری پورے پوری حفاظت فرما، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں اور سنتوں کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں جاری کرنے اور اپنانے کی تو ہمیں توفیق اور سعادت عطا فرما، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کی محبت اور غیروں کے طریقوں کی نفرت ہمارے قلوب کے اندر ڈال دے، تمام رزائل سے ہم کو پاک اور صاف فرما کر محاسنِ اخلاق سے مزین فرما، تیری معرفت ومحبت کے انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرما، تیری یاد سے ہمارے دلوں کو آباد فرما، دوامِ ذکر و دوامِ طاعت کی ہمیں توفیق عطا فرما، تمام اعمال میں اخلاص، اتباع اور احتساب کی توفیق وسعادت عطا فرما۔

اے اللہ! یہ ادارہ "نورانی مکاتب" اس کے ذریعے سے تو پورے گجرات میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیے ہوئے ہیں، اے اللہ! اس کی خدمت میں تو نے ہمیں بھی شامل کرلیا، اے اللہ! یہ تیرا بڑا احسان ہے، اس ذمّے داری کو اور اس فرضِ منصبی کو پوری دیانت وامانت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما، اے اللہ! اس ادارے کی خدمات کو تو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما، اے اللہ! اس کی بقا کے لیے جن اسباب ووسائل کی: مادی، مالی اور قانونی اعتبار سے ضرورت ہے اپنے خزانۂ غیب سے مہیا فرما، ادارے کی تمام ضروریات کی اپنے خزانۂ غیب سے کفالت فرما، اے اللہ! کام کرنے والوں کو اخلاص، استقامت، ہمت اور حوصلہ عطا فرما، اے

اللہ! سب کی رہنمائی فرما، دست گیری فرما، مشکل کشائی فرما، ہر قسم کے فتنوں سے اے اللہ! ہماری حفاظت فرما، اِس دورِفتن میں اے اللہ! تو نے ہمیں اپنے دین کی خدمت کے اندر لگا کر بڑا احسان فرمایا ہے، تیرے اس احسان کی دل سے قدردانی کرنے کی ہمیں توفیق وسعادت عطا فرما اور اس ذمّے داری کو پوری امانت ودیانت کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق وسعادت عطا فرما۔

اے اللہ! جو بیمار ہیں ان کو صحتِ کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرما، مقروضوں کے قرضوں کی ادائیگی کی صورتیں، شکلیں پیدا فرما، پریشان حالوں کی پریشانیوں کو دور فرما، حاجت مندوں کی حاجتیں پوری فرما، جو قید وبند میں محبوس ہیں ان کو رہائی نصیب فرما، جو مقدمات میں محبوس ہیں ان کو بری فرما، جو جس مصیبت میں گرفتار ہے اس کو اس سے نجات عطا فرما، حضورِ پاک ﷺ کا امتی جہاں کہیں بھی ہو اے اللہ! اس کے ایمان واسلام کی، جان ومال کی، عزّت آبرو کی، اہل وعیال کی، تجارت وزراعت وکاروبار کی، ہر چیز کی پوری پوری حفاظت فرما، پورے عالم میں امتِ محمدیہ جہاں کہیں بھی مظلومیت کا شکار ہے اس کی بھرپور نصرت فرما، ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روک دے۔

اے اللہ! تیرے حبیبِ پاک ﷺ نے جتنی خیر اور بھلائی تجھ سے مانگی ہمیں اور پوری امت کو عطا فرما اور جن شرور اور برائیوں سے پناہ چاہی ان سے ہماری اور پوری امّت کی حفاظت فرما۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين.

مدارس اور مکاتب کی اہمیت اور ضرورت

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

مدارس کی خوش حالی کے لیے ایک مجرب عمل

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی مدرسے میں تنگی کی شکایت ہو تو تین چیزوں کا اہتمام کریں، میں ضمانت دیتا ہوں کہ تنگی دور ہو جائے گی، کوئی تو کر کے دیکھ لیں، وہ تین چیزیں یہ ہیں:

(۱) تصحیحِ قرآن: قرآنِ کریم کی تلاوت اس طرح کی جائے کہ صفاتِ لازمہ اور صفاتِ محسنہ (عارضہ) کی رعایت کے ساتھ حروف اپنے صحیح مخارج سے ادا ہو۔

(۲) تعظیمِ قرآن: قرآنِ پاک کی عظمت واحترام کرنا، جس طرح آپ کو اپنے جسم سے بے لباس رہنا پسند نہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کا مسجد میں بغیر غلاف کے پڑے رہنا آپ کو کیسے پسند ہے؟ کیا کلامِ پاک کی یہی تعظیم ہے کہ اس کے اوپر ایک کپڑا بھی نہ پہنایا جائے؟ سوچنا چاہیے!

(۳) تکریمِ حاملِ قرآن: یعنی حاملِ قرآن کی تکریم کی جائے؛ یعنی ان کی قدر دانی کی جائے؛ کیوں کہ یہ معلّمِ قرآن ہے، ان کی تکریم وتعظیم کی جائے!

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: کوئی کر کے دیکھ لیں، میں نے تو کر کے دیکھ لیا اور تجربہ بھی کر لیا کہ قرآنِ کریم کی تعظیم وتصحیح اور حاملِ قرآن کی تکریم کے جو فوائد وثمرات ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہمارے مدرسے میں آ کر مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: لیکن تم جو (اللہ تعالیٰ کی) کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم خود بھی (اللہ تعالیٰ کی کتاب) پڑھتے ہو اس کی برکت سے تم اللہ والے بن جاؤ۔

مکتب کس کو کہتے ہیں؟

ہمارے یہاں محلّوں اور گاؤں میں جو چھوٹے چھوٹے مدرسے ہوتے ہیں جس میں بچے گھر سے پڑھنے آتے ہیں اور پڑھ کر واپس چلے جاتے ہیں، ایسی بستی اور گاؤں کے چھوٹے چھوٹے مدرسوں کو ''مکتب'' کہا جاتا ہے اور اسی کی جمع ''مکاتب'' ہے۔

مسلمانوں کے لیے تین ضروری چیزیں

ایک مسلمان جہاں کہیں بھی رہے اور جہاں کہیں بھی رہنے جائے تو اس کو اپنا مکان بنانے سے پہلے تین چیزوں کی فکر کرنی چاہیے:

① نماز پڑھنے کے لیے مسجد یا عبادت خانہ۔

(۲) اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے چھوٹا مدرسہ یا مکتب۔

(۳) مرحومین کو دفن کرنے کے لیے قبرستان کا انتظام۔

یہ تینوں بنیادی دینی ضروریات میں سے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے مبارک زمانے میں اپنے بچوں کو بہت ہی اہمیت کے ساتھ دینی تعلیم دیا کرتے تھے اور ان کی بہترین تربیت کیا کرتے تھے۔

مشہور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: مسلمانوں کے لیے تین چیزیں بہت ضروری ہیں:

(۱) اسلامی حکومت میں امیر کا ہونا، اِس کا تو ابھی ہمارے لیے موقع نہیں ہے۔

(۲) قرآنِ کریم کو عام کرنا اور شائع کرنا؛ تا کہ امّت میں قرآنِ کریم عام ہو۔

(۳) اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اچھا معلّم مقرر کرنا۔

یعنی اگر مسلمانوں میں دین کو باقی رکھنا ہے تو یہ تین چیزیں بہت ضروری ہیں، ان میں سے تیسری چیز: ''اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے اچھا استاذ مقرر کرنا'' بہت اہم ہے؛ کیوں کہ استاذ جب بچوں کو دین اور قرآن پڑھائیں گے تو بچوں میں دین باقی رہے گا؛ ورنہ وہ جاہل رہ جائیں گے اور پھر آگے جا کر ارتداد کے شکار بن جائیں گے؛ اس لیے اگر امّت میں دین کو باقی رکھنا ہے تو اپنے بچوں کو مکتب کی مضبوط تعلیم دینی ہوگی۔

مدارس اور مکاتب کی اہمیت

میرے محترم ومکرم علمائے کرام!

دنیا میں اگر مسلمانوں کو ایمان اور اسلام کے ساتھ باقی رکھنا ہے تو اس کا

بہترین ذریعہ مکتب اور مدرسہ ہے جہاں صحیح تعلیم اور صحیح تربیت ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

اگر مکاتب اور مدارس میں صحیح طریقے سے تعلیم وتربیت کا نظام قائم ہوگا تو امّت کے ایمان اور اسلام کو باقی رکھنے کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے؛ ورنہ امّت گمراہیوں میں مبتلا ہوجائے گی۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ - جو بہت بڑے مفسر ہیں- فرماتے ہیں کہ:

قرآنِ کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد بچہ سب کچھ ہوسکتا ہے؛ لیکن کافر نہیں ہو سکتا۔

یعنی جو بچہ مکتب کی تعلیم حاصل کرلے اس کے بعد اگر وہ دنیا کے گمراہی والے ماحول میں بھی چلا جائے تو بھی ان شاء اللہ! وہ کافر اور مرتد نہیں ہوگا؛ بلکہ ایمان اور اسلام پر باقی رہے گا، معلوم ہوا کہ ہمارے بچوں اور بچیوں اور ہماری نسلوں میں ایمان اور اسلام کو باقی رکھنا ہے تو اس کا بہترین ذریعہ مکتب اور مدرسے کی تعلیم ہے۔

مکتب میں پڑھنے کی برکت سے اولاد کے ایمان کی حفاظت

یہ جو ہمارے محلّے اور گاؤں میں چھوٹے چھوٹے مدرسے ہوتے ہیں جس میں بچے آنے جانے کے ساتھ (اَپ ڈاؤن کرکے) پڑھتے ہیں، یہ بہت اہم، قیمتی اور ضروری ہیں، اگر یہ بچے مکتب یا مدرسے میں جاکر دین کی تعلیم حاصل کرلیں گے، اپنے عقیدے ٹھیک کرلیں گے، اسلامی عقیدے سیکھ لیں گے، اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوجائے گی، حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت ہوجائے گی، قرآنِ پاک کی تعلیم ہوجائے گی،

دین کی پرائمری، بنیادی اور ضروری تعلیم ان کو مل جائے گی تو ان شاء اللہ! ان بچوں کا ایمان محفوظ ہوجائے گا اور ان شاء اللہ! یہ کبھی بھی مرتد نہیں بنیں گے۔

مکتب کی برکت سے ایمان کی حفاظت کا عجیب واقعہ

۲۰۰۰ء میں جب ہمارے گجرات میں بڑا زلزلہ آیا تھا، اُس وقت بہت سے لوگ بے سہارا ہو گئے تھے، الگ الگ جگہوں سے لوگ اناج وغیرہ تقسیم کرنے اور ریلیف کا کام کرنے کے لیے پہنچے، تو ایک جگہ ایک شاندار اسٹیج بنا ہوا تھا اور اس پر باری باری بلاکر اناج تقسیم کر رہے تھے، ایک مسلمان بچے کا نمبر آیا تو دینے والے اس کو اناج دے رہے تھے اور اناج دے کر شرکیہ اور کفریہ الفاظ بلوا رہے تھے، تو اس مسلمان بچے نے کیا کیا؟ فوراً وہ اناج کی کٹ وہاں پھینک دی اور ایک دَم اسٹیج پر سے کود کر بھاگا۔

اس سے پوچھا گیا کہ تو کیوں بھاگا؟ تو اس نے بتلایا کہ: ہمارے استاذ ہم کو یوں بتلاتے ہیں کہ: دینے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دینے والا نہیں، اور یہ لوگ مجھ سے غلط جملے بلوا کر دینا چاہتے ہیں۔

یہ ہے ہمارے مکتب کی تعلیم کا پاور! کہ کوئی بھی غلط بلوائے گا، شرک کی بات بلوائے گا، کفر کی بات بلوائے گا تو بچہ کبھی متأثر نہیں ہوگا۔

بنیاد مضبوط ہوگی تو عمارت مضبوط رہے گی

جس ہال اور عمارت میں ہم بیٹھے ہیں اس کی دیواریں اور چھت کتنی مضبوط اور خوب صورت نظر آ رہی ہیں؛ لیکن آپ نے سوچا کہ اِس عمارت میں اتنی مضبوطی کیسے آئی؟

اس کی وجہ عمارت کی بنیاد (Foundation) کی مضبوطی ہے؛ یعنی اگر عمارت کی بنیاد مضبوط ہوگی تو عمارت بھی مضبوط ہوگی اور اگر بنیاد ٹھیک نہیں ہوگی تو عمارت گر جائے گی۔

اسی طرح ہر مسلمان کی اسلامی زندگی ایک عمارت ہے اور مکتب کی تعلیم اس کے لیے بنیاد اور پایہ (Foundation) ہے، اگر مکتب اور مدرسے کی تعلیم صحیح اور مضبوط ہوگی تو پوری اسلامی زندگی کی عمارت مضبوط و مستحکم اور اچھی ہوگی اور اگر مکتب کی تعلیم ہی نہیں ہوئی یا خراب ہوگئی تو اسلامی زندگی کی عمارت برباد ہوجائے گی۔

جس طرح ہمارے جسم میں ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے، اگر وہ مضبوط اور صحیح سالم ہے تو ہم اٹھ، بیٹھ سکیں گے، رکوع، سجدہ کرسکیں گے؛ لیکن اگر یہ ریڑھ کی ہڈی کمزور ہوجائے تو ہمارے لیے چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا اور رکوع سجدہ کرنا بھی مشکل ہوجائے۔

اسی طرح ایک مسلمان کے لیے مکتب کی تعلیم ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اگر اس کو مکتب کی تعلیم اچھی طرح سے مل گئی تو وہ ان شاء اللہ! اسلامی زندگی گزارے گا اور اگر اس کو مکتب کی تعلیم نہیں مل سکی یا کمزور رہ گئی تو وہ معذوروں اور کمزوروں کی طرح پیچھے رہ جائے گا، وہ اسلام پر چل نہیں سکے گا۔

مکتب کے چار ستون

دیکھو! جس طرح عمارت کے چار ستون (pillars) ہوتے ہیں، اسی طرح ہمارے مکتب کے بھی چار ستون ہیں:

(۱) استاذ (۲) نصاب (کورس) (۳) بچوں کے والی اور خود بچے (۴) متولی (کمیٹی)۔

مکتب کا پہلا ستون: استاذ

مکتب کا پہلا ستون استاذ ہے اور کامیاب استاذ کون ہے؟ اس کے متعلق مفصل بیان اِس کتاب میں موجود ہے، اسے پڑھنا چاہیے۔

اگر استاذ اخلاق کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے، صحیح فکر اور صحیح ترتیب سے ہر آنے والے بچے کو اپنی حقیقی اولاد کی طرح تعلیم دے گا تو ان شاء اللہ! وہ استاذ کامیاب بنے گا۔

مکتب کا دوسرا ستون: نصاب
بنیادی طور پر چھ چیزوں کی تعلیم

ہمارے مکاتب میں بنیادی طور پر چھ چیزوں کی تعلیم بہت ضروری ہے:

(۱) عقائد۔

(۲) بچوں کو صحیح قرآن پڑھانا۔

(۳) ضروری دینی مسائل سکھانا۔

(۴) حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک سیرت سکھانا۔

(۵) اخلاق سکھانا۔

(۶) محفوظات۔

یہ چھ باتیں مسلمان بچہ اچھی طرح بالکل آسانی سے سیکھ لے ایسا جامع اور آسان نصاب ہونا ضروری ہے۔

نصاب میں اس کی بھی رعایت کی جائے کہ اپنے علاقے میں جو غلط رسم و رواج اور برائیاں عام ہوں ان سے بھی بچوں کو روکنے کی ہدایت ہونی چاہیے۔ بچوں کی تعلیم اور تربیت کے ساتھ ان کی فکر اور سوچ صحیح ہو جائے اس کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔

بچوں کو زمانے کے حالات کے اعتبار سے سمجھانا پڑتا ہے

نیز بچوں کو تو زمانے کے حالات کے اعتبار سے سمجھانا پڑتا ہے، جیسا کہ آپ لوگ حروف شناسی کے موقع سے ''ع'' کو سمجھانے کے لیے انگریزی کے C کی مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ: عین کے اوپر والا شوشہ کیسے بنائیں گے؟ چوں کہ ان کے دماغ میں انگریزی تعلیم کے غلبے کی وجہ سے اس کی شکل بیٹھی ہوئی ہے۔

نورانی مکاتب کی ترتیب اجتہادی بھی ہے اور الہامی بھی

بعض دفعہ تو ہمیں بچوں کو سمجھانے کے لیے اجتہاد کرنا پڑتا ہے، یہ نورانی ترتیب جو اس وقت آپ کو بتلائی جا رہی ہے یہ اجتہادی بھی ہے اور الہامی بھی ہے، ایسے ہی یہ ترتیب نہیں بن گئی؛ بلکہ اس کے پیچھے پہلے رات دن کی اور مہینوں اور سالوں کی محنت لگی ہے اور مسلسل کئی سالوں تک ''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا'' ہوا ہے تب جا کر یہ ''لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' ہو رہا ہے، مسلسل رات دن کی محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے کہ اس طرح کام آسان ہوگا، اس طرح آسانی ہوگی؛ لیکن پہلے محنت اور مجاہدہ شرط ہے۔

اس لیے مکتب کے کام میں یہ نہ سمجھو کہ: یہاں مطالعہ نہیں ہے! بلکہ یہاں ڈبل مطالعہ ہے: ایک نفسِ بیان پہلے خود سمجھنا ہے اور دوسرا بچوں کو ہم کیسے سمجھائیں گے؟ اس کا طریقہ ہمیں اجتہاد سے یا یہ کہ فن کے ماہرین سے رجوع کر کے حاصل کرنا ہے۔

حالات کے ساتھ تجربات بھی بدلتے رہتے ہیں

یہ جو کتاب ''بچوں کو پڑھانے کا طریقہ'' لکھی گئی ہے اس کے ہر ایڈیشن میں اضافہ اور جزوی ترمیم ہو رہی ہے، اس کی آخر وجہ کیا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ زمانہ بدلتا ہے تو حالات بھی بدلتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ تجربات اور مشاہدات بھی بدلتے ہیں جس کی بنیاد پر اجتہاد کر کے، رجوع کر کے اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ اور جتنا یہ کام آگے بڑھے گا اس کے نئے ایڈیشن میں ہر مرتبہ اضافہ ہی ہوتا جائے گا، کسی ایک منزل پر جا کر یہ کام رُکنے والا نہیں ہے۔

پہلی چیز: عقائد

عقیدے کا مطلب ہوتا ہے ''جو چیز دل سے ماننے کی ہوتی ہے'' جس کا تعلق ایمان سے ہے۔

یعنی ایک ایمان والے اور آپ کے پاس پڑھنے آنے والے بچوں کے عقیدے کیسے ہونے چاہیے؟

عقیدے صحیح ہوں گے تو ایمان صحیح ہوگا، مضبوط ایمان اور صحیح عقیدہ ہمارے پورے دین کی بنیاد ہے، یہ سب سے پہلی بنیادی اور اہم ترین فکر ہے۔

آپ پہلے ہی دن سے بچوں کا ایمان مضبوط کیجیے اور اس کا بہترین طریقہ زبانی سوال وجواب ہے، جیسے:

سوال: بیٹا! ہم کو کس نے پیدا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

سوال: یہ زمین کس نے بنائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے۔

سوال: آسمان کس نے بنایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے۔

سوال: بارش کون برساتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ برساتے ہیں۔

سوال: روزی کون عطا فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

سوال: ہمارے نبی کون ہیں؟

جواب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

سوال: ہم کون ہیں؟

جواب: ہم مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں۔

عقیدے میں ایک بات کا خاص دھیان رکھنا ہے کہ زمانے کے حالات کے اعتبار سے عقیدے کو بگاڑنے والی جو بھی باتیں چل رہی ہوں ان باتوں پر بھی بچوں کا خاص دھیان دلواؤ، جیسے مثلاً تھوڑے دن پہلے سورج گرہن ہوا تھا تو آپ سورج گرہن کے متعلق بچوں سے کہتے کہ: بیٹا! یہ سورج جو چمکتا ہے، اللہ جل جلالہ کی مرضی سے چمکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو اس سورج کو کالا بنا دیتے ہیں۔

اس طرح جو بھی موقع آئے آپ ان کو سمجھائیں۔

آج کفر وشرک نئی نئی شکلوں میں آرہا ہے اس کو سامنے رکھ کر بچوں کے ایمان و

توحید کو ٹھیک رکھنے کی فکر کریں۔

اس طرح سے سوال و جواب کے ذریعے آپ بچوں کے ذہن میں ایمان، توحید، رسول، کتاب، تقدیر وغیرہ بالکل فٹ کر دیجیے؛ تاکہ ان کے ذہن میں ایمان اور توحید اتنا مضبوط ہو جاوے کہ باہر کسی بھی جگہ ان کو اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے (ﻧﻤﻮﻧﮯ) کے لیے کہا جائے تو وہ ماننے کے لیے تیار نہ ہو، وہ یہی کہے کہ:

جھکنا تو ایک اللہ- جو پیدا کرنے والے مالک ہیں- کے سامنے ہی ہوتا ہے اور کسی کے سامنے نہیں ہوا کرتا۔

آپ مکتب ہی سے ایمان اور توحید بچوں کے دماغ میں ایسی فٹ کر دیجیے کہ پوری زندگی کفر وشرک کی کتنی ہی آندھیاں آویں؛ لیکن کبھی یہ بچے اس آندھی سے متأثر نہ ہوسکیں، یہ ہماری ذمّے داری ہے۔

آپ بچوں کو بتلائیے کہ:

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

اور یہ بھی یاد کروائیے کہ:

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔

یہ دو جملے یاد کروا دیجیے، اِن دو جملوں کی طاقت یہ ہے کہ: یہ بچے ان شاء اللہ! کبھی قادیانی نہیں بنیں گے، کبھی شکیلی فتنے میں نہیں آئیں گے، جتنے بھی اس طرح کے فتنے اٹھتے ہیں اس کا توڑ آپ کے دو جملوں کے اندر چھپا ہوا ہے۔

یہ چھوٹے چھوٹے جملے ان بچوں کو ختمِ نبوت کے عقیدے پر جمائیں گے اور گمراہ فرقوں کی تمام گندگیوں سے ان شاء اللہ! ان کی حفاظت کریں گے۔

آپ ان بچوں کو سکھائیے کہ بیٹا! حضرت عیسیٰ علیہ السلام -جن کو یہ لوگ عیسو (Jujus) کہتے ہیں- خدا نہیں ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور وہ ابھی آسمان پر زندہ ہیں، قیامت سے پہلے دنیا میں آئیں گے۔

اِن جملوں کی تاثیر یہ ہے کہ آپ کے پاس پڑھا ہوا بچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا (God) نہیں مانے گا، خدا کا بیٹا نہیں مانے گا اور ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یہ مانے گا۔

دیکھو! اِن مختصر جملوں کی برکت سے کتنے سارے غلط اور گندے عقیدوں سے حفاظت ہو جائے گی؛ چوں کہ کالج، اسکول اور یونیورسٹیوں میں یوں پڑھایا جاتا ہے: عیشو بھگوان (ઈશુ ભગવાન)، تو وہ بچہ کہے گا: نہیں! jujus is not the god، وہ خدا نہیں ہے، وہ تو اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں۔

اسی طرح کوئی جھوٹا یوں کہے کہ: میں عیسیٰ ہوں، میں دنیا میں آ گیا ہوں، تو آپ کے مکتب کا بچہ کہے گا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں آئے، ابھی ان کا آنا باقی ہے۔

آپ کے چھوٹے چھوٹے جملے ان بچوں کے ایمان کو بچانے کا زبردست ذریعہ بنیں گے، ان کے ایمان کی حفاظت ہوگی۔

سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص

قل یاایھا الکافرون میں شریعت کیا کہتی ہے؟ اس کا معنی اور مطلب آپ بچوں کو ذہن میں بٹھا دیں، اسی طرح ’’قل ھو اللہ احد‘‘ کا معنی اور مطلب ان کے دماغ میں فٹ کر دیں۔

یہ ہم بہت بڑا اونچا کام کررہے ہیں، مسلمانوں کی موجودہ اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے ایمان واسلام کی حفاظت کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو آپ مکتب کے علما اور مساجد کے ائمہ ہیں، آپ اس کے ذمّے دار ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمّے داری کا احساس عطا فرماوے۔

بچپن کی تعلیم پتھر کی لکیر

یاد رکھیں! بچپن میں جو بات بچوں کے ذہن میں رہ جاتی ہے وہ پتھر میں کھود کر لکیر بنائی جائے ایسی ہوجاتی ہے؛ اس لیے ان کے ذہنوں میں بچپن ہی میں یہ باتیں اچھی طرح بٹھادیں گے تو پھر پوری زندگی ان کے دماغ میں محفوظ رہیں گی۔

مکتب ہی سے آپ ان کا کردار (character) بنایئے، یاد رکھیے! مکتب میں آپ نے ان بچوں کو جو سکھادیا وہ پوری زندگی ان کو کام آئے گا؛ اس لیے کہ:

اَلْحِفْظُ فِيْ الطِّفْلِ كَالنَّقْشِ عَلَى الْحَجَرِ.

بچپن میں جو بات دماغ میں بس جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر بن جاتی ہے، کبھی نہیں مٹتی۔

دوسری چیز: بچوں کو صحیح قرآن پڑھانا
صحیح قرآن پڑھنا اور پڑھانا فرض ہے

دو فرض الگ الگ ہیں: ایک نماز میں جتنا ضروری ہے اتنا قرآن یاد کرنا ایک فرضِ عین ہے، اور اس کو صحیح پڑھنا یہ دوسرا فرضِ عین ہے۔

جس طرح قرآنِ مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے اسی طرح صحیح پڑھانا بھی ہماری ذمّے داری ہے، قرآنِ مجید کی ایک آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ (البقرۃ:۱۲۱)

جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس (کتاب) کی تلاوت کا جو حق ہے اس کے مطابق ہی اس کی تلاوت کرتے ہیں۔

اور قرآن کی تلاوت کا ایک حق صحیح قرآن پڑھنا اور پڑھانا بھی ہے۔

دوسری جگہ قرآن میں ارشاد ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝۴ (المزمل)

اور قرآن کو اطمینان سے صاف صاف پڑھا کرو۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ:

رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهُ.

ترجمہ: بہت سارے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت (اور بددعا) کرتا ہے۔

اِس حدیث کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو قرآنِ مجید کو صحیح نہیں پڑھتے؛ یعنی جس طرح اس کو صحیح مخرج، تجوید کے قوانین کے ساتھ عربی لہجے میں پڑھنا چاہیے اس طرح نہیں پڑھتے، ایسے لوگوں پر قرآنِ مجید لعنت کرتا ہے۔ امام جزریؒ کا شعر مشہور ہے:

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ	مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

ترجمہ: تجوید کو حاصل کرنا ضروری ہے، جو آدمی صحیح طریقے سے قرآن نہیں پڑھے گا وہ گنہگار ہوگا۔

اِس لیے میرے معزز علمائے کرام!

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجیے! صحیح قرآن پڑھنا اور صحیح قرآن پڑھانا یہ ہماری بنیادی ذمّے داری ہے اور ہمارے لیے فرض کے درجے میں ہے، آپ سب نیت کریں کہ ہم صحیح قرآن پڑھیں گے اور صحیح قرآن پڑھائیں گے۔

دیکھو! دنیا کی ہر زبان میں زبر، زیر، پیش اور معروف ومجہول کی رعایت کرنی پڑتی ہے؛ ورنہ ذرا سا بھی اِدھر اُدھر کرو تو معنیٰ (meaning) بدل جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کی وہ غلطیاں جس سے مطلب بدل جاتا ہے

(۱) معروف کو مجہول پڑھنا

بہت سے لوگ مجہول قرآن پڑھتے ہیں، اس کی وجہ سے قرآن کے معنی پر کتنا بُرا اثر پڑتا ہے، میں آپ کو انگریزی میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں:

ایک لفظ ہے لفٹ (Lift) اور ایک ہے لیفٹ (Left) دونوں میں معروف اور مجہول کا فرق ہے۔

اگر لفٹ (Lift) معروف پڑھیں گے تو معنی ہوگا: اوپر نیچے لے جانے والی سیڑھی، اور لیفٹ (Left) مجہول پڑھیں گے تو معنی ہوگا: بائیں جانب۔

اب میرے جیسا آدمی جس کو انگریزی کم آتی ہے وہ آپ جیسے پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے آکر بولے کہ: مجھے چوتھی منزل (Floor) پر لیفٹ (Left) میں بیٹھ کر جانا ہے تو آپ میرا مذاق اڑائیں گے کہ مفتی صاحب کو انگریزی آتی نہیں تو بولتے کیوں ہیں؟

اسی طرح ہم راستے میں جا رہے تھے کہ کسی نے پوچھ لیا کہ: فلاں دکان کہاں پر ہے؟ تو میں نے کہا کہ: لفت سائڈ (Lift) مُڑ جایئے، وہیں پر وہ دکان ہے، تو وہ کہے گا کہ: ''لفت سائڈ'' تھوڑی ہوا کرتی ہے، ''لیفٹ سائڈ'' ہوا کرتی ہے۔

دیکھیے! انگریزی میں جب معروف اور مجہول سے پورا معنی بدل جاتا ہے تو یہ قرآن تو عربی زبان میں ہے، جو تمام زبانوں میں افضل اور بہت ہی نازک زبان ہے، اس میں اگر ہم معروف کو مجہول پڑھیں گے تو اندازہ لگاؤ کہ قرآن کے معانی اور مفہوم پر کتنا بڑا اثر ہوگا؛ اس لیے معروف اور مجہول کی غلطیوں پر بھی دھیان دیجیے۔

(۲) حروف کو صحیح مخرج سے ادا نہ کرنا

اگر حرف کو اس کے مخرج سے ادا نہ کیا جائے تو بعض مرتبہ قرآن کا معنی فاسد ہو جاتا ہے، قرآن میں ایک آیت ہے:

وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ

ترجمہ: اور ان کا کُتّا چوکھٹ پر اپنے دونوں ہاتھ (یعنی آگے والے پیر) پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔

اب عربی زبان کتنی نازک ہے کہ: لفظِ ''کلب'' کو ''کاف'' سے پڑھیں تو معنی ہوگا: کتّا اور اسی ''کلب'' کو ''قاف'' سے ''قلب'' پڑھیں تو اس کا معنی ہوگا: دل۔

دیکھیے! صرف ایک مخرج کے بدلنے سے: ''کاف'' کے بجائے ''قاف'' پڑھنے سے پورا معنی بدل جاتا ہے؛ اس لیے مخارج اور حروف کا صحیح ہونا بہت ضروری ہے اور ایک استاذ کے حروف صحیح ہوں گے تو وہ بچوں کو صحیح قرآن پڑھا سکے گا، اگر استاذ

ہی کے حروف صحیح نہیں ہوں گے تو وہ بچوں کو کیسے صحیح پڑھا پائے گا؛ اس لیے آپ اپنے مخارج اور حروف کی ادائیگی کو صحیح کریں اور تجوید کی رعایت کے ساتھ قرأت پڑھیں۔

(۳) حرکت میں غلطی کرنا

حرکت کی پہچان بھی بہت اہم کام ہے؛ کیوں کہ بعض مرتبہ حرکت میں غلطی کرنے سے بھی پورا معنی بدل جاتا ہے، اس کو بھی ایک مثال سے سمجھیے، قرآنِ کریم کی ایک آیت ہے:

أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ. (التوبة)

اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بَری اور بے تعلق ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں قرآن کے مکاتب قائم کروائے اور اس کے لیے عربی لغت اور نحو وصرف کے جاننے والے معلّم مقرر فرمائے، ایک مرتبہ ایک اعرابی قرآن پڑھنے کے لیے مدینہ میں آیا، اس نے آیت پڑھی:

أَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلِهٖ ط

وہ بے چارہ یوں سمجھا کہ ''مِن'' حرفِ جر نے ''مُشْرِكِيْنَ'' کو جر دیا تو ''رَسُوْلِه'' کو بھی جر دے گا۔

اب آیت کا پورا معنی بدل گیا، آیت کا معنی ہو گیا: یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکوں سے اور اپنے رسول سے بری اور بے تعلق ہیں، نعوذ باللہ!۔

دیکھیے! صرف زبر، زیر کی حرکت بدلنے سے آیت کا پورا معنی اور مضمون بدل

گیا؛ اس لیے میں آپ سب حضرات سے کہتا ہوں کہ: آپ کے پاس آنے والے بچوں کو صحیح قرآن پڑھاؤ، تجوید سے قرآن پڑھاؤ اور اگر استاذ کا ناظرہ کمزور ہے تو پہلے وہ خود کسی سے قرآن صحیح کر لیوے، یہ بہت ضروری ہے۔

مکتب کی کمزوری کے اثرات

بہت سے مدرسوں میں قانون ہے کہ دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کو تیسویں پارے کا حفظ مع تجوید کے امتحان دینا ہوتا ہے تب جا کر سند ملتی ہے، یہ بہت ضروری ہے؛ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ: ہر درجے میں ناظرہ صحیح کرنے کا نظام ہونا چاہیے۔

اللہ کی توفیق اور فضل و کرم سے تقریباً چوبیں-پچیس (۲۴-۲۵) سالوں سے ترجمۂ قرآن اور جلالین شریف پڑھاتا ہوں تو بچوں کا قرآن میں خود سنتا ہوں، بعض بچوں کو میں قرآن کی تصحیح کراتا ہوں، کہتا ہوں کہ: اِس چھٹی میں آپ کو ناظرہ کے لیے وقت فارغ کرنا ہے، یہ جو اداروں میں درجاتِ عربی میں پڑھنے والے طلبہ کا قرآن کمزور ہوتا ہے، یہ دراصل مکتب کے زمانے کی کمزوری ہے۔

بلکہ تجربہ یہ ہے کہ حافظ طلبہ بھی ناظرہ میں غلطی کرتے ہیں، یہ بھی بچپن کی غلطی کا نتیجہ ہے؛ اس لیے میں آپ سب حضرات سے کہوں گا کہ: اگر اپنا ناظرہ کمزور ہے تو اس کو صحیح کر کے اپنے بچوں کو پڑھاؤ، ان شاء اللہ! آپ کامیاب استاذ بن جائیں گے۔

ماشاء اللہ! ہمارے پاس بہت سے اساتذہ ہیں جو مکتب میں بچوں کو اتنا اچھا ناظرہ تجوید کے ساتھ پڑھاتے ہیں کہ پھر ان کو ناظرہ کے ساتھ قاری کی سند دینا چاہو تو بھی دے سکتے ہو؛ لہذا اہم لوگوں کو اس کی خاص رعایت رکھنی چاہیے۔

قرآنِ کریم کے سیکھنے میں شرم اور عار محسوس نہیں کرنی چاہیے

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی عمر میں قرآن سیکھا ہے؛ اس لیے کہ ان کی عمریں بڑی ہوگئیں تب قرآن نازل ہوا؛ لیکن انھوں نے بڑی عمر اور اپنے مقام و مرتبے کی وجہ سے قرآنِ کریم کے سیکھنے کو شرم اور عار نہیں سمجھا؛ بلکہ صحیح قرآن سیکھا اور پھر اس کو پوری دنیا میں لوگوں تک پہنچایا۔

میں پورے دردِ دل کے ساتھ آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں، اللہ کرے کہ میری درخواست آپ کے دل و دماغ میں اتر جائے!

آپ لوگ جب بھی قرآن پڑھیں یا پڑھائیں تو اس کو صحیح پڑھیں۔ اگر صحیح نہیں ہے تو اس کو صحیح کرنے کے لیے کسی صحیح پڑھنے والے یا قاری کے پاس جانے میں عار اور شرم نہ سمجھیں، یہ صحیح قرآن پڑھنا اور پڑھانا اللہ کی خوشی کا ذریعہ بنے گا۔

ہمارے ایک بزرگ نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ:

ایک کلکٹر تھے، ان کے ریٹائر (Retire) ہونے میں صرف چھ مہینے باقی تھے، اتنے میں حکومت کی طرف سے ان کے لیے ٹریننگ (Training) کا ٹائم آ گیا تو وہ خوشی خوشی ٹریننگ کے لیے چلے گئے، انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ میں ایک کلکٹر (Collector) ہوں، میرے رٹائر ہونے میں صرف چھ مہینے باقی ہیں، میں کیسے ٹریننگ لینے جاؤں؟

اللہ اکبر! ایک کلکٹر جو اتنے بڑے عہدے پر ہوتے ہوئے دنیا کی ٹریننگ لے سکتا ہے تو ہم قرآن کی تعلیم لینے میں کیوں شرم محسوس کریں؟

نورانی مکاتب میں ائمہ واساتذہ کے لیے تصحیحِ قرآن کا نظام اور اس کے اثرات

ہمارے یہاں ''نورانی مکاتب'' میں ''تصحیحِ قرآن'' کا ایک پروگرام چلتا ہے کہ ائمۂ کرام اور اساتذۂ عظام پہلے اپنا قرآن صحیح کریں، ماشاءاللہ! علما قریب سے بھی آتے ہیں اور دور دور کے علاقوں سے بھی آرہے ہیں، طعام کے ساتھ پندرہ روز قیام کرتے ہیں، ان کا قرآن صحیح کرایا جاتا ہے؛ یعنی مکتب کی ترتیب کے علاوہ نفسِ قرآن کی تلاوت صحیح کرنے کا بھی نظم ہے۔

وجہ یہ ہوئی کہ ہم جب عام مساجد میں نماز کے دوران امام صاحب کا قرآن سنتے ہیں تو بعض ائمہ ایسا قرآن پڑھتے ہیں کہ نماز کو لوٹانا پڑے؛ اس لیے کہ قرآن غلط ہوگا تو نماز فاسد ہوجائے گی، تب اندازہ ہوتا ہے کہ نماز میں کتنی غلطی ہوتی ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مشورے سے ایک بات طے کی گئی کہ دو قاری صاحب طے کیے جائیں، الحمدللہ! ایک قاری صاحب تقریباً تیس سال تجوید پڑھا چکے ہیں اور دوسرے قاری صاحب تقریباً اٹھارہ سال تجوید پڑھا چکے ہیں، ان دو کی ایک جماعت بنائی کہ آپ اپنے ساتھ ایک اور ساتھی لے کر بستیوں کا دورہ کیجیے اور بہت محبت اور اکرام کے ساتھ ہر ہر استاذ کا قرآن سنیے اور ان کی فہرست بنائیے؛ چناں چہ ایک لمبی فہرست تیار ہوئی، کوئی پچاس سال سے امامت کرارہے ہیں، کوئی تیس سال سے تو کوئی چالیس سال سے امامت کروارہے ہیں، ؛ لیکن ان کا قرآن صحیح نہیں ہے، بعض مرتبہ وہ ایسا پڑھتے ہیں کہ نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

پھر ان ائمۂ کرام سے ہم نے باقاعدہ درخواست کی کہ: دیکھیے! اللہ کے کلام کا معاملہ ہے، ہمیں آپ کی ذات سے کوئی دشمنی اور عداوت نہیں ہے، ہم آپ کے خیر خواہ ہیں کہ اللہ کے یہاں آپ کی نماز اور تدریس قبول ہو جائے، اللہ کے یہاں آپ کو اجر اور ثواب ملے، اس کے لیے آپ کو اپنا قرآن صحیح کرنا پڑے گا، آپ پندرہ دن کے واسطے ہمارے یہاں تشریف لائیے اور قرآن صحیح کرنے کی محنت کیجیے۔

بہت سارے معلمین ہماری اس درخواست پر لبیک کہہ کر تشریف لائے، جن میں ساٹھ، ستر سال کی عمر کے علما بھی شامل تھے، انھوں نے آ کر قرآن صحیح کرنے کی کوشش کی۔

پندرہ دن کے بعد جب ہم ان کو روانہ کر رہے تھے تو میں اللہ کو حاضر ناظر رکھ کے کہتا ہوں کہ: ان میں سے بہت سارے رو رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہمیں اتنی بڑی عمر اور زندگی کے آخری ایام میں قرآن کے صحیح کرنے کی طرف توجہ دلوائی، ہم نے زندگی بھر قرآن کو نہ صحیح پڑھا اور نہ لوگوں کو صحیح پڑھایا، پھر کہنے لگے کہ: ابھی تو ہم گھر جا رہے ہیں؛ لیکن گھر کے انتظامات کرنے کے بعد دوبارہ واپس صحیح کرنے کے لیے آئیں گے۔

ہمارے یہاں ضابطے میں ان کو کرایہ بھی دیا جاتا ہے، انھوں نے آمد ورفت کا کرایہ تک نہیں لیا اور کہنے لگے کہ: آپ نے قرآن میں ہماری جو غلطیاں تھیں ان کی اصلاح کا موقع دیا؛ آپ کا احسان ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ امام صاحب ''سید'' اور ''آلِ رسول'' میں سے تھے۔

گویا ان کو احساس ہو گیا کہ ہم آج تک غلط قرآن پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔

حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی نصیحت

میں نے ہمارے شیخ حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔حضرت نے عجیب جملے ارشاد فرمائے- میرے پاس اس کی ریکارڈنگ موجود ہے-فرمانے لگے:

اس کو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سمجھو کہ ایک مولوی جو بیس (۲۰) پچیس (۲۵) سال سے امامت کرا رہا ہے؛ وہ اقرار کرے کہ میری قرآن کی تلاوت میں بڑی غلطیاں ہیں اور اس کی تصحیح کی فکر کریں، اسے اللہ کا احسان مانو؛ ورنہ مولوی لوگ جلدی مانتے نہیں ہیں۔

بہر حال! اپنے مکتب اور مدرسے میں قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم کی فکر کرنا ہماری بنیادی ذمّے داریوں میں آتا ہے۔

تیسری چیز: بچوں کو ضروری دینی مسائل سکھانا

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق زندگی گزارے، زندگی کے ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرے، جو کام کرنے کے ہیں ان کو کرے اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے اپنے آپ کو بچائے اور یہ چیز ہمیں کو ضروی دینی مسائل کے ذریعے معلوم ہوگی۔

اس لیے کامیاب استاذ وہ ہے جو آنے والے بچوں کو شرعی مسائل سکھائے۔ وضو کا طریقہ، غسل کا طریقہ، نماز کا طریقہ، روزہ کیا ہے؟ یہ سب چیزیں استاذ کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو سکھلائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی زندگی گزارنے کے لیے جتنی بنیادی دینی چیزیں علم و عمل میں ہونا ضروری ہیں وہ استاذ سکھاوے۔

چوتھی چیز: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک سیرت سکھانا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سننے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت زندگی میں آئے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارنا آسان ہوجائے گا؛ اس لیے بچوں کو سیرت سکھائیں، سنت سکھائیں۔

دیکھیں! مدرسوں میں آپ اس طرح کا ماحول بنائیں کہ:

آج کس بچے نے مسواک کیا؟ کس بچے نے مسواک کی سنت زندہ کی؟

کس بچے کو حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں، بیٹیوں کے نام یاد ہیں؟

کس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان مبارک کے نام یاد ہیں؟

کس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمر کی ساری تفصیلات معلوم ہے؟

اس طرح سوالات کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ان کو خوب سکھاؤ، یہ ایک مؤمن کے لیے اس کے ایمان کے اعتبار سے بہت ضروری اور مفید چیز ہے۔

دین کی بڑی باتوں سے جہالت کا عجیب قصہ

ایک مرتبہ ایک بہت بڑی گورنمنٹ سروس کے لیے انٹرویو ہو رہا تھا: انڈین سیول سروسز، جس سروس کی وجہ سے آدمی کلکٹر اور اس جیسی اونچی پوسٹوں اور عہدوں پر ہوتا ہے۔ انٹرویو میں ایک مسلمان لڑکی بھی تھی، انٹرویو لینے والے ایک صاحب نے اس سے پوچھا کہ: بتاؤ! معراج کیا چیز ہے؟

اس لڑکی نے بے دھڑک جواب دیا کہ: معراج؛ یعنی میراراج۔

انٹرویو لینے والے نے کہا کہ: جس کو اپنے مذہب کی اور اپنے نبی کی بات معلوم نہیں ہے وہ اتنی بڑی سروس اور خدمت کیسے انجام دے سکتی ہے؟

چناں چہ اس کو ناکام (Failed) کر دیا گیا۔

بہرحال! دین کی بنیادی معلومات اور سیرت کی باتیں سکھانا بھی ایک کامیاب استاذ کے لیے بہت ضروری ہے۔

پانچویں چیز: بچوں کو اخلاق سکھانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دے کر بھیجا اور خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ (القلم)

اے نبی! اللہ جل جلالہ نے آپ کو بڑے اونچے اخلاق دے کر کے بھیجا ہے۔

اس لیے اخلاق سکھانا بہت ضروری ہے، اخلاق کے ذریعے سے دوسروں کا حق ادا کرنا سیکھیں گے، دوسروں کی عزت و ادب کرنا سیکھیں گے، دوسروں کے ساتھ کیسے رہنا ہے وہ آئے گا، ماں، باپ کے ساتھ، بھائی، بہنوں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ رہنا سب سیکھنے کو ملے گا۔

اچھی تعلیم اور تربیت کا اثر: ایک قصہ

میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں: ہمارے یہاں مدرسوں میں ایک عام رواج ہے اور بہت اچھا رواج ہے کہ پڑھنے والے بچے استاذ کی چپل سیدھی کر کے رکھتے ہیں،

یہ اخلاق کی بات ہے، ایک مدرسے میں حکومت کی خفیہ ایجنسی کے کچھ افسران یہ دیکھنے اور جانچنے (Enquiry) کے لیے آئے کہ مدرسے میں کس چیز کی تعلیم دی جاتی ہے اوراس میں کیا سکھایا جاتا ہے؟

وہ لوگ مدرسے کی آفس میں مہتمم صاحب کے پاس جاکر بیٹھ گئے، اتنے میں بچوں کا ایک گھنٹہ (Period) ختم ہوا تو بچے ایک کلاس سے دوسری کلاس جانے کے لیے باہر نکلے، کچھ بچوں نے دیکھا کہ مہتمم صاحب کے جوتے تو ترتیب سے سیدھے رکھے ہوئے ہیں؛ لیکن اس کے پاس کچھ جوتے الٹے اور بے ترتیب رکھے ہوئے ہیں تو ان بچوں نے ان جوتوں کو بھی ترتیب سے سیدھا رکھ دیا اور چلے گئے؛ حالاں کہ ان بچوں کو کسی نے کہا نہیں تھا کہ یہ جوتے سیدھے کردو؛ لیکن ان کو مدرسے میں جو تعلیم وتربیت دی گئی تھی اس میں یہ بھی تھا کہ جو جوتے ٹیڑھے نظر آئیں ان کو سیدھا کردینا چاہیے۔

حکومت کے افسران اندر بیٹھے بیٹھے یہ سب دیکھ رہے تھے، وہ مہتمم صاحب سے کہنے لگے کہ: ہم حکومت کی طرف سے آپ کے مدرسے میں یہ دیکھنے کے لیے بھیجے گئے تھے کہ یہاں کیا سکھایا جاتا ہے اور کس چیز کی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ میں بہت سارے سوالات بھی ہم لے کر آئے تھے؛ لیکن اب ہم آپ سے کچھ نہیں پوچھیں گے، جو کچھ پوچھنا تھا وہ عملاً (Practicali) ہم نے آپ کے بچوں کو جوتے سیدھے کرتے ہوئے دیکھ لیا، اب ہم اپنے طور پر آپ کے مدرسے کی اچھی رپورٹ تیار کریں گے اور حکومت کو دیں گے۔

دیکھیے! اچھے اخلاق اور اچھی تربیت اور بہترین تعلیم کا کتنا بڑا فائدہ ہوا کہ حکومت کے لوگ بھی اس سے متأثر ہوگئے۔

لہذا! آج کے اِس زہریلے ماحول میں اپنے بچوں کو اچھی تربیت اور اچھے اخلاق سکھاؤ؛ تاکہ غیروں کے ذہنوں میں اسلام کے متعلّق جو غلط چیزیں بھری گئی ہیں اس کی صفائی کا ذریعہ بنے۔

چھٹی چیز: محفوظات

یعنی دین کی بہت ساری ضروری باتیں بچوں کو زبانی یاد کرائیں، جیسے مختلف مسنون دعائیں: صبح اٹھنے کی دعا، کھانے کی دعا، پانچوں کلمات اور نماز میں پڑھی جانے والی سورتیں وغیرہ، یہ بہت اہم اور ضروری ہے۔اتنی سورتیں یاد کرادیں کہ وہ آرام سے نماز پڑھ سکیں اور پڑھا بھی سکیں۔

دیکھو! ابھی لاک ڈاؤن کا زمانہ گیا، بہت سے لوگوں کو دو، چار آدمیوں کو نماز پڑھانے کا موقع مل رہا تھا، اگر انھوں نے بچپن میں چھوٹے مدرسے اور مکتب میں ضروری سورتیں یاد کرلیں تو ان کو ایسے ماحول میں امامت کرانا کتنا آسان ہوجائے گا!

بلکہ میں تو یوں کہتا ہوں کہ: ہر استاذ ضروری سورتوں کے ساتھ ساتھ ’’سورۂ یاسین، سورۂ ملک، سورۂ کہف‘‘ بھی بچوں کو یاد کرادیں؛ اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

میرا دل چاہتا ہے کہ میرے ہر امتی کے دل میں ’’سورۂ یسین اور سورۂ ملک‘‘ ہو۔

اسی طرح ’’سورۂ کہف‘‘ کی تلاوت کرتا رہے اور فتنوں سے محفوظ رہے۔

یہ چھ باتیں مسلمان بچہ اچھی طرح بالکل آسانی سے سیکھ لے ایسا جامع اور آسان نصاب ہونا ضروری ہے۔

زبانی تعلیم کے ساتھ عملی (Practical) تعلیم بھی دیں

الحمدللہ! ہم بچوں کو زبانی تعلیم تو دیتے ہیں، نصاب تو پڑھا دیتے ہیں؛ لیکن عملی (Practicaly) تعلیم دینے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ایک باکمال استاذ کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ: وہ بچوں کو زبانی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم بھی دے، مثلاً نماز کی مشق کرائے، اپنے سامنے بٹھا کر وضو کرائے، میت کا کفن دفن کیسے کرنا ہے اس کی مشق کرائے، یہ عملی مشق بھی بہت ضروری چیز ہے۔

موطا امام مالک میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں پانی منگوایا اور باقاعدہ وضو کرکے دکھایا۔

یعنی جب دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر ان کی خلافت قائم ہوگئی تھی اس زمانے میں خلافت کے تمام کاموں اور ذمّے داریوں کے ساتھ لوگوں کو عملی طور پر وضو کرنے کا طریقہ سکھاتے تھے، اور پھر فرماتے تھے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو اس طرح ہوا کرتا تھا۔

اسے کہتے ہیں عملی تعلیم دینا اور پریکٹیکلی سکھانا۔

اس لیے ایک استاذ کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے بچوں کو عملی طور پر نماز پڑھ کر دکھاوے، وضو کرکے دکھاوے اور پھر ان کے پاس بھی وضو کرائے، اس طرح عملی طور پر ان کو جو سبق ملے گا وہ ان شاء اللہ! اَوْقَعُ فِی النَّفْس ہوجائے گا اور وہ پوری زندگی اس پر عمل کرنے والا بن جائے گا۔

مکتب کا تیسرا استون: والی

بچے استاذ کے پاس کم رہتے ہیں، ماں-باپ کے پاس زیادہ رہتے ہیں؛اس لیے والی گھر پر سبق یاد کرانے کی فکر کریں، اس کی برکت سے خود والیوں کو قرآن پڑھنے، سننے اور سیکھنے کا موقع ملے گا۔ بچوں کو پوری پابندی سے وقت سے پہلے مدرسہ پہنچائیں اور وقت پورا ہونے کے بعد گھر لائیں۔

گھر والے دنیوی تعلیم کے مقابلے میں دینی تعلیم کو زیادہ اہمیت دیں۔

شادی، منگنی، گھومنے-پھرنے کی خاطر بچوں کی تعلیم کا نقصان نہ کریں۔

بچوں کی تعلیم اور تربیت میں استاذ کی مدد کریں۔

مدرسہ کے قانون کی پابندی کریں۔

ہفتے یا پندرہ دن یا ایک مہینے میں استاذ کی ملاقات کر کے بچے کی رپورٹ لیں۔

صبح اٹھنے سے لے کر رات سونے تک کھانے-پینے، سونے، کپڑے پہننے، استنجا وغیرہ کے موقع پر بچوں سے مسنون دعائیں پڑھانے کی پابندی کرائیں۔

بچوں کو غلط دوستوں سے بچائیں۔

ٹی وی، فلمی گانوں سے بچائیں۔

موبائل، انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے بچائیں۔

یاد رکھیں! بچہ دین دار ہوگا تو والدین کا فرماں بردار ہوگا۔

مکتب کا کم سے کم وقت

اچھی طرح سن لو! میں نے باقاعدہ تو مکتب پڑھایا نہیں ہے؛ البتہ موقع ملنے

پر کچھ پڑھا لیتا ہوں، مجھے اِس لائن کا الحمد للہ! بہت تجربہ ہے کہ کم از کم ساڑھے تین گھنٹے مکتب کی تعلیم ہو تو صحیح تعلیم ہوگی، اس کے بغیر کبھی اچھی طرح تعلیم نہیں ہو سکتی، تین سے اوپر ساڑھے تین گھنٹے مکتب کی تعلیم ہونا لازمی ہے تو ہی بچوں کی صحیح تعلیم ہوگی؛ ورنہ صحیح تعلیم نہیں ہو پائے گی۔

مکتب کا چوتھا ستون: متولی-ٹرسٹی حضرات

ہر مکتب کے ذمّے دار کی کوشش اور فکر یہ ہو کہ اچھی تعلیم ہو اور اچھی تعلیم اور تربیت کے لیے وہ پوری پوری مدد کرے؛ اس لیے خود متولی حضرات دین دار اور دینی تعلیم سے دل چسپی رکھنے والے ہوں، جو عہدہ ملا ہے اس کو حکومت چلانے کا ذریعہ نہ بنائیں۔

نوٹ: ٹرسٹی اوت متولیان کے سلسلے میں تفصیلی بیان آخر میں آرہا ہے۔

جلسے تو بہت ہوتے ہیں؛ لیکن ایسے نہیں!!

ایک اہم بات یہ کہ ہمارے مکتب کی تعلیم بہت عمدہ ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ یہی بچے کل امّت کے بڑے افراد بنیں گے، اگر ان کا قرآن بچپن میں صحیح ہو جائے گا تو بہت سے کام بچپن ہی سے آسان ہو جائیں گے، جب ہمارے مدرسوں میں تعلیم صحیح ہوگی تو ہم دوسروں کو بھی دعوت دے سکیں گے کہ آپ بھی اپنی تعلیم صحیح کیجیے۔

اس کا آسان اور بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ قائم کیا کہ جو جلسے ہوتے ہیں، اس میں مقامی لوگ بہت شوق سے شرکت کرتے ہیں تو ہم نے جلسے کا نظام پورا بدل دیا، عام طور پر جلسوں میں کیا ہوتا ہے؟ بچے کو ایک چھوٹی سی تقریر دے دی، اب ایک مہینے پہلے سے یاد کرے گا اور اسٹیج پر سنائے گا، کوئی مکالمہ بچوں کو دے دیا وہ

سنائیں گے، ہم نے کہا: یہ رٹی رٹائی چیز ہے اس کو ختم کرو، محلّے اور بستی کے لوگوں کو جمع کرو، جلسہ ہوگا اور جلسے میں ان بچوں نے سال بھر میں کیا تعلیم حاصل کی وہ اسٹیج پر لوگوں کو دکھائیے، مثلاً پہلی جماعت کے بچے ہیں جن کو حروف سکھائے جاتے ہیں کہ یہ "الف" ہے، یہ "ب" ہے وغیرہ جو بورڈ کے اوپر مشق کروائی جاتی ہے، ایک حرف کے ساتھ دوسرے حرف کو جوڑ کر کہ کیا بنے گا؟ اظہار، اخفا کا کیا قانون ہے؟ مد کا کیا قانون ہے؟ ایک ایک چیز عوام کو دکھائی جائے۔

نورانی مکاتب کے جلسے کے فوائد

اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ لوگ کہنے لگے: ماشاء اللہ! انھوں نے جب سے یہ کام کیا ہے تب سے ہمارے مدرسے میں تعلیم صحیح ہو رہی ہے؛ ورنہ پہلے ایسی تعلیم بچوں میں نہیں ہوتی تھی۔

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بستی کے ساٹھ ستر سال کی عمر کے جو بڑے لوگ ہیں انھوں نے یہ درخواست کی کہ ہمارے لیے بھی تصحیحِ قرآن کا کوئی نظام بنے؛ اس لیے کہ اب تو یہ چھوٹے چھوٹے بچے اتنا اچھا قرآن پڑھتے ہیں، اس سے ہمیں یہ احساس ہوا کہ ہم بچپن سے غلط قرآن پڑھتے آرہے ہیں اور ہم نے کبھی صحیح قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی کوشش نہیں کی، تو آپ ہمارے لیے کوئی نظام بنائیے؛ تاکہ ہمارا قرآن صحیح ہوجائے، یہ دوسرا نقد فائدہ ہوا۔

بچوں کی ہوشیاری میں استاذ کا نقد فائدہ

ہمارے نورانی مکاتب میں جو امتحانات ہوتے ہیں، اس میں یہ بھی طے کیا کہ

آپ کی کلاس میں مثلاً دس طلبہ ''مثالی'' بنے، مطلب ''اے گریڈ (A GRADE)'' میں پاس ہوئے، تو ہر بچے کے حساب سے ہم آپ کو یہ انعام دیں گے۔ جب سے اساتذہ کو پتہ چلا کہ یہ تو جتنے بچے مثالی آتے ہیں اس حساب سے انعام ملتا ہے، تب سے اساتذہ اور زیادہ محنت کررہے ہیں، انھوں نے جب دیکھا کہ انعامات کا تعلق ''مثالی'' سے ہے اور بچہ ''تھرڈ کلاس'' میں گیا، ایمرجنسی میں گیا، تو ہمیں کوئی انعام نہیں ملے گا؛ بلکہ ہوسکتا ہے کہ ہماری کوئی تنبیہ یا گرفت ہوجائے تو وہ اور زیادہ ہمت اور حوصلے سے کام کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مکتب کے اس نظام اور کام کو آگے بڑھانے کے کچھ نہج اور طریقے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ حضرات کی فکر اور محنت کو قبول فرمائے، اور اللہ ہم لوگوں کو مفتاحا للخیرات بنائے۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

مکاتب میں پڑھانے والے علمائے کرام اور مدرسینِ عظام کا مقام ومرتبہ

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارتداد سے متأثر علاقے میں کام کرنے کے متعلق حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یہ فرمایا:

مبلغین نے دیہات میں مکتب جاری کردیے، وہاں کے بچوں کی تعلیم شروع کردی، نماز سکھلانے لگے (یہ تدبیر نہایت مفید وقابلِ دوام ہے) لیکن تبلیغ کا کام پورے متحد نظام سے نہیں ہورہا ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلىٰ اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (اٰل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک ایسے رسول بھیجے جو ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کو (ظاہری و باطنی گندگی سے) پاک صاف کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے اہم مقصد

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن اہم مقاصد اور کام کے لیے دنیا میں بھیجا گیا ان کو قرآن میں مختلف آیات میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، اس میں سے ایک آیت وہ ہے جو ابھی خطبے میں پڑھی گئی۔ اس طرح کی آیتیں قرآنِ پاک میں جہاں جہاں بھی ہیں وہاں ”يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ“ پہلے ہے، پھر بعد والی چیزیں ہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن اہم کاموں کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا اس میں بہت بڑا اہم کام قرآنِ کریم کے الفاظ کو پڑھنا پڑھانا اور قرآنِ پاک کے الفاظ

کو سننا سنانا ہے؛ گویا یہ حضور ﷺ کو دنیا میں بھیجنے کے اولین مقاصد میں سے ہے۔
اِس سے اندازہ لگاؤ کہ مکتب میں پڑھانے والے علما کتنا بڑا کام کر رہے ہیں۔

قرآن پڑھانے والوں کی چار فضیلتیں

ایک عجیب حدیث آپ کو سناتا ہوں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قال: مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ.

اِس روایت کو حضرت شیخ زکریاؒ نے فضائلِ قرآن میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔

﴿مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللهِ﴾ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتی ہے۔

مسجد اللہ کا گھر ہے، مکتب اللہ کا گھر ہے، مدرسہ اللہ کا گھر ہے، خانقاہ اللہ کا گھر ہے اور اس میں ہم جمع ہوتے ہیں، بچے آتے ہیں، ہم جاتے ہیں۔

﴿يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهُ بَيْنَهُمْ﴾ اور وہاں بیٹھ کر اللہ کی کتاب: قرآن پڑھتے ہیں اور آپس میں سیکھتے سکھاتے ہیں۔

ہم الحمد للہ! مکتب میں یہی کام کرتے ہیں، بچوں کو قرآن سکھاتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ ان کو چار نعمتیں عطا فرماتے ہیں:

① ﴿إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ﴾ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔

②﴿وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

③﴿وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ رحمت کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔

④﴿وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مکتب کے مدرسین کے لیے روزانہ نیت

اس لیے سب سے پہلے آپ حضرات سے ایک درخواست یہ بھی کروں گا کہ:
روزانہ جب آپ بچوں کو پڑھانے کے لیے بیٹھیں؛ چاہے گھر پر ہوں یا مدرسے میں تو یہ نیت ضرور کریں کہ:

میں قرآن کے حلقے میں جا رہا ہوں اور حلقۂ قرآن پر حدیث میں فضیلت آئی ہے؛ اس لیے مجھے اس فضیلت کو حاصل کرنا ہے۔

یہ نہیں کہ ملازمت ہے، نوکری ہے، بچوں کو پڑھانا ہے؛ اس لیے ہم لوگ مدرسے میں جا رہے ہیں۔

اگر آپ روزانہ یہ نیت کریں گے تو ہر روز آپ لوگوں کو یہ چار فضیلتیں حاصل ہوں گی اور ان شاء اللہ! اس کی بڑی برکتیں آپ دیکھیں گے۔

روئے زمین پر بہترین انسان کون؟

دنیا میں اچھا اور بہترین آدمی سمجھے جانے کے الگ الگ معیار ہیں:

کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جس کے پاس دولت ہے وہ اچھا اور بہترین آدمی ہے۔

کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جس کے پاس عہدہ ہے وہ اچھا آدمی ہے۔

کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جس کے پاس طاقت اور پاور ہے وہ اچھا آدمی ہے۔

یہ دنیا والوں کی سوچ ہے؛ لیکن اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی زبان سے سنیے کہ: روئے زمین پر بہترین آدمی کون ہے؟

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ.

ترجمہ: تم میں سے اچھا اور بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔

سبحان اللہ! اس حدیث کی روشنی میں ہم اس دنیا کے سب سے اچھے اور بہترین انسان ہیں؛ اس لیے اپنے آپ کو قرآن کی نسبت سے سب سے خوش نصیب اور اچھا انسان سمجھو، اپنے آپ کو حقیر اور معمولی نہ سمجھو۔

ایک تابعی کا قابلِ رشک عمل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ذیل میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شاگرد- جو اس حدیث کے راوی بھی ہیں- "ابوعبدالرحمن عبداللہ بن حبیب السلمی التابعی رحمہ اللہ تعالیٰ" کا جملہ نقل کیا ہے:

فَهٰذَا الَّذِيْ اَقْعَدَنِيْ هٰذَا الْمَقْعَدَ.

یعنی اسی حدیث نے مجھے اس جگہ بٹھائے رکھا ہے۔

حالاں کہ بہت بڑے علم و فضل والے تھے؛ لیکن ایک جگہ بیٹھ گئے اور سالہا سال اسی ایک جگہ پر بیٹھ کر بچوں کو قرآنِ کریم پڑھایا، جس کی وجہ سے ان کو "مُعَلِّمُ الصِّبْیَانْ" یعنی بچوں کے استاذ کے لقب سے نوزا گیا۔

ہمارا کام دنیا کا سب اچھا کام ہے

ہمیں دل کی گہرائیوں کے ساتھ یہ یقین ہونا چاہیے کہ: ہم جس کام میں لگے ہوئے ہیں وہ دنیا کا سب سے اچھا کام ہے، اِس سے اچھا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا، یہ حدیث صرف ہماری زبانوں پر، جلسے کی اناؤنسری میں، پروگرام کی رپورٹوں میں نہ ہو؛ بلکہ ہمارے دل ودماغ میں بھی ہو۔

آج دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے حفاظ، علما، مدرسین، ائمہ نے ''خیر کم من تعلم القران و علمه'' والی حدیث کو صرف زبانی حد تک باقی رکھا ہے۔

لہذا پہلے اپنے اندر یقین پیدا کرو کہ: قرآن کی تعلیم وتعلّم کا جو کام ہم لوگ کر رہے ہیں اس سے اچھا کام دنیا میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور اللہ کی نظر میں جو سب سے اچھا کام ہے اس میں ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے لگے ہوئے ہیں، اس کا یقین دل ودماغ میں پیدا کرنے کی بہت سخت ضرورت ہے؛ اس لیے کہ اس یقین میں بڑی کمی ہے اور اس کمی کی بڑی نشانی اور دلیل یہ ہے کہ: مدرس دیر سے آتا ہے اور جلدی چلا جاتا ہے، سبق کے وقت میں موبائل لے کر بیٹھا رہتا ہے اور پھر خانہ پُری کر کے چلا جاتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے کام کو سب سے اچھا کام نہیں سمجھ رہا ہے؛ اسی وجہ سے تو وہ یہ کر رہا ہے، اگر وہ اپنے کام کو سب سے اچھا کام سمجھتا اور یہ سمجھتا کہ میں اللہ کی نظر میں سب سے اچھا کام کر رہا ہوں تو وہ مدرسے کے مقررہ وقت سے پہلے آتا اور مقررہ وقت کے بعد جاتا اور مدرسے کے اوقات میں موبائل کو ہاتھ بھی نہ لگاتا، اس طرح اس کا عام معمول ہوتا، کبھی کبھی اہم دینی، شرعی یا جسمانی تقاضا الگ بات ہے۔

بہر حال! اپنے اندر یہ یقین پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم قرآن پڑھنے، پڑھانے کا جو کام کرتے ہیں اللہ کے یہاں اس سے اچھا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا، جب یہ یقین ہوگا تو بہت سے مسائل خود بہ خود حل ہو جائیں گے۔

ناظرہ قرآن پڑھانے والوں کا مقام بہت اونچا ہے

دیکھو! ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ: دار العلوم میں بڑی بڑی کتابیں پڑھانے والوں کو بڑے اونچے مقام والا سمجھتے ہیں، خیر! سمجھنا چاہیے اور اکرام کرنا چاہیے؛ لیکن یہ بچے جو دار العلوم میں آتے ہیں وہ پہلے مکتب کی تعلیم پوری کر کے آتے ہیں، جب استاذ ان کو مکتب میں تیار کرتے ہیں تب جا کر وہ دار العلوم میں پڑھنے کے قابل اور لائق ہوتے ہیں؛ اس لیے مکتب کے استاذ کی تعلیم تو بنیادی اور اصل تعلیم ہوئی۔

دار العلوم کے استاذ اور مکتب کے استاذ کی محنت میں زیادہ فائدہ کس میں؟

جب بھی ہمارے ''نورانی مکاتب'' کے مدرسین سے ملاقات ہوتی ہے تو میں ایک بات کہا کرتا ہوں کہ: دیکھیے! حدیث پڑھانے والے اساتذہ، شیخ الحدیث، تفسیر پڑھانے والے اساتذہ، اور فقہ کی کتاب پڑھانے والے اساتذہ بے چارے رات میں کتنی محنت کرتے ہیں؟ کتنا مطالعہ کرتے ہیں؟ کتنی شروحات دیکھتے ہیں؟ تب جا کر صبح میں سبق پڑھاتے ہیں اور اس میں جو بحثیں کرتے ہیں کہ اتنے اقوال ہیں، یہ راجح، وہ مرجوح، یہ دلیل، وہ دلیل، ان میں سے کتنی باتیں طلبہ کو بعد میں یاد رہتی ہیں؟

آپ ہی لوگ بتائیں کہ آپ کے شیخ الحدیث، آپ کے استاذِ حدیث، آپ کے استاذِ تفسیر نے جو بڑی بڑی بحثیں کی تھیں، اس میں سے کتنا یاد ہے؟ بخاری کی پہلی حدیث ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'' کی بحثوں میں سے کوئی مجھے ایک بحث سنا دیوے کہ حدیث اور ترجمۃ الباب میں ربط کیا ہے؟

ترمذی شریف کی پہلی حدیث:

لَاتُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِنْ غُلُوْلٍ.

ترجمہ: نماز بغیر وضو کے قبول نہیں کی جاتی اور نہ صدقہ حرام مال سے قبول کیا جاتا ہے۔

اِس حدیث پر ہمارے استاذ نے ایک ہفتہ تقریر کی تھی؛ لیکن اگر آج آ کر کوئی پوچھے کہ اس حدیث کی کتنی بحثیں یاد ہیں؟ تو مشکل سے کسی کو وہ بحثیں یاد ہوں گی، دورۂ حدیث ہو گیا، بھولنا بھی شروع ہو گیا؛ بلکہ دورہ پڑھتے وقت بھی یاد نہیں رہتا، سالانہ امتحان کے لیے محنت سے ساری بحثوں کو یاد رکھنا پڑتا ہے اور پھر دورہ کے بعد درسیات کا سلسلہ نہیں رہا، پھر تو یہ سب علمی بحثیں ذہن سے نکل جاتی ہیں۔

بہر حال! بڑے مدرسے والے اتنی محنت کرتے ہیں پھر بھی ہمارے طلبہ اتنا خاطر خواہ یاد نہیں رکھتے اور اس کے مقابلے میں تم مکتب میں بچوں کو ''الحمد شریف'' یاد کراتے ہو، کوئی مطالعہ نہیں، کوئی شرح نہیں دیکھی، ایک ''الحمد'' یاد کرائی، یہ بچہ زندگی بھر ''الحمد'' پڑھے گا اور استاذ کے لیے ثواب کا ذریعہ ہوگا۔

التحیات، درودِ پاک اور سورتیں جو استاذ نے یاد کروادیں پوری زندگی استاذ کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

اسی طرح بچے مدرسوں میں جا کر تجوید و قرأت پڑھیں گے، سبعہ وعشرہ پڑھیں گے، تو سوال یہ ہے کہ انھوں نے جو تجوید پڑھی، سبعہ وعشرہ پڑھا یہ کب پڑھا؟ مکتب میں ناظرہ پڑھنے کے بعد پڑھا، اصل تو محنت ناظرہ پڑھانے والوں کی ہے۔

اب تقابل (compare) کرو کہ: ثواب اور ثمرات کے اعتبار سے کون زیادہ کامیاب ہے؟

نتیجے کے اعتبار سے دار العلوم میں پڑھانے والے شیخ الحدیث کے مقابلے میں مکتب کا ایک مدرس اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے، حقیقتِ حال تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں؛ لیکن ظاہر کو دیکھ کر یہی لگتا ہے۔

یہ بے چارے شیخ الحدیث، تفسیر اور فقہ کے اساتذہ اتنی محنت کرتے ہیں، اتنی جدوجہد کرتے ہیں اور مکتب کے اساتذہ کو ماشاء اللہ! اس میں سے دسواں حصہ بھی محنت نہیں کرنی پڑتی؛ لیکن ان کا ثواب اور ان کا صدقۂ جاریہ دیکھو! کتنا لمبا چوڑا!!

آپ ان بچوں کو پڑھا رہے ہیں اس کا فائدہ پوری زندگی ہے، پوری زندگی وہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہونے والا ہے۔

اس لیے آپ لوگ کبھی اپنے پڑھنے پڑھانے کو معمولی اور حقیر مت سمجھو۔

مکتب میں اخلاص کے ساتھ ناظرہ پڑھانے والی کی فضیلت

دیکھو! مکتب میں اخلاص کے ساتھ ناظرہ پڑھانا کسی بڑے مدرسے میں بغیر اخلاص کے بخاری پڑھانے کے مقابلے میں زیادہ افضل ہے؛ کیوں کہ بغیر اخلاص کے بخاری پڑھانے کے مقابلے میں اخلاص کے ساتھ ناظرہ پڑھانا ان شاء اللہ! جنّت

میں لے جانے کا ذریعہ ہوگا۔

آپ یہ بہت بڑا کام کر رہے ہیں، معمولی کام نہیں کر رہے ہیں؛ اس لیے بچوں کی تعلیم اور تربیت کی فکر کریں۔

قرآن پڑھنے پڑھانے والے ''اہل اللہ'' ہیں

دنیا میں جب کسی معمولی انسان کی نسبت کسی بڑے کے ساتھ جوڑ دی جاتی ہے یا کوئی معزز خاندان کا شخص ہوتا ہے تو لوگ اس کی کتنی عزت کرتے ہیں!

ہماری نسبت تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ذکر کی ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ. فَقِيْلَ: مَنْ اَهْلُ اللهِ مِنْهُمْ؟

قَالَ: اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللهِ وَ خَاصَّتُهُ. (مسندِ احمد)

یعنی انسانوں میں سے کچھ اللہ کے اہل؛ یعنی اللہ کی فیملی کے لوگ ہیں۔ پوچھا گیا کہ: اللہ کی فیملی کے لوگ کون ہیں؟

فرمایا: قرآن کے خادم اللہ کی فیملی اور اللہ کے خصوصی لوگ ہیں۔

سبحان اللہ! یہ کتنی بڑی خوشی اور عزت کی بات ہے!

قرآن پڑھنے پڑھانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی فیملی کے ممبر ہیں، اللہ کے خاندان کے لوگ ہیں اور اللہ کے خصوصی بندے ہیں (اللہ تعالیٰ کا نسبی کوئی خاندان نہیں ہے)؛ اس لیے اپنے اندر یہ جذبات رکھو کہ زندگی کی آخری سانس تک ہمیں قرآن پڑھنا پڑھانا ہے؛ اس لیے کہ ہم سب قرآن کے خادم اور اللہ کے گھر کے لوگ ہیں۔

اللہ والا بننے کا بہترین طریقہ

میں مدرسین سے ایک بات کہا کرتا ہوں کہ: اللہ والا بننے کا اگر کوئی بہترین طریقہ ہے تو وہ قرآن کی تعلیم ہے، یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں؛ بلکہ خود اللہ فرمارہے ہیں:

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: لیکن (اس کے بجائے) یوں کہے کہ: تم جو (اللہ تعالیٰ کی) کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم خود بھی (کتاب) پڑھتے ہو اس کی برکت سے تم اللہ والے بن جاؤ۔

یہاں پر ''کتاب'' سے مراد ''قرآن'' ہے اور آیت میں ''ربّانی'' یعنی اللہ والا بننے کا طریقہ بتلایا گیا ہے: قرآن کی تعلیم، تعلم اور تلاوت کی برکت سے انسان اللہ والا بن جاتا ہے۔

ربّانی کون ہے؟

بندے کے قرآنِ کریم کے نہایت آسان ترجمے: ''تیسیرالقرآن'' سے ''عالمِ ربانی'' کے سلسلے میں چند اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

① عن ابن عباس رضی اللہ عنہ الذی یُعَلِّمُ الصِّغَارَ قَبْلَ الْکِبَارِ. یعنی وہ لوگ جو بچوں کو بڑا ہونے سے پہلے علم سکھاتے ہیں وہ عالمِ ربّانی ہے۔

اہم نکتہ: معلوم ہوا کہ مکتب میں پڑھانے والے ''عالمِ ربّانی'' کہلانے کے سب سے پہلے مصداق ہیں۔

② ربّانی وہ ہیں جو طالب کو اس کی استعداد کے مطابق سبقاً سبقاً چھوٹے

چھوٹے علوم کے ذریعے بتدریج اونچے علوم تک پہنچا دیں اور مکتب سے حافظ، عالم، مولوی، مفتی بنانے کی فکر کریں۔

③ ربّانی وہ ہیں جو لوگوں کی تربیت کر کے ان کو علم وعمل کے ذریعہ ادب و اخلاق سکھائے۔

④ ربّانی وہ ہیں جو رب کے طریق کے تابع ہو، کامل علم وعمل سے مزین ہو، اللہ کے دین اور اطاعت کو مضبوطی سے پکڑ کے رہے۔

⑤ رب کی طرف نسبت؛ یعنی اللہ والا بننا۔

⑥ ''ربّان'' کی طرف نسبت ہے اور ''ربّان'' اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کو خیر و بھلائی اور دین کی بات سکھلائے، لوگوں کا سردار بن کر رہے۔ (از تیسیر القرآن)

لہذا یہ قرآن سیکھنا اور سکھانا اللہ والا بننے کا بہترین طریقہ ہے؛ اس لیے اس کام کو معمولی نہ سمجھیں!

ہم قرآن کے خادم ہیں؛ ملازم نہیں

ایک بات ہمیشہ اپنے دماغ میں رکھیں کہ: ہم مدرسے میں نوکری اور ملازمت نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ ہم قرآن کی خدمت کرتے ہیں، اگر یہ سوچ کر پڑھائیں گے تو ان شاء اللہ! آپ وقت سے پہلے درس گاہ میں حاضری دیں گے اور وقت کے بعد نکلیں گے اور ملازمت سمجھیں گے تو ٹائم اور گھڑی دیکھ کر جائیں گے اور ٹائم دیکھ کر نکل جائیں گے؛ اس لیے اپنے آپ کو قرآن کا خادم سمجھیں، خوب وقت کی پابندی کریں، مدرسہ کا جو وقت ہو اس سے پہلے جائیں اور وقت پورا ہونے کے بعد نکلیں، اگر آپ وقت سے پہلے مدرسہ پہنچ جائیں گے تو بچے بھی ان شاء اللہ! پابندی سے آئیں گے۔

تنخواہ قرآن کی خدمت کا صلہ نہیں ہوسکتی

جو وقت آپ مدرسہ میں دیتے ہیں وہ اگر دنیا کے کسی کاروبار میں دیتے تو ضرور زیادہ نفع کما لیتے؛ لیکن آپ نے اللہ کی کتاب کے لیے وقت دیا ہے تو ان شاء اللہ! اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائیں گے۔

ہم جو کچھ بچوں کو پڑھا رہے ہیں یہ بات آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہم بہت بڑی چیز امّت کو سکھا اور پڑھا رہے ہیں، دنیا کی کوئی چیز اس کا بدلہ نہیں بن سکتی۔

آپ نے کلمۂ طیبہ کی فضیلت تو سنی ہے اور لوگوں کو سنائی بھی ہے کہ ساتوں زمین اور ساتوں آسمان ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور دوسرے پلڑے میں کلمۂ طیبہ رکھ دیا جائے تو کلمۂ طیبہ کا وزن زیادہ ہو جائے گا۔

اسی طرح روایتوں میں آتا ہے کہ: جو شخص کسی کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنا سکھا دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

آپ اندازہ لگائیں کہ ایک کلمہ اور بسم اللہ کی اتنی بڑی فضیلت ہے تو ہم تو بچوں کو پورا قرآن پڑھنا سکھاتے ہیں، آخر ہمارے لیے کیسی کیسی نعمتیں ہوں گی؟

اس لیے اگر مدرسے کے ناظم اور کمیٹی والے ہماری ضروریات پوری نہ کریں، ہماری چاہت کی تنخواہ ہم کو نہ دیں تو ہم اس کو قرآن سے نہ جوڑیں؛ بلکہ یہ سوچیں کہ ہم تو قرآن کے خادم ہیں، ہم تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے خدمت کرتے ہیں، ہمیں جو کچھ ملتا ہے وہ کبھی قرآن کا بدلہ اور ہماری محنت کا صلہ نہیں ہوسکتا، اس کا بدلہ اور صلہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائیں گے۔

لہٰذا آپ لوگ عزائم کریں کہ ہم محض اللہ کے لیے دینی خدمت انجام دیں گے اور ہم اس کو اپنی تنخواہ اور اجرت کے ساتھ کبھی نہیں جوڑیں گے۔

تنخواہ، وقت کی ملتی ہے

مدرسے کے وقت میں موبائل پر بات کرنا، واٹس ایپ پر میسج دیکھنا، چائے، ناشتے کی محفل لگانا، یہ سب چیزیں بالکل غلط اور نہایت بری ہے، مدرسے کا وقت آپ کے لیے امانت ہے، امانت داری کا آپ کو لحاظ رکھنا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝۱ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۝۳

ترجمہ: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے ﴿۱﴾ ان کی حالت ایسی ہے کہ جب لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری (بھر کر) لیتے ہیں ﴿۲﴾ اور جب ان (لوگوں) کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔

آج تک ہم نے اِس آیت کو اور اس کی تفسیر کو تاجروں کی لیے بیان کیا؛ لیکن ذرا سنو! حقیقت یہ ہے کہ: یہ آیت ہر اس آدمی کے واسطے ہے جو کسی سے کچھ لین دین کا معاملہ کرتا ہے۔

آپ لوگ گستاخی معاف فرمائیں! ہم کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ بچوں کو وقت دے کر پڑھانے پر ملتی ہے، یہ بھی ایک طرح کا لین دین اور معاملہ ہی ہے کہ ہم اپنا وقت دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں ہمیں تنخواہ ملتی ہے۔

اب اگر ہم اُس وقت میں تعلیم کے علاوہ دوسرا کام کریں گے تو ہم بھی اس آیت کا مصداق بنیں گے۔

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا تھانہ بھون میں مدرسہ ہے، حضرت کے زمانے میں ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ہر استاذ کے پاس ایک کاغذ جاتا تھا کہ آپ نے تعلیم کے اوقات میں تعلیم کے علاوہ کوئی دوسرا کام کیا ہو تو لکھ دیجیے، وہ اساتذہ بھی امانت دار تھے؛ اس لیے جس استاذ نے بھی تعلیم کے اوقات میں تعلیم کے علاوہ اپنا کوئی بھی ذاتی کام کیا ہوتا تو وہ اس کو اس پرچے میں لکھ دیتے تھے اور اتنی تنخواہ کم لیتے تھے۔ کتنی بڑی امانت اور دیانت داری کی بات تھی!

غرض! میں آپ سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ مثلاً صبح سات بجے سے دس بجے تک مدرسے کا وقت ہے تو یہ بچوں کی امانت ہے، اس کا ایک ایک سیکنڈ قرآن اور اس کی تعلیم کے واسطے ہے؛ لہٰذا اس میں سے ایک منٹ بھی کسی دوسرے کام میں لگاؤ گے تو اِس آیت کے مصداق بنو گے۔

''ویل''، جہنّم میں ایک خطرناک وادی کا نام ہے کہ خود جہنّم بھی اس سے پناہ مانگتی ہے۔

اس لیے میرے معزز علمائے کرام اور میری محترم معلمات! بہت ادب سے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ: تعلیم کے وقت میں کوئی دوسرا کام مت کرو؛ بلکہ سو فیصد اپنا وقت ان بچوں کی تعلیم کے پیچھے لگاؤ، یہ امانت داری کا بھی تقاضا ہے اور قرآن کا حکم بھی ہے، اگر اس میں خلاف ورزی کریں گے تو نعوذ باللہ! خیانت کا گناہ ہوگا۔

قرآن کی عظمت اپنے عمل سے بھی ظاہر کرنی چاہیے

قرآن اللہ کا کلام ہے، سب سے افضل اور اونچی کتاب ہے، اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہوسکتی، یہ ہمارا عقیدہ ہے؛ لیکن جب اسی قرآنِ کریم کو پکڑے قوم کے بچے ہمارے پاس اپنا قیمتی وقت لے کر اِس امید پر آتے ہیں کہ استاذ جی ہمیں کچھ پڑھائیں گے تو ہم اس وقت میں اخبار (News Paper) لے کر بیٹھ جاتے ہیں، اس وقت ہم موبائل پر بات چیت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آپ نے کبھی سوچا کہ: یہ قرآنِ کریم کی کتنی بڑی بے ادبی ہے؟

اس لیے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کے مقابلے میں اخبار کو اور موبائل پر بات کرنے کو بہتر سمجھا، اگر ہمارے دل میں قرآن کی عظمت ہوتی تو ہم اُس وقت اِن چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔

الحمدللہ! ہمارے دلوں میں قرآن کی عظمت ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے؛ لیکن اس کو اپنے عمل سے بھی ظاہر کیجیے اور اس کو عمل سے ظاہر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم کے وقت دنیا کا کوئی دوسرا کام نہیں ہونا چاہیے، صرف اور صرف قرآن کی تعلیم ہونی چاہیے۔

اللہ کا دھیان ہوگا تو پابندی ہوگی

بہت سے ہمارے معلّمین اور معلّمات یہ سوچ کر مدرسے میں بیٹھے بیٹھے خارجی کام کرتے ہیں کہ ناظم صاحب اور متولّی صاحب میں سے کوئی پوچھتا نہیں ہے اور کبھی کوئی دیکھنے بھی نہیں آتا ہے۔

میرے معزز علما! چلو مان لو! کوئی پوچھنے اور دیکھنے والا نہیں ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ دیکھتے ہیں:

اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾

کیا اس شخص کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔

آپ یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر وقت اور ہر جگہ دیکھتے ہیں؛ چاہے ناظم اور متولی صاحب دیکھے یا نہ دیکھے۔

اور دوسری بات یہ سوچیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھا رہا ہوں۔ یہ سوچ کر پڑھائیں گے تو ان شاء اللہ! قرآن کے وقت میں کبھی کوئی خارجی کام نہیں کرو گے۔

اور اس کا اچھا اثر بچوں پر بھی پڑے گا، جب بچے دیکھیں گے کہ میرے استاذ مدرسے کے وقت میں ہمیں پڑھانے کے علاوہ اور دوسرا کوئی کام نہیں کرتے ہیں تو وہ بھی ایک اچھا اثر لیں گے اور اگر بچوں نے یہ دیکھا کہ استاذ جی تو مدرسے کے وقت میں واٹس ایپ پر مشغول ہیں تو بچوں کے دل و دماغ پر بھی غلط اثر پڑے گا۔

اس لیے یہ بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ میرے اللہ مجھے دیکھتے ہیں، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! ہم کبھی گڑبڑی نہیں کریں گے۔

نوٹ: ہمارے ''نورانی مکاتب'' میں اساتذہ کے نگران علما کو ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم نے نگران علما کی تربیتی مجلس میں ''معاون'' کا لقب دیا ہے۔

اور یہ اصطلاح بہت اچھی لگی؛ اس لیے کہ نگران علمائے کرام اساتذہ کے لیے تعلیم و تربیت کے کام میں درحقیقت معاون ہی ہیں، تب سے ہمارے یہاں نگران علما

کو ''معاون'' کا لقب دیا جانے لگا، اس سے ان نگران علما کو بھی احساس رہتا ہے کہ ہمیں تعلیم وتربیت کے کام میں اساتذہ کا تعاون کرنے کے لیے رکھا گیا ہے، حکم چلانے والا اور ''جبار'' بنا کر نہیں رکھا گیا ہے۔

ہمیں احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے

ہمارے بعض قرآن پڑھانے والے معلمین سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آپ کیا پڑھاتے ہیں؟

تو ان کو ''ناظرہ قرآنِ کریم پڑھاتا ہوں'' یہ کہنے میں شرم آتی ہے؛ اس لیے وہ یوں کہتے ہیں کہ: میں جلالین شریف کا متن پڑھاتا ہوں۔

میرے بہت ہی معزز علمائے کرام! یہ ایک قسم کی احساسِ کمتری ہے، ہمیں بالکل بھی احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ پورے عزم وہمّت کے ساتھ، فخر کے ساتھ اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیے کہ: الحمدللہ! میں ناظرہ قرآن پڑھاتا ہوں، الحمدللہ! میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک زبان سے نکلے ہوئے کلمات کی برکت سے اِس دنیا میں سب سے اچھا انسان ہوں۔

جب آپ اپنا مقام، مرتبہ اور کام سوچیں گے اور سمجھیں گے تب جا کر آپ کامیاب استاذ بن سکیں گے۔

اگر ہم اس کام کو سب سے بہتر کام سمجھیں گے تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم احساسِ کمتری کے شکار نہیں ہوں گے، جس میں آج کل ہمارا طبقہ مبتلا ہے، مثلاً: کسی نے کسی ڈاکٹر یا انجینئر کو دیکھا یا کسی کا بڑا گھر دیکھا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ:

کاش میں بھی ڈاکٹر یا انجینئر ہوتا یا میرا بھی ایسا بڑا امکان ہوتا تو یہی احساسِ کمتری ہے اور یہ احساسِ کمتری اس لیے پیدا ہوئی کہ اس نے اپنے پاس موجود نعمت؛ یعنی قرآنِ کریم کو عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور اس کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت نہیں سمجھا۔

تم جس چٹائی پر بیٹھ کر پڑھاتے ہو اس کے ایک دھاگے کے تقدّس پر ملائکہ رشک کرتے ہیں

ارے! تم تو قرآن کے خادم ہو، ان مال داروں کو اور ان کی گاڑیوں، ان کے بنگلے اور آفسوں کو کیا رشک کی نظروں سے دیکھتے ہو؟ تم جس چٹائی پر بیٹھ کر بچوں کو قرآن پڑھا رہے ہو، اس چٹائی کے ایک ایک دھاگے کے تقدس پر ملائکہ رشک کرتے ہیں، دنیوی ڈگریوں کی تو تمھارے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

جب ہمارا یہ یقین ہوگا کہ میں جو کام رہا ہوں اللہ کی نظر میں اس سے اچھا کوئی کام نہیں ہوسکتا تو کبھی ان کی گاڑیوں پر، ان کی آفسوں پر، ان کی آمد و رفت پر ہم رشک کی نظریں نہیں ڈالیں گے۔

دنیا داروں کی طرف رشک کی نگاہ سے دیکھنے کی ممانعت

ایسے دنیا پرست لوگوں کی چیزوں پر رشک کی نگاہیں ڈالنے سے تو خود قرآن میں ہم کو منع کیا گیا ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ (طٰہٰ)

ترجمہ: اور ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف لوگوں کو دنیوی زندگی کی رونق

کا جو سامان مزے اڑانے کے لیے دے رکھا ہے اس کی طرف آنکھیں اٹھا کر کے ہرگز مت دیکھو؛ تا کہ ہم ان کو اس میں آزمائیں، اور تمھارے رب کا (دیا ہوا) رزق بہت اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

دیکھو! کتنا بڑا حکم ہے، نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

ہمارے استاذ کی تربیت کا انداز

جب ہمارے نام کے ساتھ رسمی طالبِ علم کا لفظ لگتا تھا اس دور میں یعنی ہمارے پڑھنے کے زمانے میں مدرسے میں کار یا گاڑی کا آنا بہت انوکھی بات سمجھی جاتی تھی، اب تو ماشاءاللہ! مدرسین کار لے کر پڑھانے آتے ہیں۔

بہرحال! جب کبھی کوئی صاحب مدرسے میں گاڑی لے کر آتے تو ہمارے یہاں ڈابھیل مدرسے میں مسجد کے سامنے عام طور پر وہ گاڑی پارک کرتے تھے، پھر جب طلبہ عصر کے بعد نکلتے تو اس کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے، ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم العالیہ یہ فرماتے تھے کہ:

کسی کو بھی میں نے دیکھا کہ اس کی گاڑی کے اردگرد کھڑے ہو کر لالچ بھری نگاہ سے دیکھ رہا ہے تو وہیں تنبیہ کروں گا؛ اس لیے کہ تمھارا ان کی گاڑیوں کو للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنا، یہ نعوذ باللہ! قرآن والی نعمت کی حقارت ہے، قرآن کی نعمت جو اللہ نے تمھیں دی ہے تم اس کی قدر نہیں کر رہے ہو۔

اپنے عمل سے ایک طرف تو کہہ رہے ہو کہ: ”خیر کم من تعلم القرآن و علمه“ اور دوسری طرف ان دنیوی چیزوں کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہو، یہ تو قرآن والی نعمت کی تحقیر ہے۔

یہ حضرت الاستاذ کی تربیت کا اپنا انداز تھا۔

بہر حال! ہم جو کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا میں اس سے اچھا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا، یہ یقین ہمارے دل ودماغ میں ہونا چاہیے اور ہمارے عمل سے بھی ظاہر ہونا چاہیے۔

پڑھانے کے ساتھ دنیوی کاروبار کی نحوست

یہاں پر میں آپ حضرات کی خدمت میں ایک خاص بات عرض کرنا چاہتا ہوں جس میں ہمارا طبقہ مبتلا ہوتے جارہا ہے، وہ ہے دنیوی کاروبار، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ. (النمل:۲۴)

ترجمہ: اور شیطان نے ان کو یہ سمجھا دیا ہے کہ ان کے کام بہت اچھے ہیں۔

یاد رکھنا! شیطان ایک ہی طریقے اور ایک ہی نوعیت سے کاموں کو مزین نہیں کرتا ہے؛ بلکہ مختلف طریقوں اور حیلوں سے سنوارتا اور مزین کر کے پیش کرتا ہے اور ہمارے طبقے کے لیے اس کی نوعیت کیا ہے؟

وہ ہے سائڈ بزنس کہ مدرسے میں تو ہمارا وقت صرف تین گھنٹے کا ہے، اس کے علاوہ وقت تو فارغ ہے تو چلو کوئی کام کر لیتے ہیں، کوئی بزنس کر لیتے ہیں اور پھر وہ اس میں ہم کو ایسا مبتلا کرتا ہے کہ پھر قرآن کی تعلیم وتعلم کی اہمیت ختم کروا دیتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ پہلے وہ سائڈ بزنس تھا اور اب مدرسہ سائڈ بزنس بن گیا، قرآن کی تعلیم سائڈ بزنس کی طرح بن گئی اور پھر آہستہ آہستہ دین اور مدرسے کا پڑھنا، پڑھانا بالکل ختم ہو گیا یا معمولی سا باقی رہ گیا اور زیادہ تر وقت کاروبار میں لگنے لگا تو اب سوچیے کہ یہ کاروبار کہاں تک آپ کے لیے مناسب ہوا؟ یہ تو دین کی تعلیم کے

نقصان کا ذریعہ بنا؛ ورنہ فی ذاتہ پڑھنے پڑھانے کے ساتھ کوئی آدمی شرعی دائرے میں رہ کر حلال کاروبار کرے تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے؛ بلکہ یہ حلال کمائی اس مقصد سے ہو کہ اس سے ہماری ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہو جائے تو پھر ہم لوجہ اللہ بغیر تنخواہ کے اخلاص کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا کام کریں گے، یہ تو بہت اچھا کام ہے۔

مضاربت اور کاروبار میں لوگوں کو دھوکا دینا

آج کل بہت سے مولوی اور حافظ حضرات لوگوں سے چھوٹی بڑی رقم جمع کر کے مضاربت (investment) کا کام کرتے ہیں، پھر آج کل کے حالات کے اعتبار سے جس طرح اونچ نیچ چل رہی ہے جب وہ سرمایہ کہیں پھنس جاتا ہے یا دھوکے کی وجہ سے کہیں مکمل برباد ہو جاتا ہے تو وہ مولوی صاحب بدنام ہو جاتے ہیں، عوام بھی مولوی صاحب سے بدگمان ہو جاتے ہیں، بہت سے کام کے علمائے کرام اس طرح کے مضاربت کے چکّر میں پڑے اور پھر ان کو روپوش یا فرار ہو جانا پڑا، پڑھنا پڑھانا بالکل چھوڑ دینا پڑا؛ بلکہ اس سے بھی زیادہ نعوذ باللہ! ایسے واقعات بھی سننے میں آئے کہ کسی مولوی صاحب نے خودکشی کی اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ مضاربت میں لوگوں کے پیسے لے رکھے تھے اور سارا پیسہ کہیں برباد ہو گیا تو اس بے چارے کو خودکشی کرنی پڑی، اس طرح کے واقعات بھی سننے میں آتے ہیں۔

آج کل یہ چیز ہمارے طبقے میں بہت بڑھ رہی ہے؛ لہٰذا اس طرح کے چکّروں سے اپنے آپ کو بچانے کی بہت زیادہ سخت ضرورت ہے۔

بہر حال! اخلاص کے ساتھ پڑھو، پڑھاؤ، اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات پوری فرمائیں گے ان شاء اللہ!۔

ویسے بھی مولویوں کو مضاربت راس نہیں آتی
امام بخاریؒ کا مضاربت میں دھوکے کا واقعہ

امام بخاریؒ کے والد نے ترکے میں کافی مال چھوڑا تھا، امام صاحب نے وہ مال مضاربت پر دے دیا، ایک مرتبہ ایک مُضارِب پچیس ہزار درہم لے کر دوسرے شہر میں جا کر آباد ہوگیا، اس طرح امام بخاریؒ کی رقم ضائع ہونے لگی، لوگوں نے کہا کہ: مقامی حاکم سے خط لکھوا کر اس علاقے کے حاکم کے پاس بھجوا دیجیے تو رقم آسانی سے مل جائے گی۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ: اگر آج میں حاکم کی سفارش کے ذریعے اپنی رقم حاصل کروں گا تو کل یہی حاکم میرے دین میں دخل اندازی کرے گا اور میں اپنے دین کو دنیا کے عوض ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ پھر یہ طے ہوا کہ مقروض دس درہم ہر مہینے ادا کرے گا؛ لیکن اس میں سے ایک درہم بھی امام بخاریؒ کو نہیں ملا۔

روزی کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لیا ہے

اسی لیے میرے معزز علمائے کرام! آپ لوگ امّت کے اور ہمارے سروں کے تاج ہیں، میں بہت ادب کے ساتھ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ جب اپنے نافرمانوں کو اور باغیوں کو بھوکا نہیں سلاتے تو ہم تو اللہ کی کتاب کی خدمت کر رہے ہیں، تو کیا وہ اللہ ہمیں بھوکا سلائیں گے؟

نہیں! ہرگز نہیں! خود قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. (هود:٦)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور بھی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تو انسانوں سے بڑھ کر جانوروں اور حشرات الارض (کیڑے مکوڑوں) کے لیے بھی رزق کا ذمہ لیا ہے، تو ہم تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خادم ہیں، اس کے باوجود کیا اللہ تعالیٰ ہمیں محروم کریں گے، بھوکے رکھیں گے، پیاسے سُلائیں گے؟ نہیں اور ہرگز نہیں!

بلکہ یہ تو شیطان نے ہمارے دلوں میں ایک ڈر اور خوف پیدا کر دیا ہے کہ: اتنی تنخواہ سے کیا ہوگا؟ کچھ تو کرنا پڑے گا؛ ورنہ ہمارے بیوی بچے کیا کھائیں گے؛ اس لیے چلو! فارغ وقت میں کوئی کاروبار کر لیتے ہیں اور پھر ایسا کرتے کرتے ہم کو ایسا کاروبار میں مبتلا کرتا ہے کہ ہم اسی کے ہو کر رہ جاتے ہیں، یہ شیطانی چال اور داؤ ہے جس کو ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

فارغ وقت میں کرنے کے کام

اب رہی یہ بات کہ: فارغ وقت میں ہم کیا کریں؟ تو میں آپ کو کام بتاتا ہوں:

سب سے پہلے تو آپ کو سبق کی تیاری کے جو دو کام میں نے بتلائے اس کو کیجیے۔

دوسرا کام یہ ہے کہ: اِس وقت بڑے شہروں میں اور چھوٹے گاؤں میں امّت کا چالیس فی صد طبقہ وہ ہے جو کسی مکتب یا مدرسے سے جڑا ہوا نہیں ہے، وہ ہمارے فارغ اوقات کا میدان ہے۔

یہ میں نے بہت احتیاط سے کہا ہے کہ: امّت کا چالیس فی صد طبقہ مکتب اور مدارسہ سے دور ہے؛ شاید میں کم فی صد بتلا رہا ہوں، صرف صوبۂ گجرات کے اندر ہی کم

سے کم میری ناقص رائے میں بیس سے پچیس فی صد علاقے ایسے ہیں جہاں مسلمان ہیں؛ مگر مکتب نہیں ہے۔

ارتداد پہلے کہاں آتا ہے؟

یاد رکھیے! ارتداد ہماری پرانی مسجدیں اور پرانی آباد بستیوں میں نہیں آئے گا؛ بلکہ جھونپر پٹیوں میں آئے گا، نئی کالونیوں میں آئے گا، جہاں دین کے نام کی کوئی نقل و حرکت نہیں ہے، عبادت خانہ اور مسجد نہیں ہے، مدرسہ اور مکتب نہیں ہے، ایمان کے لٹیرے ایسے ہی علاقوں کو ٹارگیٹ بناتے ہیں اور ہم سے پہلے وہ پہنچ جاتے ہیں؛ اس لیے اپنے فارغ اوقات میں ایسے علاقوں میں جاکر مسلمانوں کو تلاش کرو۔

ہماری محنت کے میدان

① شہروں میں نئی آباد ہونے والی کالونیوں میں رہنے والے مسلمان۔

② اپارٹ منٹ کے فلیٹوں میں رہنے والے مسلمان۔

③ گندے اور تنگ گلی کوچوں (جھونپڑے اور "سَلم" (Slum Area)) میں بسنے والے مسلمان۔

④ ندی اور سمندر کے کنارے کے قریب آباد ہونے والے مسلمان۔

⑤ مختلف سرکاری محکموں کے اسٹاف کواٹر میں رہنے والے مسلمان۔

⑥ جو مسلمان مسلم آبادیوں سے دور خالص غیر مسلموں کے درمیان رہتے ہیں۔

⑦ مسلم آبادیوں میں رہنے والے وہ گھرانے جن کے بچے مدرسوں میں پڑھنے نہیں آتے۔

ان تمام قسم کے گھرانوں سے بچوں کو تلاش کر کے ان کو پڑھانا ہے اور بڑی عمر کے مرد اور عورتیں جنھوں نے اب تک تعلیم حاصل نہیں کی ان کے پیچھے بھی ہمیں محنت کرنی ہے۔

بادل بن کر پیاسے علاقوں میں برسو!

حدیث میں آتا ہے:

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضاً فَكَانَتْ طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا.الخ(متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھ کو مبعوث کیا ہے اُس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے اس پانی کو جذب کر کیا اور اس نے چارہ اور بہت سا سبزہ اگایا اور زمین کا بعض حصہ سخت تھا، اس نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع دیا، انھوں نے وہ پانی خود پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتیاں کیں الخ۔

میرے بہت ہی پیارے علمائے کرام! آپ بھی ''کَمَثَلِ غَیْثٍ'' کا مصداق بن کر بارش کی طرح ہر جگہ جا کر برسو! یہ فیض پہنچانے کا اعلیٰ درجہ ہے؛ اگرچہ آپ کی شخصیت کنویں کی طرح ہے، پھر بھی کنواں ہونے کے باوجود پیاسے کے پاس جانا ہے۔

ہاں! جب آپ اُس مقام پر پہنچ جائیں گے جس مقام پر ابھی حضرت مولانا اسماعیل صاحب اور حافظ الطاف صاحب ہیں تو پھر آپ کے پاس لوگ سامنے سے آئیں گے؛ لیکن اس کے لیے پہلے ہمیں بادل بن کر پیاسے علاقوں میں جا کر برسنا ہوگا اور ایسے بنجر علاقوں کو ہرا بھرا کرنا ہوگا، تب جا کر اللہ تعالیٰ یہ مقام عطا فرماتے ہیں۔

اس لیے خوب تلاش کرو! اگر ہماری محنت سے ایک بچے کا بھی ایمان بچ گیا، اس کی قرآن کی چند سورتیں صحیح ہوگئیں تو یہ ہماری نجات اور ہمیں جنّت میں لے جانے کے لیے کافی ہوجائے گا۔

ہماری ایک بہت بڑی غلط فہمی

ایک بہت بڑی غلط فہمی جو ہمارے اندر بیس سال پہلے تھی اور شاید آپ کے اندر بھی ہو، یہ ہے کہ: ہمارے علاقے میں تو بڑے بڑے دارالعلوم، بڑے بڑے جامعات اور مدرسے قائم ہیں؛ اس لیے یہاں تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن اس مالک کا احسان ہوا کہ: اس نے یہ غلط فہمی اس وقت دور فرمادی جب ہم بنجر علاقوں اور پس ماندہ بستیوں میں پہنچے تو وہاں ایک بھی مکتب نہیں تھا؛ لیکن جب وہاں محنت اور کام ہوا تو اب الحمدللہ! ایک سو تینتیس (۱۳۳) کلاسیں سورت جیسے شہر کے غریب علاقوں میں چل رہی ہیں اور پورے گجرات کی تعداد تو اس سے بہت زیادہ ہے۔

اسی طرح سورت کے قریبی علاقوں: اون، سچن، بھیستان کی جھونپڑ پٹیوں میں قدم رکھا تو وہاں پر بھی مکتب نام کی کوئی چیز نہیں تھیں؛ لیکن اب الحمدللہ! کام چل رہا ہے۔

بہرحال! یہ کرنے کے کام ہیں؛ اس لیے احساسِ کمتری کو اپنے اندر سے ختم کرو اور اپنے اندر یہ یقین جماؤ کہ ہم جو کام کر رہے ہیں وہ بہت اونچا کام ہے۔

ارتداد کا ماحول اور ہماری ذمّے داری

اِس وقت ارتداد کی آندھیاں چل رہی ہیں؛ یعنی امّت کے ایمان کو برباد کرنے والا ماحول بنایا جارہا ہے اور یہ بربادی اسکول کی تعلیم کے ٹائٹل سے، کالج کی تعلیم کے ٹائٹل سے، میڈیا کے ٹائٹل سے اور انٹرنیٹ کے ٹائٹل سے آرہی ہے، یہ سب ارتداد کے اور مرتد بنانے کے ٹائٹل ہیں، امّت کو ارتداد سے روکنے کے لیے آپ حضرات کی خدمات اور قربانی بہت بڑی ہے۔

آج اسلامی ماحول میں اسکول اور کالج کی تعلیم ملے اس کی بھی فکر کرنی چاہیے۔

آخری سانس تک قرآن کی خدمت

اللہ تعالیٰ زندگی کی آخری سانس تک قرآن پڑھانے کے لیے قبول کرلیوے، اللہ سے رورو کر مانگو، دنیا اور مال کی خاطر ہم قرآن کی خدمت کی قربانی نہ دے دیوے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو صلاحیت دی ہے بہت اونچی صلاحیت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی ذہنی صلاحیت دی ہے کہ آپ کی صلاحیت اور وقت دنیا کے پیچھے لگے تو آپ دنیا داروں سے زیادہ کاروبار میں آگے نکل جائیں؛ لیکن یہ صلاحیت، یہ استعداد قرآن کے پیچھے لگے اس کی کوشش کرو اور طے کرو کہ آخری سانس تک ہمیں قرآن کی خدمت کے ساتھ اپنے آپ کو لگائے رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت سے رکھے؛ لیکن حالات آوے تو سارے حالات کو برداشت کرکے ہماری روح قرآن پڑھتے پڑھاتے نکلے، یہ ہمارے عزائم بھی ہوں اور دعائیں بھی ہوں اور کوشش بھی ہو کہ ہم قرآن پڑھاتے پڑھاتے دنیا سے جاویں۔

میرے والد صاحبؒ کی تمنا

اِس مجمع میں بہت سے لوگ ہیں جو میرے والدِ مرحوم کو جانتے ہیں، پچاس سال سے زیادہ اُس اللہ کے بندے نے مکاتب کی خدمت کی۔

ایک مرتبہ میں ڈابھیل سبق پڑھا رہا تھا، اُس زمانے میں موبائل نہیں تھے، مدرسے کی آفس میں گھر سے فون آیا کہ والد صاحب کی آخری حالت ہے، میں چوتھے گھنٹے کے سبق سے رخصت لے کر گھر پہنچا، تب تک والد صاحب کو کچھ افاقہ ہو چکا تھا، اس سے پہلے واقعی حالت ایسی ہوگئی تھی، بے ہوش اور جیسے آخری حالت چل رہی ہو، محلّے والے بھی سب جمع ہوگئے اور کلمہ پڑھ رہے تھے، میں جب پہنچا تو تھوڑے ہوش میں آچکے تھے، جیسے ہی ہوش میں آئے پہلے گھڑی دیکھی اور گھڑی دیکھ کر فرمایا: تیرا تو ابھی مدرسے کا وقت ہے، تو ابھی یہاں کیسے آگیا؟

میں نے کہا کہ: آپ کی یہ حالت ہوگئی تھی تو یہاں سے فون آیا؛ اس لیے میں چوتھے گھنٹے کے سبق سے رخصت لے کر آیا ہوں۔

والد صاحب نے فرمایا کہ: بیٹا! موت تو وقت پر آکر رہے گی؛ لیکن میری چاہت اور آرزو یہ ہے کہ میری موت اِس حال میں آئے کہ میں یہاں بارڈولی میں بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھا رہا ہوں اور تو وہاں ڈابھیل میں تفسیر اور قرآن کا ترجمہ پڑھا رہا ہو۔

آج بھی جب وہ جملے یاد کرتا ہوں تو رونا آتا ہے۔

کیسے جذبات تھے؟ أُولٰئِكَ اٰبَائِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ.

یہ جذبات رکھو کہ زندگی کی آخری سانس تک قرآن اور دین پڑھانا ہے۔

قطبِ عالم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ اور ''نورانی مکاتب'' کی نسبت

ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں، ہمارا خانقاہی سلسلہ اس طرح ہے:

اول میرے پیر و مرشد: حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ ہے اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا میرے دادا پیر ہوتے ہیں، ان کے پیر ہوتے ہیں: حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ جنھوں نے ابوداوٗد شریف کی شرح ''بذل المجہود'' لکھی ہے، ان کے پیر ہوتے ہیں: قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جو ہماری فکرِ دیوبندیت کے سرچشمہ و اسوہ ہیں، آپ کی اور میری حدیث کی سند حضرت گنگوہیؒ سے چلتی ہے، اور ان کے پیر ہوتے ہیں: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکیؒ اور ان کے پیر ہوتے ہیں: قطبِ عالم حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ۔

مکتب کے ایک مثالی استاذ

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ ایک اچھے، کامل اور کامیاب استاذ تھے، ان ہی کی نسبت سے ہم ''نورانی مکاتب'' قائم کیے ہوئے ہیں۔

اپنے زمانے کے بہت بڑے امام الابدال اور امام القطب تھے؛ لیکن بچوں کو مکتب پڑھاتے تھے۔

یوپی میں مکتب پڑھانے والے استاذ کو- جو حافظ بھی نہ ہو، مولوی بھی نہ ہو، صرف مکتب پڑھانا جانتا ہو- ''میاں جی'' کہتے ہیں، آپ کو بھی اسی لیے ''میاں جی'' کہتے

ہیں کہ آپ مکتب پڑھاتے تھے؛ ورنہ آپ کا نام تو نور محمد تھا۔

اور ''جھنجھانہ'' سہارنپور کے قریب میں ایک بستی کا نام ہے، وہاں پر ''لوہاری'' میں آپ رہتے تھے اور بچوں کو پڑھاتے تھے اور اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ بچوں کو مکتب پڑھاتے پڑھاتے حال یہ تھا کہ ۳۰؍سالہ زندگی میں ایک مرتبہ بھی حضرت کی تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

کیسے لوگ ہوا کرتے تھے! آج ہم لوگ وقت کے ایسے پابند بنیں کہ لوگ ہماری پابندی دیکھ کر گھڑی صحیح کریں، مثلاً ٹھنڈی کا زمانہ ہے، مدرسے کا ٹائم ساڑھے سات ہے تو مولانا اتنے پابند ہیں کہ ساڑھے سات پر آہی جاتے ہیں اور وقت سے پہلے آجاوے تو سونے پے سہاگا!

جس دن آپ نوکری نہیں سمجھیں گے، قرآن کی خدمت سمجھیں گے تو وقت سے پہلے آنا آسان اور وقت کے بعد جانا آسان ہوجائے گا۔

حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے انتقال کے کتنے سال ہوگئے؟

غالباً ۱۲۵۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے اور یہ ۱۴۴۳ھ چل رہا ہے، دوسو سے اوپر سال ہوگئے؛ لیکن جہاں بیٹھ کر انھوں نے ذکر کیا تھا اور قرآن پڑھایا تھا وہاں آج بھی خوشبو محسوس ہوتی ہے، جس کو دیکھنا ہو وہ لوہاری جاکر دیکھ سکتا ہے، میں نے تو خود سونگھی ہے، اللہ اکبر!

لوہاری میں بیٹھ کر بچوں کو مکتب میں ''الف، ب'' پڑھاتے تھے اور اپنے زمانے کے اتنے بڑے ولی اور اتنے بڑے روحانی امام تھے کہ مکتب پڑھاتے پڑھاتے اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کو مکتب ہی میں صاحبِ نسبت بنادیتے تھے، اللہ اکبر!

یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔

یہ واقعہ میں آپ کو ایسے ہی نہیں سنا رہا ہوں ؛ بلکہ یہ بتانے کے لیے کہ سنا رہا ہوں کہ حقیقت میں اللہ والا بننے کا کوئی بہترین طریقہ ہے تو وہ قرآن کا سیکھنا اور سیکھانا ہے۔

اپنا اصلاحی تعلّق قائم کرو

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکیؒ پہلے نقشبندیہ سلسلے میں بیعت ہوئے، جب آپ کے پیر صاحب کا انتقال ہو گیا تو دوبارہ کس سے بیعت کریں اس کی فکر میں تھے۔

میں علمائے کرام سے یہ درخواست بھی کرتا ہوں کہ استخارہ کر کے جس اللہ کے ولی کی طرف دل لگے بیعت ہو جاؤ، یہ بہت ضروری ہے۔

یہ جو ہمارا دعوت و تبلیغ کا مبارک سلسلہ ہے: حضرت جی مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ، حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا دامت برکاتہم، حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم، یہ سب کسی نہ کسی بزرگ سے بیعت ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولا دامت برکاتہم حیات ہیں، پہلے ان کا حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے اصلاحی تعلّق تھا، جب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا انتقال ہو گیا تو تیسرے ہی دن نظام الدین سے ہردوئی گئے اور حضرت قاری امیر حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے مبارک ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

ہردوئی میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کے علاوہ ایک دوسرے گمنام بزرگ حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ تھے، ''بارڈولی دار الاحسان'' اور ''نواپور دار الاحسان''، دونوں کا افتتاح ان کے ہاتھ سے ہوا ہے۔

یہ ہمارے آبا واجداد ہیں؛لہذا آپ سب سے کہتا ہوں کہ کسی صاحبِ نسبت اللہ والے کے ہاتھ پر استخارہ کر کے بیعت ہوجاؤ اوران کے مشورے سے ان کی ماتحتی میں زندگی گزارو، ان شاء اللہ! آپ کو اپنی علمی زندگی میں نور نظر آئے گا، عجیب ترقی اور عجیب حالت کی تبدیلی نظر آئے گی۔

اللہ کے رسول کا خواب میں ''حاجی صاحبؒ'' کا ہاتھ ''حضرت میاں جیؒ'' کے ہاتھ میں دینا

بہر حال! جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پیر کا انتقال ہوگیا تو آپ بہت فکر میں تھے کہ اب کس سے بیعت کریں؟

ایک دن خواب میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، ادب کی وجہ سے قریب جانے کی ہمّت نہیں ہوئی، حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کے خاندان کے ایک اور بزرگ ''ملا بلاقی'' خواب میں آئے اور حاجی صاحب کا ہاتھ پکڑ کر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے مبارک ہاتھ میں دے دیا، حضور ﷺ نے حاجی صاحب کا ہاتھ ایک دوسرے بزرگ کے ہاتھ میں دے دیا کہ ان سے بیعت ہوجاؤ۔

حاجی امداداللہ صاحبؒ جب صبح بیدار ہوئے تو بہت پریشان ہوئے کہ یہ کون بزرگ ہیں جن کے ہاتھ پر حضورِ پاک ﷺ نے بیعت کروایا؟ سمجھ میں نہیں آتا تھا، تھانہ بھون میں یہ قصہ ہوا تھا، ان کے استاذ مولانا قلندر صاحبؒ نے ان کی پریشانی دیکھ کر کہا کہ: یہاں قریب میں ''لوہاری'' نام کی ایک بستی ہے، وہاں ایک گمنام میاں جی رہتے ہیں وہاں چلے جاؤ، شاید تمھارا کام بن جاوے۔

یہ واقعہ حضرت شیخ زکریا صاحبؒ نے اپنی ایک کتاب ''مشائخِ چشتیہ'' میں لکھا ہے۔ حضرت شیخ زکریا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: جیسے ہی استاذ نے کہا فوراً حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ تھانہ بھون سے بے چین ہوکر چل پڑے، پاؤں میں زخم پڑ گئے؛ لیکن چلتے رہے۔ جب ''لوہاری'' پہنچے تو میاں جی نور محمد صاحبؒ تو بچوں کو پڑھا رہے تھے، جیسے ہی ان کے چہرے دیکھا فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تھی اور جن کے ہاتھ پر خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بیعت کروایا تھا۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے ان کے قدم پکڑ لیے، حضرت میاں جیؒ نے کھڑے ہوکر سینے سے لگایا اور سینے سے لگا کر فرمایا کہ: اپنے خواب پر اتنا بھروسا کرتے ہو کہ خواب دیکھ کر آ گئے۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: یہ حضرت میاں جیؒ کی پہلی کرامت میں نے دیکھی؛ حالاں کہ میں نے خواب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ اتنے اونچے درجے کے تھے۔

ہندوستان کا روحانی مرکز

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے تھے کہ:

اگر ہندوستان کی سیاسی راجدھانی دہلی ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ: ہندوستان کی روحانی راجدھانی جھنجھانہ میں میاں جی نور محمدؒ کی قبر مبارک ہے، جہاں سے پورے ملک کا روحانی نظام چلتا ہے۔

اتنے اونچے درجے کے تھے میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ!

اِس واقعے سے معلوم ہوا کہ ایک مکتب پڑھانے والے ''میاں جی'' بھی اخلاص سے قرآن پڑھاوے تو وہ اپنے زمانے کے قطب اور ابدال بن سکتے ہیں۔

لہذا یہ کوئی معمولی خدمت نہیں ہے، اس کو معمولی مت سمجھو، آپ کا مقام بہت اونچا ہے، ایک مکتب پڑھانے والا اگر اخلاص کے ساتھ، صحیح نہج کے ساتھ بستی کی دینی ذمّے داریوں کو نبھاتے ہوئے مکتب پڑھاتا ہے تو آج بھی وہ اپنے زمانے کا ''نور محمد جھنجھانوی'' بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان کہی ہوئی باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں حقیقی معنی میں معلمِ قرآن بناوے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کی تعلیم و تعلم پر جو فضائل ہیں وہ دنیا اور آخرت میں عطا فرماوے، آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مکاتب میں پڑھانے والے اساتذہ کی ذمّے داریاں اور کامیاب مدرس کی صفات

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

ایک لطیفہ

لفظِ ''مکتب'' میں چار حروف ہیں:

① م: مدرس ② ک: کمیٹی ③ ت: تلامذہ ④ ب: باپ (والدین)۔ اِس میں دو حروف کے اوپر زبر ہیں: مَ، تَ۔

اور دو ساکن ہیں: کْ، بْ۔

اِس سے پتہ چلا کہ دو حرکت کرنے والے؛ یعنی کام کرنے والے ہیں: م: مدرس۔ ت: تلامذہ۔ اور دو ساکن: یعنی حرکت نہ کرنے والے ہیں: ک: کمیٹی۔ ب: باپ (والدین)

اب دو ساکن جمع ہوئے تو پہلا ساکن؛ یعنی ک: کمیٹی کو گرا دیں گے اور رہا سوال ب: باپ (والدین) کا تو ویسے ہی ان کو بچوں کی کہاں پڑی ہے؛ لہٰذا دوسرا ساکن خود بخود گر جائے گا۔

نتیجہ: حرکت والوں یعنی مدرس اور تلامذہ پر اپنے اعتبار سے محنت کرتے رہنا چاہیے اور ساکِنَین پر زیادہ توجہ نہیں دینا چاہیے۔

نوٹ: مدرسین، تلامذہ، کمیٹی اور باپ (والدین) سب اگر صحیح نہج سے متحرک رہیں گے تو تعلیم میں خوب خوب ترقی ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ (اٰلِ عمران)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ کی (بڑی) مہربانی کی وجہ سے تم ان کے لیے نرم (دل) ہو گئے اور اگر تم سخت مزاج، سخت دل والے (یعنی بداخلاق، بدکلام) ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے (ہٹ کر) منتشر ہو جاتے، سو تم ان کو معاف کر دو اور تم (اللہ تعالیٰ سے) ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو اور تم (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کرتے رہو، سو جب تم (کسی کام کا) پکا ارادہ کر لو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

(العنکبوت)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے ہمارے واسطے محنت کی ہم ان کو ہمارے راستوں پر ضرور پہنچا دیں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔

لفظِ مدرس چار حروف کا مجموعہ ہے

میرے قابلِ احترام اساتذۂ کرام اور امّت کے ننھے منّے بچوں کو قرآن و ایمان سکھانے والے علمائے عظام!

ہمارا نام ''مدرس'' ہے اور مدرس عربی میں ''درس دینے والے'' کو کہتے ہیں اور یہ لفظِ مدرس چار حروف کا مجموعہ ہے: میم، دال، را، سین۔

یہ چاروں حروف ہمیں الگ الگ پیغام دیتے ہیں، جن کو اگر ہم یاد رکھیں گے تو ان شاء اللہ! کام کی ذمّے داری سامنے رہے گی۔

''میم'' سے محنت کرنے والا

سب سے پہلا لفظ ''میم'' ہے، میم کا پیغام یہ ہے کہ: ہر مدرس محنت کرنے والا ہونا چاہیے۔ ایک سبق بچے کو آج سمجھ نہیں آیا تو دوسری مرتبہ پڑھاؤ، ایک مثال سے سمجھ میں نہیں آیا تو مثال بدل کے سمجھاؤ؛ لیکن اتنی محنت سے پڑھاؤ کہ بچہ سمجھ جائے: اس لیے کہ محنت کے بغیر کبھی کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا؛ خاص کر ہمارے نورانی مکاتب میں پڑھانے کی جو ترتیب ہے اس میں مدرس کو زیادہ محنت کرنا ہے اور بچوں کو کم محنت کرنا ہے، یہ اِس ترتیب کا کمال ہے۔

کمزور بچہ ہماری محنت کا زیادہ مستحق ہے

دیکھیے! ہمیں ذہین اور کمزور کی تمیز کو ختم کرنا ہے، ہر بچہ امّت کی امانت ہے: اس لیے سب پر برابر برابر محنت کرنی ہے؛ بلکہ جو بچہ کمزور اور غبی ہے وہ ہماری محنت کا زیادہ مستحق ہے۔

ہم نے ہمارے پڑھنے کے زمانے میں اپنے بعض ساتھیوں کو دیکھا ہے جو پڑھنے میں کمزور اور غبی تھے؛ لیکن آج وہی کمزور طلبہ دین کا ایسا کام کر رہے ہیں کہ ان کے اساتذہ ان پر رشک کرتے ہیں اور فخر سے کہتے ہیں کہ: یہ ہمارے شاگرد ہیں جو ہمیں جنّت میں لے جانے کا ذریعہ بنیں گے ان شاء اللہ!۔

آپ نے گلستاں میں ایک شعر پڑھا ہوگا:

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست	شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

کسی بھی جنگل کو خالی مت سمجھو، شاید تیندوا وہاں سویا ہوا ہوگا۔

کوئی بھی بچہ غبی نہیں ہے، اصل میں ہم اس کو پڑھا نہیں پا رہے ہیں، غبی سے غبی بچے پر محنت کرو اور ساتھ میں دعا کرو، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ اس کا ذہن کھول دیں گے اور وہ چل پڑے گا۔

غبی بچوں کو اپنا مرکزِ توجہ بنائیں گے اور ان کے اوپر خصوصی محنت کریں گے تو ان شاء اللہ! وہ چمکیں گے اور آگے بڑھیں گے۔

اس لیے خوب محنت کرو اور جس کو تم کمزور سمجھتے ہو ان پر زیادہ محنت کرو، یہی آپ کا کمال ہوگا؛ اس لیے کہ جن کو دنیا غبی اور کمزور کہتی ہے ان پر آپ محنت کر کے اسے ہوشیار بنا رہے ہو۔

بہر حال! پہلے لفظ ''میم'' کا تقاضا اور پیغام ہے محنت۔

''دال'' سے دردمند

دوسرا لفظ ''دال'' ہے جس کا پیغام یہ ہے کہ: استاذ دردمند ہونا چاہیے اور یہ

حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی صفت ہے، شمائلِ ترمذی میں حضور ﷺ کی جو صفات ذکر ہوئی ہیں ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُتَوَاصِلَ الأَحْزَانِ، دَائِمَ الْفِكْرَةِ.

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم ﷺ ہر وقت غمگین اور فکرمند رہتے تھے۔

یعنی اللہ کے نبی ﷺ ہمیشہ امّت کی فکر میں غم زدہ رہتے تھے، امّت کا درد ہر وقت حضور ﷺ کو ستاتا تھا۔

چوں کہ حضور ﷺ سب سے بڑے معلّم ہیں: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا.

لہٰذا یہ دردمندی والی صفت ہمیں وہاں سے لینی ہے۔ ہر استاذ میں یہ فکر اور درد ہونا چاہیے کہ میرے پاس پڑھنے والا یہ بچہ کیسے آگے بڑھے!

بلکہ استاذ کو یہاں تک کی فکر ہونی چاہیے کہ اس بچے کی دنیا اور آخرت کیسے سنور جائے! مثلاً: بچہ ناظرہ میں ماشاء اللہ! اچھا چلتا ہے تو بچے کو سمجھا کر یا اس کے ماں باپ کو سمجھا کر کسی دار العلوم میں اس کو حافظ، عالم بنانے کے لیے بھیج دیں؛ تاکہ اس کی دنیا اور آخرت دونوں بن جائیں۔ یہ نہیں کہ ہمارے پاس سے پڑھ کر چلا گیا؛ اس لیے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، نہیں! بلکہ دردمندی اور فکر پڑھائی کے زمانے میں بھی ہو اور پڑھائی کے بعد بھی ہو۔

یاد رکھیے! اگر آپ کے اندر دردمندی ہوگی، فکر ہوگی تو آپ اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے تہجد میں اٹھ کر روئیں گے اور ان کے لیے اللہ سے دعا مانگیں گے؛ کیوں کہ معلّمِ کامل حضرت محمد ﷺ کی سیرت ہم کو یہی درس دیتی ہے۔

بہر حال! استاذ کے دل میں درد اور فکر ہو یہ لفظ ''دال'' کا تقاضا اور پیغام ہے۔

بچوں کی فکر کرنا اساتذہ کی ذمّے داری ہے

اساتذہ کی خدمت میں یہ درخواست کروں گا کہ آپ جس بستی اور محلّے میں پڑھاتے ہیں وہاں کا سروے رپورٹ آپ کے پاس ہونا چاہیے اور اس کو سامنے رکھ کر آپ فکر کیجیے کہ جتنے بھی ایمان والوں کے گھر ہیں، ہر گھر میں سے بچہ، بچی مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آوے، اگر کسی گھر سے بچے نہیں آتے ہیں تو آپ خود جا کر ملاقات کیجیے اور ان سے پوچھیے کہ آپ کے گھر سے بچے کیوں نہیں آتے ہیں؟ کیا تکلیف اور رکاوٹ ہے؟ پھر جو رکاوٹ اور تکلیف ہو اس کو دور کرنا یہ بھی استاذ کی ذمّے داری ہے، وہی استاذ کامیاب ہوگا جو اپنے پاس پڑھنے آنے والے بچوں کی خود فکر رکھے۔

اللہ تعالیٰ اس اہم کام کی طرف توجہ دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

’’را‘‘ سے رہبر اور رہنما

تیسرا لفظ ’’را‘‘ ہے جس کا پیغام یہ ہے کہ: مدرس رہبر اور رہنما ہونا چاہیے۔

یہ جو تیاری کروائی جا رہی ہے وہ اسی لیے ہے کہ: آپ بچوں کے صحیح رہبر بنو، اسی کی یہ محنت ہو رہی ہے کہ آپ صحیح رہنما بنو۔

تدریبی جوڑ تو صرف چکھنے کے لیے ہے

ہمارا یہ دو دن، ہفتے، پندرہ دن کا پروگرام تو صرف چکھنے کا ہے؛ کھانے کا نہیں ہے، اگر چکھنے کے بعد آپ کو اچھا لگے تو پھر کھانے کے لیے ہمارا دسترخوان تیار ہے، ہم ان شاء اللہ! بغیر پیسوں کے مُفت (فری) کھلائیں گے، ہمارا دسترخوان کھلانے کے

لیے ہر وقت بچھا ہوا ہے۔

اس لیے چکھنے کے بعد اچھا لگے تو رجوع کرنا کہ: اب ہم پندرہ دن یا ایک مہینے کے لیے کب آئیں؛ یعنی بچوں کو پڑھانے کی مکمل ترتیب سیکھنے تک ہمیں مسلسل لگے رہنا ہے۔

ہمارے یہاں ''نورانی مکاتب'' میں ہر سال پندرہ دن تو ''کا پودرا دار المکاتب'' میں لگانے کی ترغیب دی جاتی ہے، اساتذہ کو یہ دوا بہت کڑوی لگتی ہے، خصوصاً جب کوئی نیا استاذ تقرر کے لیے آتا ہے اور ہم ان کے سامنے یہ بات رکھتے ہیں کہ ہر سال پندرہ دن لگانے پڑیں گے تو اسی وقت وہ تھوڑے سے ہچکچانے لگ جاتے ہیں۔

نوٹ: اب تو بارڈولی میں بھی الحمد للہ! قیام وطعام کے ساتھ تدریب کا نظام شروع ہو چکا ہے۔

ابھی ہمارے محلّے میں گذشتہ ہفتے ایک جماعت آئی تھی تو اساتذہ رات کو اسکول کے بچوں کو لے کر بیٹھے تھے اور بورڈ پر حروف شناسی اور دیگر چیزوں کی مشق کروا رہے تھے تو جماعت والوں نے مجھ سے کہا کہ: ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔

میں نے کہا: کیا کام ہے؟

کہنے لگے کہ: ہمارے گاؤں کا مکتب آپ کے سپرد کرنا ہے؛ تاکہ اس میں صحیح قرآن کی تعلیم ہو اور صحیح تربیت بھی ہو۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ: بچوں کو پڑھانا ایک مستقل کام ہے، وہ آپ کے مدرسین کو ہمارے ''دار المکاتب'' بھیج کر سکھانا پڑے گا۔

تعلیم کے طریقے سیکھنے میں شرم اور تکبر نہیں کرنا چاہیے

آج دنیا میں تعلیم اور پڑھنے پڑھانے کے نئے نئے طریقے سامنے آرہے ہیں، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسکول اور کالج میں ٹریننگ کیمپ ہوتے ہیں، بڑے ٹیچرز اور پروفیسرز کو بھی ہر کچھ وقت کے بعد سیمیناروں میں اور ٹریننگ کیمپ میں جانا پڑتا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے ڈاکٹر لوگ باقاعدہ اعلان لگاتے ہیں کہ:

ڈاکٹر صاحب پندرہ دن ابھی نہیں ملیں گے۔

کیوں نہیں ملیں گے؟ نئی ٹریننگ لینے کے لیے امریکہ جارہے ہیں، جاپان جارہے ہیں، انگلینڈ جارہے ہیں۔

یہ دنیا والوں کا حال ہے اور ہمارے اساتذہ سے کہا جائے کہ: بھائی! آپ کو پڑھانے کا طریقہ سیکھنے کے لیے جانا ہے تو ان کو شرم آتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: پچیس تیس سال سے ہم پڑھا رہے ہیں پھر بھی ہم کو سیکھنے جانا ہے؟

یہ تکبر نہیں ہونا چاہیے، جہاں کہیں بھی ہمیں بچوں کو پڑھانے کا کوئی نیا طریقہ ملے، کوئی اچھا طریقہ ملے اس کو سیکھنا چاہیے، سیکھنے جانے کو اپنے لیے عیب نہیں سمجھنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس سے آپ کی ترقی ہوگی۔

جب دنیا والے ترقی کے لیے بار بار ٹریننگ میں جاتے ہیں، سیمینار میں جاتے ہیں تو ہمیں بھی خوشی خوشی جانا چاہیے؛ بلکہ ہمیں خود ماہرین سے پوچھنا چاہیے کہ: کمزور بچوں کو میں کیسے پڑھاؤں؟ یہ سبق کیسے سکھاؤں؟

یہ بہت ضروری اور اہم ترین چیزیں ہیں۔

بچوں کی وضع قطع پر بھی دھیان دینا چاہیے

جب میں مدرسے میں پڑھنے کے لیے گیا تھا تو میرا کرتہ ذرا اونچا رہتا تھا اور پڑھنے کے ابتدائی زمانے سے ہی میرا ہمارے حضرت شیخ مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کے گھر پر آنا جانا رہتا تھا۔ ایک دن حضرت نے مجھ سے کہا کہ: تمھارا کرتہ چھوٹا ہے۔

طالبِ علم کے پاس تو بہانے ہوتے ہی ہیں تو میں نے عرض کیا کہ: حضرت! کپڑا ذرا چھوٹا آ گیا تھا؛ اس لیے کرتہ چھوٹا ہو گیا۔

حضرت نے کہا کہ: اب جب بھی آپ کو سلانا ہو تو پیسے میرے پاس سے لے جانا؛ مگر گھٹنے تک لمبا ہونا چاہیے۔

اس سے معلوم ہوا کہ: آپ کے پاس آنے والے بچوں کا لباس کیسا ہے؟ اس پر بھی آپ کی نظر ہونی چاہیے، اگر کوئی بچہ پھٹی ہوئی پینٹ (جو آج کل کا فیشن ہے) پہن کر آیا تو اس سے کہنا چاہیے کہ میں پیسے دیتا ہوں تو جا کر اس کو ٹھیک کروا لینا۔

اب اگر وہ بچہ کہے کہ: استاذ! یہ تو فیشن ہے!

تو اب آپ اس کو سمجھائیں کہ: بیٹا! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ یہ نہیں تھا اور پھر فیشن کے نقصانات بتائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سنّت طریقوں کا فائدہ بھی بتائیں۔

کسی بچے کے بال دیکھے کہ غلط اسٹائل والے ہیں تو اس کو بھی سمجھائیں؛ اس لیے کہ ان کو معلوم ہی نہیں، بے چارے وہ تو ماں باپ سے اور ٹی وی (T.V) سے جو دیکھتے ہیں اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، ان کو معلوم نہیں ہے کہ: ایک طرف بال زیادہ رکھنا اور ایک طرف چھوٹے رکھنا گناہ کا کام ہے، یہ آپ کو بتانا پڑے گا۔

لڑکے اور لڑکیوں کو الگ الگ بٹھائیں

اسی طرح کلاس میں ایک طرف لڑکوں کی جماعت کو اور دوسری طرف لڑکیوں کی جماعت کو بٹھائیے؛ اگرچہ ابھی یہ ایک دم چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں ہیں؛ لیکن اِس سے پوری زندگی کے لیے ان کے ذہن میں یہ بیٹھ جائے گا کہ مرد اور عورت الگ الگ ہونے چاہیے، دونوں آپس میں مل جل کر نہیں ہونے چاہیے، ایک استاذ کی مکتب کی یہ تربیت بچوں کی پوری زندگی بدل دے گی۔

مخلوط تعلیم بچوں کے اخلاق کو برباد کر دیتی ہے

تعلیم بہت نازک مرحلہ ہے، آج کل بہت ساری تعلیم گاہیں اور بہت سی تعلیم کی ترتیبیں ایسی ہیں کہ وہ شرم وحیا اور عفت و پاک دامنی ختم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ہمارا اسلام بنیادی طور پر حیا اور پاک دامنی کی تعلیم دیتا ہے، حدیث میں آتا ہے:

اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ. (مسلم شریف)

حیا اور پاک دامنی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

اسی طرح قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: (اے نبی!) ایمان والے مردوں سے تم کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہی ان کے لیے بڑا پاکیزہ طریقہ ہے، یقیناً جو کام وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ عام طور پر احکام کے باب میں مردوں اور عورتوں کو ایک ساتھ حکم دیتے ہیں؛ لیکن حیا اور پاک دامنی کا مسئلہ اتنا نازک تھا کہ مردوں کو الگ سے حکم دیا اور پھر آگے عورتوں کو بھی الگ سے مخاطب کر کے حکم دیا:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

ترجمہ: اور (اے نبی!) تم ایمان والی عورتوں کو (بھی) کہو کہ: وہ اپنی نظروں کو نیچے رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾

ترجمہ: اور تم زنا کے پاس بھی مت جاؤ، یقینی بات ہے کہ وہ (زنا) تو بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

اِن تمام نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں بہت ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ: جب لڑکے اور لڑکیاں سمجھ داری کی عمر کو پہنچ جائیں: مثلاً لڑکیاں نو سال اور لڑکے بارہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کی تعلیم کا نظام الگ کر دیا جائے، لڑکیوں کے لیے معلّمہ کا انتظام کیا جائے اور لڑکوں کے لیے معلّم کا؛ اس لیے کہ لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط (MIX) تعلیم ان کے اخلاق اور زندگی کو برباد کر دیتی ہے۔

ایک کارگزاری میں آپ کو سناتا ہوں: ایک لڑکا ایک لڑکی کے پیچھے لگ گیا، بہت سمجھایا کہ اس کا پیچھا چھوڑ دے؛ لیکن وہ نہیں مانا، پھر لوگوں نے اس سے پوچھا کہ: تو اس کے پیچھے کیسے لگا؟

تو اُس نے جواب دیا کہ: ہم مدرسے میں ساتھ پڑھتے تھے، وہیں سے محبت ہوگئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ!

دیکھیے! یہ ہمارے اُن دینی مکتب اور مدرسوں کا حال ہے جہاں پر حیا اور پاک دامنی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس لیے آج ہمیں بہت سنجیدگی سے اس مسئلے کو لینے کی ضرورت ہے کہ جو بچے سمجھ داری کی عمر کو پہنچ جائیں ان کی تعلیم کا نظام الگ کر دیں۔

بہر حال! ''را'' کا تقاضا یہ ہے کہ: استاذ رہبر اور رہنما ہونا چاہیے، تعلیم میں بھی اور تربیت میں بھی۔

''سین'' سے سلیقہ مند

چوتھا اور آخری حرف ''سین'' ہے، جس کا پیغام یہ ہے کہ: استاذ سلیقہ مند ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ استاذ کی سلیقہ مندی بچوں کی زندگیوں کو سلیقے والی بنائے گی، اگر استاذ بے سلیقہ ہوگا تو اس کا اثر بچے کے زندگی پر بھی پڑے گا۔

آپ تو بچوں کے واسطے معیار اور نمونہ ہیں، آپ کی زبان بھی سلیقہ مند ہونی چاہیے؛ کیوں کہ آپ جو بھی بولیں گے تو اس کو بچہ دماغ میں محفوظ کر لے گا، اگر وہ اچھی چیز ہے تو تو بہت اچھا؛ لیکن اگر آپ نے کوئی غلط چیز بول دی تو زندگی بھر اس کا نقصان ہوگا؛ اس لیے آپ کی زبان بھی نکھری، ستھری اور سلیقہ مند ہونی چاہیے۔

استاذ بچوں کے لیے نمونہ (Ideal) ہوتے ہیں

آپ اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے نمونہ (Ideal) ہیں، ایک استاذ کی زندگی جیسی ہوگی بچوں کی زندگی ویسی بنے گی۔

مجھے ایک استاذ کے بارے میں اچھی طریقے سے معلوم ہے کہ وہ استاذ اپنے

کلاس میں بیٹھ کر تمبا کو کھاتے تھے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اس استاذ کے پاس پڑھنے والے تمام بچے تمبا کو کھانے کے عادی بنے۔

استاذ خود سبق میں بیٹھ کر تمبا کو کھاتے تھے، اتنا ہی نہیں؛ بلکہ بچے کو ہی پیسے دے کر تمبا کو منگواتے تھے، جس کی نحوست یہ ہوئی کہ اس استاذ کے پاس پڑھنے والے ہر ہر طالبِ علم کو تمبا کو کی عادت لگ گئی۔

دیکھو! ایک استاذ کے غلط عمل کا اثر پوری جماعت پر کیسا پڑا ہے!!

خود شریعت کی پابندی کریں

ایک کامیاب استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود شریعت کی پابندی کرے، استاذ صاحب کی ڈاڑھی سنت کے مطابق ہو، کپڑے سنت کے مطابق ہو، یہ بہت ضروری اور اہم ہے، استاذ تو بچوں کے لیے آئینہ اور نمونہ ہے، استاذ کی جیسی زندگی ہوگی ایسی زندگی بچوں کی ہوگی۔

ایک استاذ کرکٹ (Cricket) اور کمنٹری (Commentary) کے بہت شوقین تھے، بچوں کے سامنے اس کے تذکرے اور معلومات میں لگے رہتے تھے تو ان کے طلبہ میں بھی اس کا اثر آیا۔

لہذا آپ کی زندگی تو بچوں کے لیے نمونہ ہے، آپ شریعت پر عمل کریں گے، اچھی بات بولیں گے، اچھے اخلاق سے رہیں گے تو ان شاء اللہ! بچے بھی آپ کو دیکھ کر اچھی چیزیں سیکھیں گے۔

استاذ باجماعت نماز ادا کریں گے تو ان کو دیکھ کر بچوں میں بھی نماز کی پابندی

آئے گی۔ استاذ شرعی ڈاڑھی اور شرعی لباس کی پابندی کریں گے تو ان شاء اللہ! بچوں میں بھی اسی طرح کی پابندی آوے گی۔

استاذ کی عادات غیر اختیاری طور پر طالبِ علم میں منتقل ہوتی ہیں

استاذ کا طرزِ تکلم، استاذ کا لباس، استاذ کی وضع قطع، استاذ کی ہر چیز کی طلبہ نقالی کرتے ہیں، اگر استاذ کلاس میں موبائل پر باتیں کرے گا، واٹس ایپ پر مصروف رہے گا تو وہ استاذ کبھی اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کو موبائل کے غلط استعمال سے نہیں بچا سکتا؛ اس لیے کہ اس بچے نے اپنے استاذ کو دیکھا کہ قرآن پڑھتے پڑھاتے ہوئے، دین سیکھتے سکھاتے ہوئے، موبائل کے اوپر بات کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ ہماری نظر میں قرآن کی تعلیم کے مقابلے میں موبائل زیادہ اہم ہے، شاید اس سے تو ہم بھی گستاخِ قرآن اور قرآن کی بے ادبی کرنے والے ہو گئے؛ اس لیے ایسی غلط حرکت سے اپنے آپ کو بچائیں۔

بچے استاذ کی نقّالی کرتے ہیں

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے ایک قصہ سنایا تھا، میں ہمارے مکتب کے اساتذہ کو اکثر یہ قصہ سناتا ہوں کہ:

اسکول و مدرسے کی چھٹی کے دن گھر کے چھوٹے چھوٹے پوتے نواسے گھر میں کھیل رہے تھے، اس میں ایک بچہ استاذ بنا اور دوسرے سب اس کے شاگرد بنے، یہ سب نقل اتار رہے تھے، جو بچہ استاذ بنا وہ دو لکڑی لے کر بیٹھا اور کبھی داہنی طرف لکڑی پچھاڑتا ہے، کبھی بائیں طرف لکڑی زمین پر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ: اے ڈوبا! چل

پڑھ،اے ڈوبی! چل پڑھ۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ فرمانے لگے کہ: میں یہ سب چیزیں دیکھ رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ یہ بچہ جو''ڈوبا، ڈوبی'' بول رہا ہے، لکڑی بار بار پچھاڑ رہا ہے، یہ اس کے استاد کا اثر ہے۔

چناں چہ میں نے پھر عصر کی نماز میں ذمّے دار سے پوچھا کہ: ان بچوں کے استاد کون ہیں؟ میں نے ان کے استاذ کو تنہائی میں بلا کر اس سلسلے میں سوال کیا تو انھوں نے اقرار کرلیا کہ وہ کلاس میں بچوں کے سامنے اِس طرح کے الفاظ بولتے ہیں۔ پھر میں نے ان کو سمجھایا کہ: دیکھو! آپ کے اس طرح بولنے کا اثر بچوں پر کیسا ہوتا ہے۔

نوٹ: ہماری گجراتی زبان میں کمزور طلبہ کے لیے''ڈوبا، ڈوبی'' توہین آمیز الفاظ ہیں۔

بہر حال! آپ کی زبان، آپ کے لباس اور آپ کی نقل و حرکت اور دیگر تمام چیزوں میں سلیقہ ہونا چاہیے؛ تاکہ بچوں میں بھی وہ سلیقہ آئے، یہی لفظ''سین'' تقاضا ہے۔

یہ لفظِ''مدرس'' کے چار حرفوں کے چار تقاضے تھے:

(۱) محنتی (۲) دردمند (۳) رہبر اور رہنما (۴) سلیقہ مند۔

یہ چار صفات ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

مکتب پڑھانے والوں کو مطالعے کی زیادہ ضرورت ہے

ہمارے مکتب کے اساتذہ تو یوں سمجھتے ہیں کہ: مطالعے کی ضرورت تو صرف عربی کتاب پڑھانے والے اساتذہ کو ہے، ہم تو مکتب پڑھاتے ہیں، ہمیں مطالعہ کی کیا ضرورت؟

میں کہتا ہوں کہ: مکتب پڑھانے والوں کو بھی مطالعے کی ضرورت ہے؛ اس لیے کہ عربی پڑھانے والے اساتذہ کے سامنے تو بڑی عمر کے سمجھ دار طلبہ ہوتے ہیں اور یہاں تو بالکل ناسمجھ اور کچی عمر کے بچے ہوتے ہیں؛ اس لیے ان کو بھی مطالعہ کرنا ہے:

پہلا مطالعہ یہ کہ: بچے کو جو پڑھانا ہے وہ خود سمجھنا ہے۔

دوسرا مطالعہ یہ ہے کہ: بچوں کو یہ بات کیسے سمجھانی ہے؟ مثلاً: آج جزم کا بیان سمجھانا ہے، تشدید کا بیان سمجھانا ہے، حروف شناسی کروانی ہے تو اس کو کیسے سمجھانا ہے؟

اور یہ سب آپ کو ''فتح الباری'' اور ''عمدۃ القاری'' میں نہیں ملے گا؛ بلکہ اس کے لیے تو خود آپ کو دماغ لگانا پڑے گا، خود آپ کو سوچنا پڑے گا کہ: میں یہ سبق بچوں کے دماغ میں کیسے اتاروں؟

مطالعہ کا مطلب ہے کہ یہ سبق میں کیسے آسانی سے پڑھالوں؟ اس کے لیے کون کونسی مثالیں ہوسکتی ہیں؟ اس کی آپ رات سے ہی تیاری کیجیے۔

اس کے لیے برادرِ مکرم حضرت مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی جن کو میں اس دور میں مکاتب کی تعلیم کا ''مجدد'' کہا کرتا ہوں، انھوں نے ''بچوں کو پڑھانے کا طریقہ'' نامی کتاب تیار کی ہے، آپ اس کتاب کا مطالعہ کیجیے، ان شاء اللہ! آپ کو بہت فائدہ ہوگا۔

بچوں کو علم کا شوق دلانا چاہیے

کامیاب استاذ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے پاس مکتب میں آنے والے بچوں کو علم کا شوق دلا کر مانوس کرلے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا. (بخاری شریف)

خوش خبری سناؤ، متنفر مت کرو۔

یعنی بچوں کو دینی تعلیم پر کیا ملے گا اس کی فضیلتیں سناؤ، آپ کی طرف سے کوئی ایسی بات اور حرکت نہ ہو جس کی وجہ سے ان کو علم سے نفرت ہو جائے۔

لہذا جب مکتب میں بچے پڑھنے آئیں تو پہلے ان کو فضیلت سنائیں کہ:

قرآن پڑھنے کی فضیلت کیا ہے؟

دین سیکھنے کی فضیلت کیا ہے؟

ان کو بشارت کے قصے اور خوش خبری کے واقعات سناؤ، ان کو مانوس کرو، اپنے سے قریب کرو، ان کو ایسا بناؤ کہ وہ آپ سے اپنائیت محسوس کریں۔

ایسا نہیں کہ آتے ہی پہلے دن ان کو ایک لائن سبق دے دیں کہ کل یاد کر کے لانا؛ ورنہ دُھلائی ہوگی، پھر کان پکڑوانا، کھڑے کرنا، یہ کوئی طریقہ ہوا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھانے کا عجیب طریقہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ: اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم جو تمھیں یاد ہے اس میں سب سے عظمت والی آیت کونسی ہے؟

میں نے عرض کیا کہ: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آیۃ الکرسی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے سینے پر مارا اور فرمایا:

اے ابو المنذر! تمھارا علم تمھیں مبارک ہو۔

اِس سے معلوم ہوا کہ استاذ شاگرد کو پہلے سوالات کے ذریعے شوق دلائے اور صحیح جواب ملنے پر شفقت اور محبت کا ہاتھ لگاوے اور شاباشی دے اور اس علم اور صحیح جواب دینے پر مبارکبادی بھی دیوے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

اس مسجد سے نکلنے سے پہلے کیا میں ایسی سورت نہ سکھاؤں جو قرآن میں سب سے بڑی سورت ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، پھر جب ہمارا ارادہ ہوا مسجد سے نکلنے کا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ قرآنِ مجید کی سب سے بڑی سورت آپ مجھے یاد دلائیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ فاتحہ پڑھی۔

اِس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پڑھنے والے طلبہ کو شوق دلا دلا کر پڑھانا چاہیے۔

ہمارے یہاں شوق دلانے کی بجائے طلبہ کو ڈرایا جاتا ہے، یہ ہر بار میں ہر وقت مناسب نہیں ہے، کبھی فائدہ ہوتا ہے؛ ورنہ اکثر شوق دلا کر پڑھانا چاہیے۔

کبھی کبھی نیا مضمون ہو تو طلبہ کا ہاتھ پکڑ کر سمجھانا چاہیے، اس طرح طلبہ کے دل میں مستحضر اور یاد ہو جاتا ہے۔

ترغیب دے کر آگے کی تعلیم کا شوق دلائیے

جب کسی بچے کا ناظرہ قرآن ختم ہو جائے تو اس کی تشکیل کر کے اس کو ہمّت دلا کر کسی دار العلوم میں جانے کی ترغیب دینی چاہیے؛ تاکہ وہ حافظ اور عالم بن کر امّت کی دینی پیاس بجھانے کا ذریعہ بنے۔ اگر آپ کی ترغیب اور دعا سے یہ

بچے آگے بڑھیں گے تو آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بن جائیں گے۔

ایسے ایسے علاقے جہاں مسلمانوں کے گھروں میں مورتیاں تھیں اور جہاں کے لوگ کسی بھی طرح سے مسلمان معلوم نہیں ہوتے تھے؛ لیکن جب ان کے وہاں مکتب کی تعلیم کا نظام شروع ہوا اور اساتذہ نے بچوں کو تعلیم دی اور پھر ترغیب دے کر کسی دار العلوم میں بھیجا تو الحمد للہ! آج وہاں ان کے گھروں میں حفاظ اور علما پیدا ہو رہے ہیں۔

اس لیے اساتذہ کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ بچوں کو آگے تعلیم کا شوق دلا کر ان کو حافظ و عالم بنائیں۔

بچوں کی حوصلہ افزائی کریں

کامیاب استاذ کی ایک خوبی یہ ہے کہ: وہ اپنے بچوں کی حوصلہ افزائی کریں، اگر آپ حوصلہ افزائی کریں گے تو بچے بہت جلدی آگے بڑھیں گے، مثال کے طور پر جو بچے پابندی سے آئیں، مہینے میں ایک بھی غیر حاضری نہ کریں تو آپ مدرسہ اور مسجد کے باہر بورڈ پر نام لکھو کہ: یہ بچہ اس مہینے میں پورے دن حاضر رہا، ایک دن بھی غیر حاضری نہیں کی۔ اسی طریقے سے یہ بچہ پابندی سے نماز میں آیا۔

اسی طریقے سے ٹافی دو، کچھ ہدیہ دو، تو اس سے بچوں کی حوصلہ افزائی بہت ہوگی اور بچے بہت محنت سے آگے بڑھیں گے۔

حوصلہ افزائی کے الگ الگ طریقے ہیں، یہ بچے نام کے بہت لالچی ہوتے ہیں، بعض اساتذہ نے ایسا کیا کہ ایک بچے نے ایک مہینے تک پابندی سے حاضری دی، سبق برابر یاد کیا تو اس بچے کا نام مسجد یا مدرسے کے بورڈ پر لکھ دیا، اس کا بہت اچھا اثر

ہوا، یہ بھی حوصلہ افزائی کا ایک طریقہ ہے۔ کبھی ان کو کھڑے ہوکر پڑھاؤ، حوصلہ بڑھانے سے یہ پڑھنے میں خوب آگے چلیں گے اور خوب محنت کریں گے۔

بچوں کے ساتھ شفقت کریں

کامیاب استاذ کی ایک صفت یہ ہے کہ: وہ بچوں کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ کی (بڑی) مہربانی کی وجہ سے تم ان کے لیے نرم (دل) ہو اور اگر تم سخت مزاج، سخت دل والے (یعنی بد اخلاق، بدکلام) ہوتے تو یہ لوگ تمھارے پاس سے (ہٹ کر) منتشر ہوجاتے۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم (اور استاذ) بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی جی کو کتنی پیاری ہدایت دے رہے ہیں کہ:

اے نبی جی! اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہیں اور آگے اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے فرمایا: اگر آپ سخت مزاج ہوتے اور سختی سے پیش آتے تو یہ صحابہ آپ سے دور بھاگ جاتے۔

اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا کے سب سے بڑے معلّم، کامل استاذ، خاتم الانبیا والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم دینے کے طریقے اور اس کے بنیادی اصول کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

ظاہر ہے جب خود اللہ تعالیٰ خاتم الانبیا اور معلّمِ اکمل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا رہے ہیں تو یہ

اصول ہمارے لیے بھی ان شاء اللہ! بے انتہا فائدے کا ذریعہ ہوں گے۔

وہ بنیادی اصول کیا ہیں؟

وہ ہیں: شفقت، نرمی، پیار، محبت۔

حدیث میں ہے کہ: حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو بہت اکڑ کے ساتھ آئے اور پوچھا کہ: اے محمد! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور سختی سے پوچھوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت شفقت اور محبت سے فرمایا کہ: جو پوچھنا ہے پوچھو۔

دیکھو! کتنی نرمی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ معاملہ فرمایا!!

لہذا آنے والے بچوں کے ساتھ خوب شفقت اور محبت کا برتاؤ کرو، محبت سے وہ مدرسہ میں جم جائیں گے اور اگر آپ نے ان کو پہلے دن سے لکڑی دکھائی تو مدرسہ چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

استاذ نرم مزاج ہونا چاہیے

آپ کو معلوم ہوگا کہ زمین دو طرح کی ہوتی ہے: ایک پتھریلی زمین اور دوسری نرم زمین۔

پتھریلی زمین پر بارش کا پانی رکتا نہیں ہے، جمع نہیں ہوتا ہے، اندر جذب نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ بہہ کر آگے چلا جاتا ہے اور جو زمین نرم ہوتی ہے اس میں بارش کا پانی رکتا ہے، اندر جذب بھی ہو جاتا ہے، پھر اس زمین میں سے ہریالی، بہترین درخت اور لہلہاتے کھیت اُگتے ہیں اور سال بھر اس کا پانی ہم استعمال کرتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح لوگوں کے قلوب کا بھی حال ہے کہ بعض کے دل نرم ہوتے

ہیں اور بعض کے سخت ہوتے ہیں۔

اگر ایک استاذ بچوں کے نرم دل و دماغ پر نرمی اور شفقت سے تعلیم کی بارش برسائے گا تو ان شاء اللہ! بچوں کے دل و دماغ میں ایمان و اسلام اور دین کی ہریالی نکل آئے گی اور ان کے دل و دماغ میں اسلامی علوم جذب ہو جائیں گے اور پھر آنے والے زمانے میں انسانیت اس سے فائدہ اٹھانے والی بنے گی۔

ایک بہت بڑے ماہرِ تعلیم، تجربہ کار: مفکرِ ملّت ''حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ'' فرماتے تھے کہ:

کامیاب مدرس وہ ہیں جو محبت اور شفقت سے بچوں کے دل و دماغ کو روشن کردے اور اعلیٰ اخلاق کے سانچے میں ڈھال کر اس کو اسلام کا نمائندہ اور دین کا داعی بنادے۔

بہرحال! استاذ کی محبت اور شفقت بچوں کی زندگی بدلنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

مدرسے کے استاذ اور اسکول کے ٹیچر میں فرق

سوشل میڈیا پر بہت کچھ چلتا رہتا ہے، لاک ڈاؤن کے زمانے میں ایک ویڈیو کسی نے رکھا تھا کہ بچے مکتب آرہے ہیں، مکتب کے دروازے پر ایک مولانا سر پر لال رومال ڈال کر ہاتھ میں لکڑی لیے کھڑے ہیں اور جو بھی بچہ آرہا ہے اس کو مار رہے ہیں۔

دوسری طرف بچے اسکول آرہے ہیں، دروازے پر اسکول کی ٹیچر کھڑی ہوئی ہے، جو بچہ آرہا ہے اس کو گلے لگا رہی ہے، ہاتھ میں چاکلیٹ دے رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ: بیٹا! کیوں دیر سے آیا؟ کل جلدی آنا، اب وہ خوشی خوشی کلاس میں جا کر بیٹھ رہا ہے۔

آج ہمیں اپنا طرز بدلنے کی بہت ضرورت ہے، مکتب میں آنے والے بچوں کو اتنا پیار دو اتنا پیار دو کہ وہ آپ کو اپنے سگے باپ سے زیادہ محبت کرنے والا سمجھیں۔

استاذ کی اپنے شاگردوں سے محبّت

''لیسٹر'' میں ہمارے بارڈولی کے بڑی عمر کے ایک بھائی نے حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں بتلایا کہ: حضرت اپنے پاس پڑھنے والے طلبہ کو اتنی شفقت، محبّت اور پیار دیتے ہیں کہ میں سگا باپ ہو کر بھی اپنی اولاد کو اتنا پیار نہیں دے سکتا ہوں۔

یہ استاذ کا کردار ہونا چاہیے، جب ہم ایسی شفقت، محبّت اور پیار بچوں کو دیں گے تو ان شاء اللہ! وہ دین کی تعلیم سے محبت کرنے والے بنیں گے۔

آپ دیکھیں گے کہ ایک استاذ بچوں کو پیار سے پڑھاتا ہے اور دوسرا استاذ مارتا ہے تو بچے پہلے سے کہتے ہیں کہ: فلاں مولوی صاحب کی کلاس میں مت بٹھانا، وہ تو بہت مارتے ہیں۔

میرے بہت ہی معزز و مکرّم علمائے کرام!

میں بہت ہی ادب اور عاجزی سے درخواست کرتا ہوں کہ: اِن آنے والے بچوں کو شفقت دو، پیار دو، محبت دو، وہ مدرسے میں آئیں تو پہلے ان کو مانوس کرو، ان کو علم کی فضیلت سناؤ، ان کو بزرگوں کے قصے سناؤ۔ ان کو اپنے سے مانوس کرنے کے بعد پڑھاؤ گے تو ان شاء اللہ! آپ کی تعلیم مؤثر بنے گی، اللہ تعالیٰ اس میں روحانیت اور تاثیر پیدا فرمادیں گے۔

معلم اور استاذ کیسی شفقت اور محبت والا ہو!!!

حضرت معاویہ ابن حَکَم سُلَمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، اس وقت نماز میں ایک شخص نے چھینک کھائی تو (میں نے سمجھا کہ اس نے چھینک پر ''الحمد لله'' پڑھا ہی ہوگا) چناں چہ میں نے جواب میں ''یرحمك الله'' کہا تو نماز میں شامل دوسرے لوگوں نے اپنی نظروں سے مجھے گھورنا شروع کیا۔

میں نے کہا: تمھاری ماں مرے! کیوں میری طرف گھور گھور کر دیکھ رہے ہو؟

وہ لوگ (مجھے روکنے کے واسطے) اپنے ہاتھ کو اپنی ران کے اوپر مارنے لگے۔

جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو نہ چاہنے کے باوجود میں ان کے خاموش کرنے کی وجہ سے خاموش ہوگیا۔

جب حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پوری فرمالی تو حضرت معاویہ ابن الحکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے ماں باپ قربان ہو! میں نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا معلّم اِس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور اس کے بعد بھی نہیں دیکھا جو اتنے اچھے انداز میں تعلیم دیتے ہو، اللہ پاک کی قسم! حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی غلطی پر نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا؛ حتی کہ مجھے برا بھلا بھی نہیں کہا؛ بلکہ بہت محبت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ:

اِس نماز میں عام بات چیت میں سے کوئی بھی چیز مناسب نہیں ہے، نماز میں تو ''سبحان الله''، ''الله اکبر'' اور قرآن کا پڑھنا ہوتا ہے۔ (مسلم شریف)

فوائد: (۱) شروع اسلام میں نماز کے اندر بات چیت کی اجازت تھی، پھر اس

پر پابندی آ گئی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں تھی؛ اس لیے انھوں نے چھینک کھانے والے کو "یرحمك اللہ" کہہ کر جواب دیا۔

(۲) ان کو معلوم نہیں تھا؛ اس لیے دوسرے ساتھیوں نے اشارے کے ذریعے ان کو چپ کروایا۔

(۳) نماز کے بعد حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت و محبت کے ساتھ ان کو مسئلہ سمجھایا۔

(۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نہیں چاہ رہا تھا، پھر بھی ساتھیوں کے اشارے کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ بہت سارے کام انسان نہ چاہے پھر بھی کرنے پڑتے ہیں اور اس میں فائدہ اور بھلائی ہی ہوتی ہے۔

(۵) صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گھور گھور کر دیکھنے لگے۔

معلوم ہوا کہ نامناسب اور غلط کام پر کم از کم آنکھوں کے اشارے کے ذریعے ناراضگی کو ظاہر کرنا چاہیے۔

(۶) ان سے جو غلطی ہو گئی تھی اس پر حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈانٹا بھی نہیں، مارا بھی نہیں، برا بھلا بھی نہیں کہا۔ یہ ہیں معلم کی خوبیاں اور اوصاف۔

اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے دعا کا اہتمام

اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے خاص دعاؤں کا اہتمام کریں، استاذ کی دعا بہت طاقت والی چیز ہے، اللہ سے یہ دعا کریں کہ:

اے اللہ! میں تو یہاں بیٹھ کر بچوں کو پڑھا رہا ہوں؛ لیکن ان بچوں کو نفع والا علم آپ عطا فرمائیے۔

اس لیے کہ اصل علم تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے ملے گا، استاذ تو ایک ذریعہ ہے۔

بہت سے اساتذہ دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ آج بچوں کا امتحان ہے، دعا کر دینا کہ میرے پاس پڑھنے والے تمام بچے پہلے نمبر سے پاس ہوجائیں۔

استاذ اور ماں باپ کی دعا بچے کی زندگی کو بنانے میں بہت ہی زیادہ معاون ہوتی ہے؛ اسی لیے میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ: بچوں کے لیے خوب دعاؤں کا اہتمام کریں، جیسے ہم سگی اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں ایسے اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

ایک استاذ کی عجیب منّت

ہمارے نورانی مکاتب کے ایک استاذ کا واقعہ سناتا ہوں:

ہم نے انعام رکھا تھا کہ استاذ کے پاس پڑھنے والے جتنے بچے مثالی ہوں گے تو اس استاذ کو اتنا انعام ملے گا، جب امتحان آیا تو ایک مخلص اور اللہ والے استاذ نے کئی دنوں تک صلاۃ الحاجہ پڑھی اور منّت مانی کہ میری کلاس میں جتنے بچے مثالی ہوں گے، ہر بچے پر دو رکعت شکرانے کی نماز پڑھوں گا۔

آج ایک باپ اور ماں ایسی منّت نہیں مانتے! اور ایک استاذ اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے منّت مان رہے ہیں اور باقاعدہ صلاۃ الحاجت پڑھ کر دعائیں کررہے ہیں۔

اِس طرح کے جذبے ہوں گے تب جاکر استاذ صحیح معنی میں تعلیم دے سکے گا۔

نوٹ: ہمارے نورانی مکاتب میں آگے نمبر لانے والوں کو ''مثالی طلبہ'' کہا جاتا ہے۔

اساتذہ کو بچوں کے وقت کی قدر کرنی چاہیے

استاذ کے لیے سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے مکتب اور مدرسے کے وقت کی قدر کرنا، قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وقت اور زمانے کی قسم کھائی ہے اور اس کے ذریعے وقت کی اہمیت اور قدر کو بتایا ہے:

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾

ترجمہ: زمانے کی قسم! یقیناً انسان بڑے نقصان میں ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہے:

نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا كَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَةُ وَالْفَرَاغُ. (بخاری)

ترجمہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ (ان کا صحیح استعمال نہ کرنے کی وجہ سے) خسارے اور گھاٹے میں رہیں گے: ایک صحت اور دوسری فراغت۔

مدرسے کا وقت بہت قیمتی وقت ہے، قوم کے بچے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر ہمارے پاس اپنا قیمتی وقت لے کر آتے ہیں؛ اس لیے ان بچوں کے وقت کو ہم ذرہ برابر بھی ضائع اور برباد نہ کریں؛ بلکہ ان کی ایک ایک سیکنڈ اور ایک ایک منٹ کی قدر کرتے ہوئے ہم ان کو صحیح اسلام اور صحیح تعلیم دینے کی فکر کریں، یہ استاذ کی سب سے اہم ذمّے داری ہے۔

بچے قوم کے جگر کے ٹکڑے ہیں

آپ نے حضرت مولانا ”ابو الحسن علی میاں ندویؒ“ کا نام سنا ہوگا، بہت بڑے عالم اور ادیب گزرے ہیں، وہ ایک مرتبہ مصر قاہرہ کے ”جامعِ ازہر“ تشریف

لے گئے، وہاں پر ازہر کے طلبہ کی دینی حالتِ زار دیکھ کر حضرت مولانا کو بہت تکلیف ہوئی، انھوں نے ''شیخ الازہر'' سے بات کی کہ جامعِ ازہر، عالمِ اسلام کا مرکز ہے، یہاں کے طلبہ میں دین کا جذبہ اور تڑپ ہونی چاہیے، بہت تفصیل سے گفتگو فرمائی، تو شیخ الازہر نے کہا کہ: جو بات آپ زبانی کہہ رہے ہیں وہ مجھے لکھ کر دے دیں، میں اپنی ''لجنہ'' کے سامنے پیش کروں گا۔

حضرت مولانا نے رات بھر سوچ کر ایک تحریر تیار فرمائی اور صبح شیخ الازہر کے سامنے پیش کی، اس تحریر کا ایک جملہ میں آپ کو سنانا چاہتا ہوں، جو ازہر کے علما کو خطاب کرتے ہوئے حضرت نے لکھا تھا، یہ جملہ ہم سب کو اپنے دل و دماغ میں اتار لینا چاہیے اور ہمیشہ اس کو یاد رکھنا چاہیے، وہ جملہ یہ تھا کہ:

فَقَدْ اَلْقَى الْقَوْمُ اَفْلَاذَ كَبِدِهِمْ اَمَامَكُمْ وَاَنْتُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: قوم نے اپنے جگر پاروں کو تمھارے سامنے رکھ دیا ہے، تم قیامت کے دن ان کے بارے پوچھے جاؤ گے۔

ہر آنے والا بچہ ایک پتھر ہے، اس پتھر کو چمکا کر ہیرا بنانا اب ہمارا کام ہے۔

لہٰذا ان بچوں کے وقت کی قدر کرو اور جتنے وقت کے لیے یہ تمھارے پاس آئے ہیں ان کو اچھی تعلیم دے کر بھیجو۔

ان بچوں کو آپ ترغیب دو کہ بیٹا! حافظ بنو، عالم بنو؛ تاکہ یہ بچے مدرسے میں جاویں، عالم، حافظ بن کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں، یہ کام بھی ہمیں کرنا چاہیے۔

یہ بچے پڑھیں گے، پوری زندگی عمل کریں گے، ہم کو ثواب ملے گا اور استاذ کی

تعلیم کی برکت سے مسلمانوں کی قیامت تک آنے والی نسلوں کا ایمان بچ جائے گا، ان کی زندگی اور دین داری سلامت رہے گی۔

بچوں کے ماں باپ سے کوئی دنیوی غرض نہیں رکھنی چاہیے

استاذ کو چاہیے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کے واسطے پڑھاوے، بچوں کے ماں باپ سے کوئی دنیوی غرض نہ رکھے:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ (الدھر)

ترجمہ: اور وہ اس (اللہ تعالیٰ) کی محبت میں مسکینوں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (اور وہ کھانا کھلانے والے ان سے کہتے ہیں کہ:) ہم تو تم کو محض اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں، ہم تم سے کسی طرح کا نہ تو بدلہ اور نہ شکریہ چاہتے ہیں۔

اللہ جل جلالہ قرآن کے خادموں کو کبھی بھوکا پیاسا نہیں رکھتے ہیں؛ بلکہ عزّت کے ساتھ رکھتے ہیں، قرآن کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے آپ کی ضروریات ان شاء اللہ! پوری کریں گے، بچوں کے والیوں سے قرض کا لین دین، دنیوی مالی سوالات بھی بالکل نہ رکھیں۔

آپ اخلاص سے پڑھایئے، اللہ کے واسطے پڑھایئے اور دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ پڑھایئے، ان شاء اللہ! نسلیں آپ کو یاد کریں گی۔

اللہ سے جتنا مضبوط تعلق ہوگا اتنی ہی تعلیم میں روحانیت آئے گی

ایک استاذ اور معلّم جس قدر سنّت اور شریعت کے مطابق زندگی گزارے گا اور

اللہ تعالیٰ سے تعلّق کو مضبوط کرے گا اسی قدر اس کی تعلیم میں اثر پیدا ہوگا اور تعلیم میں روحانیت آئے گی، اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کا بہترین عمل رات کا قیام ہے، خود اللہ تعالیٰ نے حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ:

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ﴿۲﴾

اے چادر میں لپٹنے والے! رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی رات (عبادت کے لیے) کھڑے ہو جایا کرو۔

دن میں تعلیم و تعلّم کی مشغولیت کے باوجود ایک معلّمِ کامل اور داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر امّت کے لیے اللہ سے دعا کیجیے:

وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں بھی (اپنے) اس (رب) کے آگے سجدہ کیا کرو اور رات کے لمبے حصے میں اس (رب) کی تسبیح کرو۔

اس لیے ایک معلّم کو بھی چاہیے کہ راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلّق مضبوط کرے اور اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کی تربیت کے لیے اور ان کی زندگی اسلامی بنانے کے لیے دعا کرے۔

بچوں کو پڑھانا، بستی میں گشت کرنا، تعلیم کرنا، اِن سب میں روحانیت اسی وقت آئے گی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے فیصلے ہوں گے، اس کے لیے راتوں کو دعا مانگنا بہت ضروری ہے۔

یہ بات معلمین و معلمات سبھی کے لیے بہت ضروری ہے۔

تعلیم کے ساتھ اَورادووظائف کا اہتمام

اگر ہوسکے تو کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے بیعت ہوکر اپنے نفس اور اعمال کی اصلاح کی فکر کریں اور اس آیت پر عمل کرنے والے بن جائیں:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ.

ترجمہ: جو لوگ صبح و شام اپنے رب کی عبادت کیا کرتے ہیں (اور) وہ لوگ اس (اللہ تعالیٰ) کی خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں تم اپنے آپ کو پابندی کے ساتھ ایسے لوگوں کے ساتھ رکھو۔

قرآن میں دوسری جگہ ہے: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کے نام کا صبح و شام ذکر کیا کرو۔

کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے بیعت ہوکر صبح و شام کی تسبیحات کا بھی اہتمام کرو، یہ ہماری بہت بڑی کمی ہے کہ ہم تسبیحات کا اہتمام نہیں کرتے۔

میرے والد صاحب مرحوم کی پچاس سالہ مکتب میں محنت

میرے والدِ مرحوم حضرت مولانا سلیمان صاحبؒ نے تقریباً پچاس سال تک مسلسل مکتب پڑھایا، ایک مرتبہ انگلینڈ چندہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے اور حج کے لیے حرمین گئے اور بس! اس کے علاوہ انھوں نے بیرونِ ملک کا کبھی کوئی سفر نہیں کیا، ان کی تعلیم و تربیت کے انوکھے انداز کے واقعات ان کی سوانح ''فیضِ سلیمانی'' سے آپ کو سناتا ہوں:

والد صاحب مرحوم کے پڑھانے کا عجیب انداز

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بچوں کے پڑھانے کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا، بچوں کو بہت محبت اور پیار سے اپنے پاس بٹھاتے تھے، مشہور تھا کہ شہر کے تمام مکاتب میں جو بچہ کسی کے پاس چل نہیں پاتا تھا وہ بچہ حضرت والد صاحب کے پاس الحمدللہ! چل جاتا تھا؛ کیوں کہ بہت محبت سے پڑھاتے تھے؛ اگرچہ سختی بھی بہت تھی؛ لیکن اس سے کہیں زیادہ شفقت تھی۔

شفقت کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی بچہ غیر حاضر ہوتا تو خود اس بچے کے گھر تشریف لے جاتے یا ٹیلیفون کے ذریعہ نہ آنے کی وجہ دریافت کرتے، بیمار ہو تو پوچھتے: کیا بیماری ہے؟ پھر اس بیماری کا کوئی مناسب علاقائی (دیسی) علاج بتاتے اور پانی، مرچ وغیرہ دم کر کے دیتے اور بہت سی مرتبہ بلا وجہ غیر حاضری پر والدین کو ڈانٹتے بھی اور سمجھاتے بھی تھے، اس طرح کی شفقت بھری تنبیہ کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بچہ پھر غیر حاضر رہنے کی ہمت نہیں کرتا تھا؛ الّا یہ کہ کوئی معقول عذر سامنے آجائے۔

''قرآنِ مجید'' اور ''تعلیم الاسلام'' پڑھانے کا انداز

زندگی بھر کلامِ پاک بہت ہی اچھے انداز میں مخارج کی رعایت کے ساتھ، اسی طرح صفات، غنّہ، اخفا، مد، ادغام، اظہار وغیرہ کی پوری رعایت کے ساتھ پڑھانے کا معمول رہا؛ یعنی تجوید کے قواعد کی پوری رعایت کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھاتے، سورۂ یوسف میں ''لَا تَأْمَنَّا'' میں ''اشمام'' ناظرہ کے زمانے ہی سے سکھاتے تھے۔

الحمدللہ! والد صاحب کے پاس قرآن پڑھنے والے پورے عالَم میں مختلف

جگہوں میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے دین کی نسبت سے پوری دنیا میں بھیجا، جہاں بھی میں جاتا ہوں تو ان کے پاس پڑھے ہوئے بڑی بڑی عمر کے شاگرد مجھے ملتے ہیں اور ان کو یاد کرتے ہیں، والد صاحب کی زندگی میں بھی بہت محبت سے والد صاحب کی خیر خیریت پوچھا کرتے تھے، نیز والد صاحب کے لیے تحفے بھی بھیجا کرتے تھے۔

والد صاحب کے شاگردوں کی ایک بہت بڑی تعداد انگلینڈ، افریقہ، کنیڈا، امریکہ، برطانیہ، پناما، نیوزی لینڈ میں آج بھی الحمد للہ! موجود ہیں، ان میں سے بہت سارے عالمِ دین اور حافظِ قرآن بھی ہو چکے ہیں۔

''تعلیم الاسلام'' باقاعدہ درسِ نظامی کے سبق کے انداز میں پڑھاتے تھے، پہلے بچے سے عبارت پڑھواتے تھے، پھر اس عبارت کو خوب اچھی طرح اور بہت آسان الفاظ میں اور مناسب مثالوں سے سمجھاتے تھے۔

مثلاً: تعلیم الاسلام میں ''منی'' کے متعلق مسائل آتے اور طالبِ علم نابالغ ہو تو اس کو سمجھانے کے لیے بہت عمدہ مثال دیتے تھے کہ ناک سے جس طرح رینٹ نکلتی ہے اس طرح کا چکنا مادہ پیشاب کی جگہ سے نکلتا ہے اس کو ''منی'' کہتے ہیں۔

بڑی عمر کے لوگوں کے لیے تعلیم کا سلسلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ایک موقع پر بڑی عمر کے مسلمانوں کے لیے تعلیم کے سلسلے کی طرف توجہ دلائی کہ بچپن میں مکتب میں لوگوں کا پڑھا ہوا قرآن استاذ سے ربط نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے، بعض مرتبہ تو لوگ ناظرہ تک بھول جاتے ہیں، نماز میں بڑی غلطیاں ہونے لگتی ہیں؛ اس لیے بڑی عمر کے

لوگوں کے لیے تعلیمی سلسلہ نہایت ضروری ہے؛ تاکہ قرآن صحیح یاد رہے اور ضروری مسائل میں پختگی ہو، بنیادی دینی تعلیم سے واقفیت رہے۔

ایک جگہ بڑی عمر کے لوگوں کے لیے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا؛ حالاں کہ ان میں اکثر پڑھے لکھے لوگ تھے؛ لیکن جب ان کی نماز سنی گئی تو پتہ چلا کہ اکثر حضرات نماز کی ابتدا میں بڑی غلطی کرتے ہیں، تکبیرِ تحریمہ کے بعد لفظِ ''ثنا'' بولتے ہیں، اس کے بعد ثنا کے کلمات پڑھتے ہیں۔

نوٹ: فقہا نے ایک مسئلہ لکھا ہے کہ نماز میں دو سے زائد غیر ضروری الفاظ یا حرف زبان سے نکل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے (کمافي کتب الفقه والفتاوی)

اس لیے بہت ضروری ہے کہ بڑی عمر کے لوگوں میں روزانہ یا ہفتے میں ایک دو روز تعلیمی سلسلہ جاری ہو۔

بارڈولی میں جب مسجدِ اقصیٰ کا تعمیری سلسلہ جاری ہوا، اسی وقت سے حضرت والد صاحبؒ نے ایک طویل عرصے تک تعلیم الاسلام کو سامنے رکھ کر نماز اور عقائد اور دینی ضروری مسائل کے بیان کا سلسلہ جاری فرمایا، یہ مجلس عشا کے بعد بیس یا پچیس منٹ تک ہوتی تھی، بڑے ذوق وشوق سے لوگ اس میں شرکت کرتے تھے، جس کی ترتیب یہ تھی کہ عشا کے بعد مسجد میں تعلیم کا حلقہ ہوتا تھا، ایک روز فضائلِ اعمال کی تعلیم اور ایک روز تعلیم الاسلام، مرحوم محمد بھائی قریشی روزانہ عشا کی فرض نماز کے بعد اعلان کرتے تھے: آج مسائل کی تعلیم ہے یا فضائل کی تعلیم ہے۔

اس کا بڑا فائدہ بھی ہوا، الحمدللہ!

مکتب میں پڑھنے والے بچوں کی بہترین تربیت

آپ مکتب کے بڑے ماہر مدرس تھے اور بفضلہٖ تعالیٰ! مرحوم کے پاس ہر قسم کا طالبِ علم- چاہے کتنا ہی کمزور ہو- چل جاتا تھا۔

بارڈولی کے غلام بھائی لونت کا بیان ہے کہ: ہم جس وقت پڑھتے تھے اس وقت والد صاحب مرحوم بارڈولی کی جمعہ مسجد میں امامت کرتے تھے اور والد صاحب مرحوم کی عادت تھی کہ جمعہ مسجد میں نماز پڑھا کر سیدھے مینارہ مسجد آتے اور آ کر اپنے شاگردوں کی نماز کی حالت دیکھتے تھے کہ یہ لوگ رکوع، سجدہ، قیام وغیرہ دیگر ارکان صحیح صحیح ادا کرتے ہیں یا نہیں؟

جس شاگرد کی جو غلطی نظر آتی تھی اس کو ذہن میں رکھتے تھے اور جب ہم ان کے پاس مدرسے میں جاتے اس وقت ان غلطیوں کی اصلاح فرماتے تھے۔

اپنے شاگردوں کی تربیت کا یہ ایک بہترین نظام تھا اور غلام بھائی لونت نے یہ بھی فرمایا: اِس وقت ہماری نمازیں جو صحیح ہیں یہ مرحوم والد صاحب کی تربیت کی وجہ سے ہے۔

مکتب کے بچوں کو سلام ومصافحہ کا ترغیبی حکم

محلے سے جو بچے حضرت والد صاحبؒ کے پاس پڑھنے کے لیے آتے تھے، ان کو حکم تھا کہ والد صاحب جب مسجد سے نکلے تو آ کر ان سے مصافحہ کریں، چنانچہ عصر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے اوقات پر مرحوم والد صاحب سنت وغیرہ سے فارغ ہو کر جب مسجد سے واپس لوٹ کر آتے تو تمام بچے اور بچیاں اپنے اپنے گھروں سے نکل کر

سلام اور مصافحہ کرتے تھے۔

اگر کوئی بچہ یا بچی نظر نہ آتی تو آواز دے کر بلاتے اور پوچھتے کہ کیا وہ بیمار ہے؟ کہاں ہے؟ وہ کیوں ملاقات کے لیے موجود نہیں؟ اس طرح آپؒ متوجہ فرماتے تھے، اس سے بچوں میں سلام، مصافحہ کی سنت زندہ ہو جاتی۔

آج بھی الحمدللہ! وہ ماحول باقی ہے۔

محلّے کے بچوں میں سلام کا بہترین ماحول

اس کی برکت سے بچوں کے اندر سلام کا ایک عام ماحول بنا، مرحوم کے اس عمل کی برکتیں آج تک دیکھنے کو ملتی ہیں کہ جب کبھی بندہ عصر، مغرب یا عشا کی نماز میں بارڈولی موجود ہوتا ہے اور نماز سے فارغ ہو کر مکان آتا ہے تو بچے اسی طرح سلام اور مصافحہ کرتے ہیں، جس طرح مرحوم والد صاحب کے زمانے میں کرتے تھے۔ (از: فیضِ سلیمانی)

والد صاحب کیسے پڑھاتے تھے؟ اس کا طریقہ ''بچوں کو پڑھانے کا طریقہ'' کے شروع میں اور ان کی سوانح ''فیضِ سلیمانی'' میں پڑھ لیں، ان شاءاللہ! مفید ہوگا۔

لہٰذا آپ مکتب میں ان بچوں کی فکر کریں گے تو پوری زندگی وہ آپ کا احسان یاد رکھیں گے اور آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں گے۔

یاد رکھیں! ایک استاذ بہت قیمتی ہوتا ہے، بچے کی زندگی بننے اور بگڑنے کی بنیاد استاذ پر ہوا کرتی ہے؛ اس لیے اللہ کے واسطے آپ لوگ ایک اچھے استاذ بن جائیں۔

استاذ بچوں کی تعلیمی زندگی کا ڈرائیور ہے

جیسے ایک گاڑی کے ڈرائیور کو نیند آجائے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہوگا؟ اس

کا ایکسیڈنٹ ہوجائے گا اور بدن اور گاڑی کا نقصان ہوجائے گا، ہوسکتا ہے کہ جان بھی چلی جائے، اسی طرح ایک استاذ بھی بچوں کی تعلیمی زندگی کا ڈرائیور ہوتا ہے، اگر یہ اپنے ڈرائیونگ کے ٹائم میں؛ یعنی مدرسے کے ٹائم میں نیند نکالیں گے، جھونکے لگائیں گے تو بچوں کی ایمانی زندگی میں ''نعوذ باللہ'' کفر اور ارتداد اور بدعملی کا ایکسیڈنٹ ہوجائے گا اوران بچوں کی ایمانی زندگی کا نقصان ہوجائے گا۔

یہ مدرسہ نیند پوری کرنے کی جگہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے بہترین مکان اور نرم نرم بستر دیے ہیں وہ آرام کی جگہ ہے، یہاں تو ہم بچوں کو کچھ دینے آئے ہیں، ان کی زندگی کو بنانے کے لیے آئے ہیں؛ اس لیے ہم لوگ پوری چستی اور نشاط کے ساتھ مدرسے میں آئیں اور بچوں کو اچھی طرح پڑھائیں، ان شاء اللہ! بچوں کی زندگی پر اس کا بڑا اچھا اثر ہوگا اوران کی ایمانی زندگی کا کبھی بھی ایکسیڈنٹ نہیں ہوگا۔

گھریلو کام میں عورتوں کی مدد کرنی چاہیے

ایک اہم سنّت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:

ترمذی شریف میں ہے کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام میں ازواجِ مطہرات کی مدد فرماتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے کام چھوڑ کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

علما اور معلمین سے میری ایک درخواست یہ بھی ہے کہ: آپ بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنّت پر عمل کریں اور گھریلو کام میں اپنی عورتوں کی مدد کریں، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! آپ کی تعلیم وتدریس میں برکت ہوگی۔

معلّمات کے لیے ایک خاص اہمیت کی بات

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت لاڈلی بیٹی تھیں، ایک دن حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو غلام آئے؛ چناں چہ وہ لینے کے لیے آئیں۔

وجہ یہ ہوئی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھریلو کام کاج کرتی تھیں، چھوٹے چھوٹے بچے: حسن وحسین کی خدمت کرنا، گھر میں اونٹ بکریاں پالی ہوئی ہیں ان کی خدمت، چکی خود چلانا، پانی کے مشکیزے بھر کر لانا وغیرہ۔

روایتوں میں آتا ہے کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں زخم ہوجاتا تھا، نیز اونٹ اور بکری کے لیے چارہ لینے جاتیں، پانی کھینچتیں، کھانا بناتیں، سارے کام اپنے ہاتھ سے کر کے تھک جاتی تھیں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غلام لینے کے لیے تشریف لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت گھر میں نہیں تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا اور واپس چلی گئیں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمان وغیرہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی تھیں کہ کام وغیرہ کر کے تھک جاتی ہیں اور غلام کی چاہت رکھتی ہیں۔

رات کا وقت ہوچکا تھا، نماز ہوچکی تھی، مدینہ میں لوگ سونے کے لیے گھروں پر جاچکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے، داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بستر پر لیٹ چکے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر داخل ہوکر ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور ان دونوں سے فرمایا کہ: اٹھو مت، سوئے رہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلوے مبارک میرے سینے سے لگ رہے تھے اور میں اس کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: بیٹی فاطمہ! وہ دونوں غلام جو میرے پاس آئے ہیں وہ میں کسی یتیم کو دینے والا ہوں؛ لیکن میں تجھے ایک تسبیح سکھاتا ہوں:

سبحان اللہ ۳۳ / مرتبہ، الحمدللہ ۳۳ / مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ / مرتبہ

پڑھ لیا کر، یہ تیرے لیے غلام سے بہتر ہوگا۔

اِس کو تسبیحِ فاطمی کہا جاتا ہے، بہت سے بزرگانِ دین کا یہ مجرّب عمل ہے کہ جو رات کو یہ تسبیح پڑھے اور ہاتھ پر پھونک کر پورے بدن پر پھیر لیوے تو اللہ تھکان کو دور کر دیتے ہیں، اور وہ صبح کے وقت چست اور تازہ دم اٹھتا ہے۔

یہ حدیث اس لیے سنائی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سارے کام کرتی تھیں اس پر بھی حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات نہیں کہی کہ:

بیٹی فاطمہ! سارے کام چھوڑ دے، علی کو چاہیے کہ نوکر اور خادم رکھے۔

نہیں؛ بلکہ اپنی بیٹی کو کام پر جو تھکان ہوتی ہے اس کی تلافی بتلائی، جنّت کی عورتوں کی سردار سارے کام کرے اور نبی جی ان کو کام کرنے دیوے تو ہماری معلّمات بہنوں سے کہوں گا کہ: تعلیم وتربیت اور دین کے کام کے ساتھ گھریلو کام بھی کرو؛ تاکہ آپ کی معاشرتی کی زندگی اچھی طرح چلتی رہے۔

کامیاب استاذ کے لیے دوسری چند ضروری باتیں اور اوصاف

① بعض مرتبہ گھروں میں ماں باپ کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے، فیملی پروبلم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ بچے ٹینشن اور الجھن میں رہتے ہیں اور یہ چیز بھی بچوں کی زندگی پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہے؛ لہذا آپ ان بچوں کے گھریلو حالات کے بارے میں بھی پوچھ تاچھ کیجیے اور اگر کوئی پریشانی ہے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کیجیے اور ان کی صحیح رہنمائی کیجیے۔

② استاذ کو چاہیے کہ بچوں کو پیارے پیارے ناموں اور القاب کے ساتھ پکارے۔

③ بچوں کو روزانہ ترغیب دیں کہ وہ مدرسے میں پڑھی ہوئی بات گھر جا کر والدین کو سنائیں، اس کی وجہ سے بچپن سے یہ بچہ دین پھیلانے والا، داعی اور مبلغ بنے گا اور گھر میں بڑوں تک بھی دین کی بات پہنچے گی، پھر دوسرے دن بچوں سے پوچھیں کہ: کس نے یہ باتیں گھر میں سنائیں؟ نہ سنائی ہوں تو ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں؛ بلکہ سمجھائیں کہ: بیٹا! چلو! کوئی بات نہیں؛ مگر آج جا کر گھر میں ضرور سنا دینا۔

④ جسم اور تندرستی کی حفاظت کی باتیں بھی سکھائی جائیں، جو چیزیں صحت اور تندرستی کے لیے نقصان کرنے والی ہیں جیسے گٹکا، بیڑی، تمباکو، سگریٹ، باہر کی کھلی چیزوں وغیرہ سے بچوں کو سمجھا کر روکا جائے۔

⑤ بچوں کو گندگی سے بچنا سکھایا جائے، پاکی وصفائی ان کو سکھائی جائے، جائز وناجائز کھیلوں کی پہچان کرائی جائے اور ناجائز کھیلوں سے بچوں کو بچایا جائے اور جس

کھیل سے بچوں کی صحت اور تندرستی اچھی ہوتی ہو وہ بچوں کو بتلائیں اور ان کو ورزش کرنا بھی سکھائیں، آج کے حالات میں یہ بھی بہت ضروری ہے۔

⑥ جو بچہ روتا ہوا آتا ہو اس کو بٹھا کر سمجھائیں، شفقت ونرمی سے پیش آئیں، مارنا یہ رونے کا علاج نہیں ہے، استاذ بچوں کو ایسا ماحول دیں کہ بچے خوشی خوشی مدرسہ آئیں۔

⑦ مدرسے کے وقت میں بچوں کی ضرورت کا لحاظ کریں، مثلاً پیشاب کا تقاضا ہو تو اس کو چھٹی دے دیں؛ ورنہ بچہ جھوٹ بولے گا اور غلط عادت بنے گی اور بعض مرتبہ مدرسہ کی چٹائی وغیرہ کو بھی بگاڑ ڈالے گا۔

⑧ استاذ ہمیشہ اِس فکر میں رہیں کہ میرے پاس آنے والے بچے میں کیا کمی ہے اور اس کمی کی تلافی کی کوشش کریں، کمزور بچوں پر زیادہ دھیان دیں اور آہستہ آہستہ ان کی اس کمزوری کو دور کرنے کی تدبیریں کرتے رہیں۔

⑨ کامیاب مدرس کے لیے بورڈ کا استعمال کرنا بھی بہت ضروری اور اہم ہے، بورڈ کا استعمال آپ ضرور کیجیے اور اور اپنے بچوں کے ہاتھ میں بھی چاک دیجیے اور ان سے بھی بورڈ پر لکھوایئے، اس کی برکت سے بچے آسانی کے ساتھ بہت جلدی سیکھ لیں گے اور قلم پکڑنا، لکھنا وغیرہ بھی آسان ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنی میں معلّم بناوے، کیسے صحیح معنی میں:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ.

تم میں سب سے اچھے وہ ہیں جو قرآن سیکھے اور سکھلاوے۔

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ.

اس قرآن کی تعلیم کی برکت سے تم اللہ والے بن جاؤ۔
اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو فرمائے:
اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّتُهٗ.
یہ میرے خاندان کے لوگ آ گئے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قیامت کے دن یہ فضیلت عطا فرمائے، یہ فضیلت کب ملے گی؟ جب ہم صحیح معنی میں پڑھانے کی ذمّے داری ادا کریں گے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کو بلا کر اپنے خاص لوگوں میں شامل کر کے جنّت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائیں گے۔

یہ کچھ ضروری باتیں عرض کر دی گئیں، ان کا لحاظ کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ! آپ کا مکتب ایک مثالی مکتب بن جائے گا اور آپ ایک مثالی مدرس و معلّم کہلائیں گے۔

اس کتاب کو ساتھ میں رکھیں، بار بار اس کو پڑھتے رہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ! بہت ہی فائدہ ہوگا۔

برادرِ محترم حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات کاپودروی کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھیں، صحت، عافیت کے ساتھ ان کی عمر میں برکت دیں، ان کے دینی کاموں کو قبول فرمائیں، مکاتب کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ ان سے انقلابی کام لے رہے ہیں، باری تعالیٰ کے فضل سے نورانی مکاتب کا جو سلسلہ گجرات بھر میں قائم ہے اس کے تعلیمی نظام کے حضرت مولانا روحِ رواں ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائیں اور مسلمانوں کے تمام طبقے کے لیے فائدہ مند فرمائیں۔

وأخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

عام طور پر اساتذہ سے ہونے والی غلطیاں

① کلاس میں لیٹ جانا اور وقت سے پہلے نکل آنا۔

② پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر کلاس میں موبائل استعمال کرنا، اخبار پڑھنا، مطالعہ کرنا، سوجانا وغیرہ۔

③ انصاف نہ کرنا، کسی بچے کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا۔

④ طلبہ کی حاضری نہ لینا۔ سبق صحیح سے نہ سننا۔

⑤ بچوں کو جانوروں کی طرح مارنا۔

⑥ بچوں کو گالی دینا، برے نام سے پکارنا۔

⑦ کورس اور نصاب پورا نہ کرنا۔

⑧ طلبہ سے مشکل کام کرانا۔

⑨ مدرسے کے اصول وقواعد کی پابندی نہ کرنا۔

⑩ مدرسے سے غائب رہنا، اپنا زیادہ وقت تقریر اور تبلیغ میں لگانا۔

⑪ بچوں میں برائی دیکھنے کے باوجود خاموش رہنا۔

⑫ بچوں کی تعلیم پر زیادہ توجہ نہ دینا اور باہر ٹیوشن خوب پڑھانا۔

⑬ درمیانی سال میں اچانک زیادہ تنخواہ کی لالچ میں مدرسہ چھوڑ دینا۔

⑭ نمازوں میں سستی کرنا۔

⑮ صفائی کا خیال نہ رکھنا، گندے کپڑے پہن کر کلاس میں پڑھانے آنا۔

⑯ بچوں کے سامنے تمباکو وغیرہ استعمال کرنا۔

⑰ داڑھی چھیلنا، کترنا یا کاٹنا۔

علمائے کرام، ائمۂ عظام اور مؤذنین کا مقام، ذمّے داریاں اور ان پر آنے والے حالات پر صبر

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، لہٰذا تم (اے نبی!) اس کے ملنے کے بارے میں کسی طرح کا شک نہ کرو اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا ﴿۲۳﴾ اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو جب انھوں نے (برے حالات پر) صبر کیا تو (دین میں) ایسا پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو راستہ بتاتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

ترجمہ: (اے نبی!) ہم نے تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔ سو

اپنے رب کے حکم پر جمے رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا کافر کی بات نہ مانو۔ اور اپنے رب کے نام کا صبح وشام ذکر کیا کرو۔ اور رات کے کچھ حصے میں بھی (اپنے) اس (رب) کے آگے سجدہ کیا کرو اور رات کے لمبے حصے میں اس (رب) کی تسبیح کرو۔

جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سنّت قراءت کا اہتمام کرنا چاہیے

میں نے آپ حضرات کے سامنے دو الگ الگ جگہ سے قرآن کی آیتیں تلاوت کی ہیں، بڑی بات یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں ایک سنّت عمل سے تعلّق رکھنے والی سورتوں میں سے ہیں، بخاری شریف میں یہ حدیث ہے کہ:

حضرت نبیٔ کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی فرض نماز میں پہلی رکعت میں ''سورۂ الم سجدہ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ دہر'' کی تلاوت فرماتے تھے۔

نمازِ جمعہ کی سنّت قرأت

اسی طرح حدیثِ پاک میں جمعہ کی نماز کے لیے چار سورتیں ملتی ہیں:

(۱) سورۂ جمعہ (۲) سورۂ منافقون (۳) سورۂ اعلیٰ (۴) سورۂ غاشیہ۔

حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے جمعہ کی دو رکعت نماز میں یہ سورتیں پڑھی ہیں: کبھی پہلی رکعت میں ''سورۂ جمعہ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ منافقون''، کبھی پہلی رکعت میں ''سورۂ اعلیٰ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ غاشیہ''۔

اِس وقت میں ائمۂ کرام کی خدمت میں حاضر ہوں اور اِس سنّت کا تعلّق اماموں سے ہے جو مصلّے کی زینت بنتے ہیں؛ اس لیے ائمہ حضرات کی خدمت میں بہت ہی ادب سے درخواست ہے کہ: اِس مبارک مجلس سے عزائم لے کر اٹھیں کہ ان شاء اللہ!

جمعہ کی فجر میں اِس سنّت کو زندہ کریں گے، اگر آج آپ نے اِس مجلس کی برکت سے یہ ایک سنّت زندہ کرلی تو آج کی ہماری یہ مجلس کامیاب ہے، ایک سنّت زندہ کر کے سمجھو آپ کا آنا، جانا اور وقت کی قربانی دینا سب مقبول ہو گیا۔

میں کوئی باقاعدہ امام نہیں، کبھی کبھی فجر اور دوسری نمازیں پڑھا لیتا ہوں، میرا تجربہ یہ ہے کہ جمعہ کی فجر میں دونوں سورتیں تجوید کی رعایت اور لحنِ جلی سے حفاظت کے ساتھ الحمدللہ! گیارہ بارہ منٹ میں مکمل ہو جاتی ہیں۔

اِس سنّت کو زندہ کرنا ہماری ذمّے داری ہے، اس لیے اِس کا معمول بنائیے کہ ہر جمعہ کو فجر کی پہلی رکعت میں ''الم سجدہ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ دہر'' کی تلاوت ہو۔

پہلی آیت جو میں نے پڑھی اس کا تعلق ''سورۂ الم سجدہ'' سے ہے اور دوسری آیت کا تعلّق ''سورۂ دہر'' سے ہے اور دونوں آیتیں ایسی ہیں کہ ہم ائمۂ کرام، مدرسینِ عظام، علما، سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں بڑی زبردست ہدایات دی ہیں۔

امامت کیا ہے؟ اور اس کی ذمّے داریاں کیا کیا ہیں؟

پہلے دونوں آیتوں کا مختصر خلاصہ عرض کر دیتا ہوں، باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا.

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو جب انھوں نے (برے حالات پر) صبر کیا تو (دین میں) ایسا پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کو راستہ بتاتے تھے۔

ہم سمجھتے ہیں مسجد میں پانچ وقت کی نماز پڑھا دی اس کو ''امامت'' کہتے ہیں، یہ سوچ ہماری مناسب نہیں ہے۔

بہت اچھی طرح سمجھ لیجیے! صرف پانچ وقت کی نماز پڑھا دینے کا نام امامت

نہیں ہے؛ بلکہ: ہم جس محلّے یا جس بستی میں ہیں اس بستی کے تمام دینی کاموں کی ذمّے داری اور تمام امور میں شرعی رہبری کا نام ''امامت'' ہے، مثلاً:

کسی کا انتقال ہوجائے تو غسل، کفن، دفن، جنازے کی نماز، ہماری ذمّے داری ہے۔

کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوا اس کے کان میں اذان، اقامت، تحنیک، یہ ہماری ذمّے داری ہے۔

سنّت طریقے سے نکاح پڑھانا یہ ہماری ذمّے داری ہے۔

کوئی مسئلہ پیش آ گیا تو خود کتابوں سے حل کر کے یا کسی معتبر مفتی صاحب سے حل کر کے قوم کی اور محلّے والوں کی رہبری کرنا یہ ہماری ذمّے داری ہے۔

یہ امامت بہت بڑی ذمّے داری ہے، ایسا سمجھو کہ دین کے اعتبار سے لیڈر شپ کا دوسرا نام ''امامت'' ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا.

یعنی اماموں کا کام اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں کی رہبری کرنا ہے۔ اللہ کے حکم اور شریعت کے مطابق لوگوں کی رہبری کرنا یہ اماموں کا کام ہے، اپنی مرضی نہیں چلانی ہے۔

ایک امام کا حضرت جی ثالث مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی غائبانہ نمازِ جنازہ کا اعلان

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا جس دن انتقال ہوا اُس دن میں نے

ظہر کی نماز گجرات کے ایک مشہور شہر ”واپی“ میں پڑھی تھی، تاخیر ہونے کی وجہ سے میری ایک رکعت گئی تھی، امام صاحب نے سلام پھیرتے ہی نجاشی بادشاہ کا قصہ سنایا اور اعلان کر دیا کہ: آج جنازے کی غائبانہ نماز ہوگی۔

میرے لیے ایک رکعت پوری کرنا مشکل! جیسے ویسے کر کے ایک رکعت پوری کی، اب میری ذمّے داری تھی کہ میں صحیح رہبری کروں؛ چناں چہ سلام پھیر کر میں نے امام صاحب کو سمجھایا۔

میں نے عرض کیا کہ: شُرَّاحِ کرام حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے تو بیچ کے تمام فاصلے ہٹا دیے گئے تھے اور نجاشی بادشاہ کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کر دیا گیا تھا جو حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک معجزہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سامنے جنازے کی نماز پڑھائی تھی، آج ”واپی“ سے لے کر ”دلّی“ تک شاید سارے فاصلے آپ کے لیے ہٹ جائیں گے اور آپ جنازے کی غائبانہ نماز پڑھائیں گے!

انھوں نے فوراً معافی مانگی کہ: مجھ سے غلطی ہوگئی، میں نے کہا: آپ نے غلطی کا اقرار کر لیا یہ اللہ کا احسان ہے؛ ورنہ مولوی لوگ جلدی غلطی مانتے نہیں ہیں۔

خرابی کے جنم لیتے ہی اسے مٹانے کی کوشش کرنا

آپ نے ایک حدیث پڑھی ہوگی کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک بیٹے ”حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ“ کی مدینۂ منورہ میں وفات ہوئی اور اسی وقت سورج گرہن ہوا، عرب کے لوگوں کا ایک عقیدہ تھا کہ کوئی بڑا آدمی مرجاتا ہے، یا پیدا ہوتا ہے تو سورج کو گرہن لگتا

ہے اور یہاں اتفاقی بات ہوگئی کہ آپ ﷺ کے بیٹے کا انتقال ہوا اور سورج گرہن ہوا تو لوگوں کے دل ودماغ میں اس غلط عقیدے کے اور مضبوط ہوجانے کا خطرہ تھا۔

یہ حدیث ہم کو اپنی ذمّے داری یاد دلاتی ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ نے فوراً بیان کیا اور بیان میں ارشاد فرمایا کہ: سورج کو گرہن کسی کے مرنے سے یا پیدا ہونے سے نہیں لگتا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں سورج اور چاند کی روشنی ختم کردیتے ہیں۔

دیکھیے! اس کو کہتے ہیں موقع شناسی؛ یعنی امّت میں، قوم میں، بستی میں کوئی بھی غلط بات سامنے آوے تو علمائے کرام فوراً رہبری کریں، قرآن وحدیث سے گائڈ لائن دیویں اور اگر خود کو سمجھ میں نہیں آتا تو بڑوں سے پوچھ کر گائڈ لائن کریں، یہ علمائے کرام کی ذمّے داری ہے۔

آج ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ نماز پڑھادی، بچوں کو پڑھادیا تو کام پورا، نہیں! بلکہ موقع بہ موقع قوم کو دین کی رہبری کرنا ہماری ذمّے داری بنتی ہے:

قوم میں غلط طریقے سے شادی ہورہی ہے؛ ہم رہبری کریں۔

کوئی سالگرہ (Birthday) منارہا ہے؛ ہم رہبری کریں۔

بَسَنْت (ઉત્તરાયણ) آنے سے پہلے بچوں کو سمجھائیں کہ یہ پتنگ کیا چیز ہے؟ پتنگ اڑانا منع ہے، یہ اسلامی چیز نہیں ہے۔

اس طرح تربیت کرنا اور ذہن بنانا استاذ اور عالم کی ذمّے داری ہے۔

بہر حال! ہمیں یہ چیز یاد رکھنی چاہیے کہ ہم امام ہیں؛ اِس کا مطلب امام ابوحنیفہؒ نہیں ہیں، ائمۂ مجتہدین کے درجے پر نہیں ہیں؛ لیکن ہمیں اللہ کے حکم کے مطابق اور شریعت کے مطابق قوم کو رہنمائی کرنی ہے۔

علم سے جنّت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور مجھے بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ:

علم والوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اگر تم کو عذاب دینا ہوتا تو میں اپنا علم تمھارے سینوں میں نہ رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ علم کیوں دیا؟

اللہ تعالیٰ ہمیں جنّت دینا چاہتے ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری ذمّے داریاں بھی بہت بڑی ہیں، ہم کیا کہتے ہیں:

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ.

علما انبیا کے وارث ہیں۔

نبی تو اپنی امّت کی ہر چیز کی فکر کرتے تھے، ہمیں بھی اپنی قوم کی ہر چیز کی فکر کرنی ہے، تب جا کر وراثت کا حق ادا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طرف دھیان دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

منصبِ امامت کے ساتھ صبر لازم ہے

بہت اچھی طرح سن لو! یہ ہمارا منصب، یہ ہمارا عہدہ کیسا ہے؟ اللہ نے قرآن میں فرما دیا، اللہ مجھے اور آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے؛ لیکن کیفیت کیا ہے؟ فرمایا: ”لَمَّا صَبَرُوْا“، ہمارے اس کام میں صبر ”فرضِ عین“ کی طرح ہے۔

اور یہ بھی یاد رکھو کہ صبر بہت ساری جہتوں سے ہے۔

متولیوں، ٹرسٹیوں اور مصلیوں کا مسلّط ہونا

سب سے پہلا صبر تو یہ ہے کہ کمیٹی اور مصلیوں کی فوج ہمارے اوپر مسلط ہے، یہ صبر کا ایک بہت بڑا امر حلہ ہے، آپ نے میرے بیانات سنے ہوں گے کہ میں متولیوں کو نصیحت کرتا ہوں اور جب بھی موقع ملتا ہے ان کو بھی جو کہنا ہے صاف صاف کہہ دیتا ہوں؛ لیکن میں اِس وقت آپ ائمہ کرام سے بات کر رہا ہوں اور میں تو اپنے یہاں دورۂ حدیث پڑھنے والے طلبہ کو جب نصیحت کرتا ہوں تو کہتا ہوں کہ:

مدرسے میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام کی نگرانی میں اپنی اصلاح کرلو؛ ورنہ جاہل متولی تمھاری اصلاح کریں گے، بعض متولی تو جمعہ سے جمعہ نماز پڑھیں گے؛ لیکن تم فجر میں حاضر تھے کہ نہیں، وہ معلومات رکھیں گے، ان کی ''التحیات'' صحیح نہیں ہوگی؛ لیکن آپ نے ''الحمد'' کی ''ح'' کیسی نکالی وہ بھی دیکھیں گے۔

بہر حال! ہمارے اوپر ایک تو متولیوں اور ٹرسٹیوں کی فوج ہے۔

اکبرؔ الہ آبادی کی ایک پُر لطف تضمین

لسان العصر اکبرؔ الہ آبادی کا نام تو آپ نے سنا ہے اور ''کریما'' کتاب بھی آپ نے پڑھی ہے، کریما میں پہلا شعر ہے:

کریما بہِ بخشائے برحالِ ما	کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا

ترجمہ: اے کریم آقا! آپ ہمارے حال رحم فرمائیے! اس لیے کہ میں نفسانی خواہش کے پھندے کا قیدی ہوں۔

اکبرؔ الہ آبادی نے شیخ سعدؔی کے شعر میں تضمین کی اور کہا:

کریما بہ بخشائے برحالِ بندہ	کہ ہستم اسیرِ کمیٹی و چندہ

ترجمہ: اے کریم آقا! بندے کے حال پر رحم فرمایئے! اس لیے کہ میں کمیٹی اور چندہ کا قیدی ہوں۔

یہ اکبرؔ الہ آبادی نے تضمین کی ہے۔

ایک متولی کا قصّہ

میرے استاذِ محترم حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی دامت برکاتہم نے سبق میں ہمیں ایک قصّہ سنایا کہ: ایک متولی صاحب ایک مسئلہ لے کر آئے کہ ہمارے امام صاحب ظہر، عصر میں کچھ پڑھتے نہیں ہیں تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں ہوتی؟

انھوں نے پوچھا کہ: تمھیں کیسے پتہ چلا کہ امام صاحب کچھ نہیں پڑھتے، امام صاحب تو آگے ہوتے ہیں، تم پیچھے ہوتے ہوں؟

اس نے جواب دیا کہ: ہم لوگ ظہر میں لیٹ آتے ہیں، رکعت جاتی ہے تو دروازے سے آتے وقت امام صاحب کے ہونٹ دیکھتے دیکھتے آتے ہیں۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ: تم تنخواہ کتنی دیتے ہو؟

اس نے کہا: آٹھ سو روپیے دیتے ہیں۔ (یہ ۱۹۹۱ء میں میرے دورۂ حدیث شریف کے زمانے کی بات ہے)

مولانا نے جواب دیا کہ: تب تو اٹھک بیٹھک کراوے تو بھی کافی ہے۔

میں نے یہ قصّہ اس لیے سنایا کہ صرف متولی نہیں، پوری بستی ہمارے اوپر سوار ہے۔

امامت پر حضرت میاں جیؒ کی ایک بات

دار العلوم دیوبند کے بانی: حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نقل کرتے ہیں کہ: حضرت میاں جی نور محمدؒ کے وہاں ایک نعت پڑھنے والا تھا جو شاندار نعت پڑھتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے حضرت میاں جی نور محمدؒ سے کہا کہ: حضرت! آپ بھی اس کی نعت سن لیجیے، بہت اچھی نعت پڑھتا ہے۔

یہ جو ہم نعت اور نظم سنتے ہیں ہمارے سلسلوں میں اس کے دو طریقے ہیں:

① ڈھولک اور بانسری کے ساتھ، جیسے: قوالی آتی ہے۔

② بغیر ڈھولک اور بانسری کے۔

بعض علما بغیر ڈھولک کے بھی اس طرح کی چیزوں کو سننا مکروہ لکھتے ہیں؛ اگرچہ صحیح قول کے مطابق اس کی گنجائش ہے۔

حضرت میاں جیؒ نے فرمایا: بغیر میوزک کے سماع؛ یعنی اس طرح کی نعت اور نظم سننا مختلف فیہ مسئلہ ہے اور بستی میں لوگ کبھی کبھی مجھے امامت کے لیے کھڑا کر دیتے ہیں؛ اس لیے امامت کے منصب کی وجہ سے میں اس مختلف فیہ چیز کو سننا نہیں چاہتا ہوں۔

حضرت تھانویؒ نے اس قصے پر حاشیہ لگایا ہے کہ:

یہ ہے صوفی صافی لوگ جو "طریقت" کے ساتھ "شریعت" کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ منصبِ امامت کے ادب کی خاطر ایک اختلافی چیز سے اپنے آپ کو بچا رہے ہیں۔

یہ ہیں ہمارے اکابر جنھوں نے نماز کی امامت کا بھی حق ادا کیا!!

اللہ معاف فرماوے! کتنے دکھ کی بات ہے! کتنے افسوس کی بات ہے! آج

ہم مولویوں کے موبائل کی گھنٹی میں بھی میوزک سننے کو ملتا ہے؛ اس لیے ائمۂ کرام طہارت، وضو، غسل کا خوب اہتمام کریں، اور حرام، ناجائز، مکروہات وغیرہ سے خوب احتیاط رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے حالات اور ایسے برے دن سے بچاوے۔

مؤذن کی ذمّے داری اور مسجد میں صفائی کی فضیلت

ایک بات اچھی طرح سن لیجیے! جو مؤذن حضرات مسجد کی صفائی کرتے ہیں اس کو معمولی نہ سمجھیں، یہ بھی بہت اونچا کام ہے، حضرت نبیٔ کریم ﷺ کے ارشاد کا خلاصہ ہے کہ:

قیامت کے میدان میں جو اعمال تولے جائیں گے اس میں ایک تنکا مسجد میں سے کسی نے اٹھا لیا ہوگا وہ ایک تنکا بھی نیکی کے پلڑے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں تولا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اس کے وزن پر ثواب عطا کریں گے۔

اسی لیے مسجد سے کچرا صاف کرنا، تنکے اٹھانا یہ تو بہت بڑا ثواب کا کام ہے، اس کام کو معمولی مت سمجھو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے مسجدِ نبوی میں دیکھا کہ مسجد کی دیوار پر تھوک یا بلغم لگا ہوا تھا–اس زمانے میں مسجد کچی تھی، کسی نے تھوک دیا ہوگا–تو اللہ کے نبی ﷺ خود آگے بڑھے اور تھوک اور بلغم کو اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا، وہاں خوشبو لگائی اور اس کو پاکیزہ بنایا۔

یہ مسجد اللہ کا گھر ہے، مسجد کی صفائی نبی کی سنت اور نبی کا طریقہ ہے، اللہ کے

نبی چاہتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرما دیتے کہ یہ صاف کرلو؛ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور خود صفائی فرمائی۔

ہمارا مزاج بگڑ گیا ہے، مسجد میں کچرا نظر آئے تو فوراً موذن کو ڈانٹنا، آواز لگانا: یہ کردے وہ کردے شروع کردیتے ہیں۔

کیا ہمیں نبی کی سنت زندہ نہیں کرنی ہے؟ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نورانی اور مبارک ہاتھ سے اس کو صاف کیا اور ثواب کمایا۔

مؤذن دین کا داعی ہے

ایک حدیث میں ہے کہ:

قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں اونچی اور لمبی ہوں گی۔

موذن داعی الی اللہ ہے، جو لوگوں کو دعوت دیتا ہے:

حی علی الصلوۃ. نماز کے لیے آؤ۔

حی علی الفلاح. کامیابی کے لیے آؤ۔

مؤذن تو بہت بڑے داعی ہیں؛ لہذا مؤذن حضرات اپنے آپ کو معمولی نہ سمجھیں۔

احساسِ کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے

مؤذن صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا کرتے ہو؟ تو وہ یوں کہیں کہ:

میں اذان دینے کی خدمت کرتا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے دین کا داعی ہوں، لوگوں کو پانچ وقت دعوت دیتا ہوں، میں بلالی ہوں، میری نسبت حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ

سے ہے، اور میں اخلاص سے اذان دوں گا تو کل قیامت کے دن حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت میں جاؤں گا۔

یہ کوئی معمولی کام ہے؟ بہت اونچا کام ہے؛ اس لیے اس کام کو معمولی مت سمجھو، بہت اونچا سمجھ کر اپنی ذمّے داری نبھاؤ اور ذمّے داری کا حق ادا کرو۔

علمائے کرام کو حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی ایک اہم نصیحت

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودرویؒ نے خود مجھے سنایا کہ: میرے اوپر عجیب عجیب حالات آئے۔

مولانا کے خلاف پوسٹر چھپوا کر مسجدوں کے دروازوں پر لگائے گئے تھے۔

ایک مرتبہ فقیہ الامّت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا نے حضرت فقیہ الامتؒ کو سارے حالات سنائے، حضرت فقیہ الامتؒ کا ایک مزاج تھا ''سنتے رہتے تھے''، تو میں نے آدھے گھنٹے تک میرے اوپر جو حالات آئے تھے وہ سب بالتفصیل سنائے، جب میں سب سنا چکا تو آخر میں حضرت فقیہ الامتؒ نے کہا: اور کچھ؟ میں نے کہا: نہیں! بس حضرت! سب سنا چکا۔

حضرت فقیہ الامتؒ نے صرف ایک جملہ فرمایا جس نے میری پوری سوچ بدل دی، فرمایا:

ہمارے بزرگوں نے بہت قربانیاں دے کر اِن مدارس کو آباد کیا ہے، کیا میری اور آپ کی تقدیر میں یہی لکھا ہے کہ ہم ان کو اجاڑ دیویں، حالات ہیں، رہیں گے اور انھیں حالات کے ساتھ ہمیں کام کرنا ہے۔

بس! ان جملوں نے میری ساری الجھنیں دور کردیں اور پھر کبھی میں نے حالات کا شکوہ نہیں کیا۔

یہ دینی نظام، یہ گاؤں گاؤں میں مکتب، یہ ایسے ویسے نہیں بنے ہیں، بڑی قربانیوں کے ساتھ بنے ہیں، ہم معمولی معمولی حالات پر ان کو اجاڑنے کی فکر کریں؟ نعوذ باللہ! ہماری تقدیر میں یہ ہے کہ ہم ان اداروں کو اجاڑیں؟ اور اس کے مبارک نظام کو برباد کریں؟۔

ہرگز نہیں! اللہ سے عافیت مانگنی چاہیے؛ لیکن یاد رکھو! ہمیشہ ہمیں کام کرنا ہے، حالات نہ ہوں تب تو کرنا ہی ہے، حالات آئیں تب بھی کام کرنا ہے اور جم کر کام کرنا ہے، ''لَمَّا صَبَرُوْا'' کے ساتھ کام کرنا ہے۔

مسئلہ بتانے میں احتیاط بہت ضروری ہے

دیکھیے! ہمیں دین کی کوئی بھی بات اپنی طرف سے نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں کرنی چاہیے، خود حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴

اور نہ وہ اپنے نفس کی خواہش سے کچھ بولتے۔ وہ تو ایک وحی ہے جو (ان کی طرف) بھیجی جاتی ہے۔

جب نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تو ہمیں تو بالکل بھی حق نہیں ہے کہ ہم دین کی کوئی بات اپنی طرف سے بیان کریں۔

اس لیے ہمیشہ ایک بات یاد رکھنا کہ: اگر کوئی ہم سے مسئلہ پوچھے یا دینی بات پوچھے؛ اگر ہم کو اچھی طرح معلوم ہو تب ہی بتائیں؛ ورنہ اس کے پاس سے وقت لے لیجیے کہ میں آپ کو بعد میں بتادوں گا، ابھی مجھے علم نہیں ہے، پھر آپ کتاب میں مسئلہ دیکھ لیجیے یا کسی بڑے عالم سے پوچھ لیجیے اور اس کے بعد اس کو صحیح مسئلہ بتادیجیے۔

کیوں کہ شرعی مسئلہ بتانا بہت بڑی ذمّے داری کا کام ہے، اگر اپنی مرضی سے مسئلے بتاؤ گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگ بھی آپ کی وجہ سے گمراہی میں پڑیں گے۔

مقامی تبلیغی جماعت کے اعمال میں حصہ لیتے رہو

اسی طرح بستی میں جو جماعت آوے ان کا بھی ساتھ دینا چاہیے، مقامی کام میں ہمارے علما کو پورا ساتھ دینا چاہیے، بعض مرتبہ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت آتی ہے اور بے چاروں کی کوئی رہبری کرنے والا ہی نہیں ہوتا؛ چوں کہ کبھی کاروبار کے بیچ کے دن میں جماعت آتی ہے تو ایک بھی آدمی نہیں بیٹھتا ہے، امام صاحب نماز پڑھانے آئے تو تھوڑی دیر جماعت والوں کے ساتھ بیٹھ جائے اور گشت اور ملاقات کا نظام بنائے اور جب چھٹیاں آئیں تب جماعت میں بھی نکلنا چاہیے۔

مقامی کام میں آپ کی تھوڑی سی فکر کی برکت سے ان شاء اللہ! کام میں ترقی ہوگی اور آپ کا اس مقامی کام میں ساتھ دینا بھی بہت بڑے ثواب کا ذریعہ بنے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کہی ہوئی باتوں پر علم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ٹرسٹیانِ کرام اور متولیوں کا مقام ومرتبہ اور ان کی ذمّے داریاں

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.(متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے

میرے بہت ہی پیارے ٹرستیانِ کرام اور متولیانِ عظام!

یہ جتنے بھی اوقاف، ٹرسٹ اور مدرسے ہیں ان کی خدمت کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے موقع عنایت فرمایا ہے، اس بات پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور یہ نیت کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو عہدہ اور خدمت ہمیں سپرد کی ہے اس کو امانت داری کے ساتھ نبھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے کام کریں گے تو ان شاء اللہ! یہی چیز ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنے گی۔

اگر خدانخواستہ اس میں کوئی غلط نیت آ گئی کہ: لوگ مجھے لیڈر کہیں گے اور لوگوں میں میری عزت اور واہ واہی ہوگی، یا پھر امانت داری کے ساتھ اس کو نہیں نبھایا تو ہوسکتا ہے کہ یہ عہدہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے لیے نجات کے بجائے وبال کا ذریعہ بن جائے اور ثواب کے بجائے سزا کا سبب بن جائے؛ اس لیے اگر ہماری نیت ٹھیک نہیں ہے تو سب سے پہلے اسے ٹھیک کر لینا چاہیے۔

اور اگر ہم امانت داری کے ساتھ اس خدمت کو انجام نہیں دے پا رہے ہیں اور اس کا حق ادا نہیں کر پا رہے ہیں تو پھر اللہ کے جو بندے اس کے لائق ہوں، قابلیت رکھتے ہوں فوراً ہمیں یہ خدمت اور عہدہ ان کے حوالے کر دینا چاہیے۔

عہدہ اور کرسی کی لالچ بہت خطرناک چیز ہے

یہ عہدہ اور کرسی کی لالچ اتنی خطرناک چیز ہے کہ جب یہ کسی کے دل و دماغ میں آجاتی ہے تو مرتے مرتے بھی چھوٹنے کا نام نہیں لیتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: بدر کی لڑائی کے موقع پر جب لڑائی ختم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو دیکھے کہ ابوجہل کا انجام کیا ہوا؟

اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تلاش میں لگ گئے؛ چناں چہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں پایا کہ ابھی سانس جاری تھی۔ انھوں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھا اور کہا کہ: اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے رسوا کیا۔

ابوجہل نے کہا: تو غلط کہتا ہے، خدا نے تجھے رسوا کیا ہے۔

پھر اس نے پوچھا کہ: آج فتح کس کی ہوئی؟

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آج اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح ہوئی۔

پھر ابوجہل کہنے لگا: ہائے میری بدنصیبی کہ ایک چرواہا میرا قاتل بن رہا ہے، کاش! آج ابوطالب کا بیٹا مجھے قتل کرتا تو میرے لیے اعزاز ہوتا۔

پھر اس نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میرے سینے سے اتر جا؛

کیوں کہ تو نے ایک بلند و بالا مقام پر اپنا پاؤں رکھا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: او ملعون! تیار ہو جا! میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔

یہ سن کر ابو جہل نے کہا: اچھا! اگر تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو پھر سن لے کہ میری گردن کو کندھوں سے جدا کرنا؛ تا کہ جب محمد کے سامنے میرے ساتھیوں کے سروں کو لے جایا جائے تو چوں کہ میں سردار ہوں؛ اس لیے میری گردن لمبی ہو اور میں مقتولین میں بھی ممتاز نظر آؤں۔

دیکھیے! یہ ہے عہدہ اور منصب کی بیماری کا حال کہ مٹی پر پڑا ہے، آخری وقت ہے پھر بھی دماغ سے سرداری کا بھوت اور عہدے کا خنّاس نکل نہیں رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس بیماری سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

نظامت کا کام خیر اور باعث اجر و ثواب کا ذریعہ

میرے پیارے منتظمِ کرام! اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی تعلیم کے نظام کو قائم کرنے اور اس کے چلانے کے لیے ہمیں قبول فرمایا، بعض کام ایسے ہوتے ہیں جن کا اجر و ثواب جزوی اور چھوٹا ہوتا ہے اور بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اجر و ثواب کلی اور بڑی مقدار میں ہوا کرتا ہے۔

دینی تعلیم کی درس گاہ، مدرسہ، مکتب کا نظام اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اجر و ثواب ایک ساتھ کمانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، بہ شرطیکہ اللہ کو خوش کرنے کے واسطے یہ کام ہو؛ اس لیے کہ ہمارے انتظام کی وجہ سے ایک کلاس قائم ہوئی، مثلاً: اس میں تیس

بچے پڑھ رہے ہیں، ہمارے ذمّے صرف ایک ہی کلاس ہے، صبح مدرسہ کا وقت ہوا، پھر ان تیس بچوں نے بسم اللہ پڑھی، ان کے معلّم نے ان کو بسم اللہ پڑھائی، روایتوں میں آتا ہے: استاد جب بچے کو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے معلّم کی، بچے کی اور اس بچے کے والدین کی مغفرت فرماتے ہیں، اب آپ اندازہ لگائیے کہ صرف "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھنے پر معلم، بچے اور اس کے والدین تین لوگوں کی مغفرت کا وعدہ ہے تو جو آدمی اس بسم اللہ کے پڑھنے کا ذریعہ بنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ یقیناً اس کی بھی مغفرت فرمائیں گے۔

ناظم اور متولی "مفتاح للخیر" کا مصداق

مسلم شریف میں ہے:

طُوْبٰى لِرَجُلٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى مِفْتَاحاً لِلْخَيْرِ وَمِغْلَاقاً لِلشَّرِّ.

"طوبیٰ" کی تشریح دو طرح سے کی گئی ہے:

① بعض نے "طوبیٰ" کو ایک درخت قرار دیا ہے، جس کا دوسری روایتوں میں بھی تذکرہ ہے۔

② بعض نے جنّت کی بشارت مراد لی ہے۔

یہ خوش خبری کس کے لیے ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ خیر کے کھلنے اور شر کے بند ہونے کا ذریعہ بنادے۔

ایک ناظم اور منتظم "مفتاح للخیر" ہوا کرتا ہے اور اس پر حدیث میں فضیلت ہے؛ اس لیے کہ آپ کے اس نظم کی برکت سے بچے قرآن پڑھیں گے، سیرتِ

پاک پڑھیں گے، احکام و مسائل پڑھیں گے، مسنون دعائیں یاد کریں گے، کلمات یاد کریں گے، کتنی ساری خیر وجود میں آتی ہیں؛ اس لیے اجر وثواب کے اعتبار سے ایک ناظم کا مقام بہت اونچا اور بہت بڑھا ہوا ہے، بس! ہم یہ کام اپنے اللہ کو راضی کرنے کے واسطے کریں، یہی ہماری نیت ہونی چاہیے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تواضع

اس سلسلے میں ایک دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے دل میں کبھی بڑائی نہ آنے پائے کہ میں ان مدرسین کا ناظم ہوں، میں ان کے اوپر ہوں، یہ میرے ماتحت ہیں، حدیث شریف میں ہے:

جب کوئی نیا مہمان مدینۂ منورہ پہنچتا تھا، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوتے تو آنے والے کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون خاتم النبیین ہیں، کون امام النبیین ہیں اور کون ان کے تلامذہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اس طرح حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے۔

بخاری شریف کی ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ: باہر سے آنے والے نے پوچھا:

اَیُّکُمْ فِیْکُمْ مُحَمَّدٌ؟

تم میں محمد کون ہیں؟

آخر سائل کو سوال کرنے کی نوبت کیوں آئی؟

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی بھی اپنے طرزِ عمل سے اس کا تصور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہیں ہونے دیا کہ میں ان کا بڑا ہوں اور یہ میرے ماتحت ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تواضع

مشہور جلیل القدر صحابی حضرت عبد الرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ: ان کے انتقال کے بعد جب ان کی میراث تقسیم ہوئی تو سونا اتنی مقدار میں تھا کہ تقسیم کے لیے توڑنے کی نوبت آئی اور کلہاڑی لانی پڑی، لکڑے کاٹنے میں جو کلہاڑی استعمال ہوتی ہے اس کلہاڑی سے سونا توڑا گیا، پھر اس کو تقسیم کیا گیا، بکریاں، گھوڑے، اونٹ کے علاوہ غلام بھی ان کے پاس بڑی مقدار میں تھے۔

اتنے بڑے مال دار تھے، اس کے باوجود ان کے حالات میں لکھا ہے کہ جب وہ اپنے غلاموں کے ساتھ چلتے تھے تب بھی کسی کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ آقا کون ہیں اور غلام کون؟ لوگوں کو باقاعدہ پوچھنا پڑتا تھا کہ: مالک کون ہیں اور غلام کون ہیں؟

اپنے آپ کو علما کا خادم سمجھیں

لہذا ہمارے دل میں بھی کبھی بڑائی نہ آنے پاوے کہ میں ان کے اوپر ہوں، یہ میرے ماتحت ہیں، یہ سوچ کر رہو کہ یہ تو قرآن کے معلمین اور خادمین ہیں، قرآن پڑھنے پڑھانے والے علما ہیں، حفاظ ہیں، اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے ان کی خدمت کا موقع عطا فرمایا، مجھے ان کا خادم بنایا۔

اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ ہمیں اس نظام چلانے کی سعادت نصیب فرمائے، ہمارے ذریعے سے لوگ قرآن پڑھیں گے، دین سیکھیں گے، ان کی دنیا بنے گی، آخرت بنے گی، ان سب کا ذریعہ ہم بنیں گے، اس اعتبار سے تو ہم مفتاحا للخیرات بنیں گے۔

ہم اپنے آپ کو ان معلمین کا خادم سمجھیں گے اور خدمت کے جذبے سے ان کے ساتھ مل جل کر کام کریں گے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالی ہمارے کام میں بڑی خیر و برکت عطا فرمائیں گے۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک دعا کیا کرو کہ: اَے اللہ! آپ نے ہمیں یہ جو منتظم ہونے کا موقع عطا فرمایا ہے، اس کا صحیح حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، اللہ کی بارگاہ میں اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

علما کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے

آج کل ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بہت عام ہوتی جا رہی ہے اور خاص طور پر مسجد اور مدرسے کے ٹرسٹیوں اور متولیوں کا یہ مزاج ہوتا جا رہا ہے کہ مسجد کے امام صاحب، مؤذن صاحب، اسی طرح صاف صفائی والے خادموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ: جس کے دل کے اندر رائے کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ آدمی جنّت میں نہیں جائے گا۔

اور سچی بات کو نہ ماننا اور دوسرے کو حقیر اور نیچا سمجھنا یہ بھی تکبر ہے۔

اس لیے اپنے یہاں خدمت کرنے والے علما کا اکرام کرو اور ان کو اپنے سر کا تاج سمجھو، امام صاحب کو اپنا بڑا سمجھو، مؤذن صاحب اور مسجد کی خدمت کرنے والوں کو عزت کی نظر سے دیکھو اور ان کو اپنے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھو۔

میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں، اس میں ہمارے لیے بہت بڑا سبق ہے۔

علما کی رعایت کرنے پر اللہ تعالیٰ نے بخشش کردی

باڑدولی میں ہمارے ایک پڑوسی تھے، جن کا انتقال ہوچکا ہے، وہ اصلاً راندیر کے رہنے والے تھے، انھوں آج سے پچاس سال پہلے ایک ہوٹل کھولا تھا جس کا نام ''جنتا (જનતા) '' تھا، ابھی بھی موجود ہے۔

ان کی ایک بہت اچھی عادت تھی کہ: جن اساتذۂ کرام اور مسجد کے ائمہ کی فیملی نہیں ہوتی تھی وہ ان کو اپنے ہوٹل کے اندر بہت کم پیسے میں تقریباً ۱۵۰/روپیے میں پورا مہینہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاتے تھے اور ابھی اخیر میں ۵۰۰ یا ۷۰۰ روپیہ لیتے تھے، علمائے کرام کے لیے بڑی سہولت تھی۔

نماز وغیرہ کے معاملے میں وہ اتنے زیادہ پابند نہیں تھے جتنا ہونا چاہیے؛ لیکن یہ ان کی بڑی عجیب خوبی تھی۔

ان کا انتقال رمضان کی ستائیسویں رات میں ہوا، دو رات گزرنے کے بعد ۲۹/رمضان کو ہمارے بڑے بھائی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ ایک شاندار خوب صورت باغیچہ ہے جس میں مرحوم غلام نبی چچا پھل پھول کے سائے میں آرام کر رہے ہیں، جب بھائی جان نے ان کو آواز لگائی تو انھوں نے کہا کہ: احمد بھائی! ادھر آؤ۔

چناں چہ بھائی ان کے پاس گئے اور پوچھنے لگے کہ: چچا! آپ کو اتنا بڑا مقام، اتنا شاندار اور خوب صورت باغیچہ اور ایسی عالی شان باڑی کیسے مل گئی؟

انھوں نے جو جواب دیا اس میں ہم سب کے لیے بہت بڑا سبق ہے، وہ جواب یہ تھا کہ: احمد بھائی! انتقال کے بعد جب اللہ کے دربار میری پیشی ہوئی تو وہاں

مجھ سے یہ کہا گیا کہ: تم علما، اساتذہ اور ائمہ کی رعایت کرتے تھے اور ان کو کم پیسوں میں کھانا کھلاتے تھے، اس کی برکت سے ہم نے تم کو معاف کر دیا اور جنّت کے باغیچے میں جگہ دے دی۔

آپ اندازہ لگایئے! کہ علمائے کرام، مساجد کے ائمہ اور مکاتب کے مدرسین کی خدمت کرنا کتنی بڑی چیز ہوگی کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا بڑا مقام عطا فرما دیا!

اس لیے آج اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ نیت کرو کہ: اپنی اپنی مسجد کے اماموں اور مؤذن کی، مکتب کے مدرسین کی ہم دل و جان سے خدمت کریں گے، ان کی عزت اور اکرام کریں گے اور ان کو کبھی حقیر اور نیچا نہیں سمجھیں گے۔

تنخواہ بڑھانا یہ بھی علما کی عزت اور اکرام کا ایک حصہ ہے

یہ بھی سن لو کہ! علمائے کرام کی عزت اور اکرام کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ ان کی تنخواہ بڑھائی جائے۔

آج مہنگائی کا جو عالَم ہے آپ خود اس سے بہ خوبی واقف ہیں کہ کوئی بھی سبزی اِس وقت مارکیٹ میں ۱۰۰ ؍روپیہ کلو سے کم کی نہیں ملتی ہے اور ہمارے ائمہ اور مؤذن حضرات کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ اس سے بھی کم ہوتی ہے جتنا کہ ایک مال دار متولی کے مہینے کی دوا کا خرچہ ہوتا ہے۔

اس پر بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ: ہم زکوۃ، صدقات کے ذریعہ ان کی مدد کرتے رہتے ہیں؛ یہ بہت شرم کی بات ہے کہ: جو استاد ہمارے بچوں کو قرآن پڑھائے، جو امام ہم کو پانچ وقت کی نماز پڑھائے، ان کے لیے ہم یہ جذبہ رکھیں کہ: تنخواہ کم دیں

اور زکوۃ، صدقات سے ان کی مدد کریں، یہ بہت ہی گھٹیا اور بری سوچ ہے۔

ان ائمہ اور اساتذہ کی کم از کم اتنی تنخواہ تو ہونی چاہیے کہ: وہ عزت کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کو پورا کر سکیں، ہر متولّی اور ذمّے دار کو اس کی فکر کرنی چاہیے؛ اگر آپ ان کی تنخواہ بڑھائیں گے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خوب نوازیں گے۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ: ہم ان کی تنخواہ کو کیسے بڑھائیں؟

تنخواہ بڑھانے کے لیے کچھ آسان ترتیبیں

میں آپ کو اس کی کچھ بہت آسان ترتیبیں بتلاتا ہوں:

① **پہلی ترتیب:** محلّے کے گھر گھر میں ڈِبّے رکھوایئے اور لوگوں کو نفل صدقات اور للہ مال خرچ کرنے کے فوائد بتلا کر ترغیب دیجیے کہ: صدقہ دینے سے اللہ تعالیٰ مال کو بڑھاتے ہیں اور اور مصیبتوں کو بھی دور کرتے ہیں۔

پھر ہفتے میں ایک دن جا کر وہ سارے ڈبے جمع کر کے پیسے نکال لیں اور اس کی رسید بنا کر ان کو دے دیں تو اس طریقے سے ان شاء اللہ العزیز! اچھی خاصی آمدنی ہوگی اور آپ کے لیے نظام چلانا بہت آسان ہوگا۔

بہت سی جگہوں کو میں جانتا ہوں جہاں پر ۱۰۰ ر فیصد، بعض جگہ پر ۵۰ ر فیصد اسی ڈبے کے سسٹم کے ذریعے الحمد للہ! پورا نظام اچھی طرح چل رہا ہے۔

② **دوسری ترتیب:** محلّے کے لوگوں کو ممبر بنایئے جو آپ کو ہر مہینے کچھ نہ کچھ رقم ممبر کے طور پر دیں، اس کے ذریعے سے بھی اچھی خاصی رقم جمع ہو جائے گی۔

ہمارے یہاں جب بارڈولی میں ''دارالاحسان'' شروع ہوا تو ہم نے بھی کچھ لوگوں کو ممبر بنادیا تھا، الحمد للہ! اتنے سال گذرنے کے باوجود پورے مدرسے کا نظام آج تک اللہ پیسوں کے اوپر چلتا ہے۔

جو لوگ ممبر فیس جمع کرنے اور لینے جاتے ہیں ان کو یہ ہدایت ہے کہ: پانچ ہزار دینے والوں کے پاس جتنی اہمیت سے جاتے ہیں اتنی ہی اہمیت کے ساتھ پانچ روپیہ دینے والے کے پاس بھی جائیں؛ تاکہ ان کی محنت سے کمائے گئے پانچ روپیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ پورے نظام میں برکت عطا فرمائے۔

③ **تیسری ترتیب:** یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا چندہ، اس سے بھی ایک اچھی خاصی رقم جمع ہوسکتی ہے؛ لیکن اس میں ایسی شکل اپنانی چاہیے کہ زبردستی بھی نہ ہو اور شرما شرمی بھی نہ ہو۔

④ **چوتھی ترتیب:** یہ ہے کہ مدرسے میں جو بچے پڑھنے آتے ہیں ان بچوں کے والیوں کی ذہن سازی کریں، ان کو سمجھائیں کہ: آپ اسکول اور ٹیوشن کے لیے اتنے سارے پیسے خرچ کرتے ہیں تو یہ تو قرآن کی تعلیم ہے، دین کی تعلیم ہے؛ اگر اس کے لیے آپ خرچ کریں گے تو ان شاء اللہ! آپ کو بہت بڑا ثواب اور اجر ملے گا۔

اصل میں آج ہم نے ان کا ذہن ہی نہیں بنایا ہے جس کی وجہ سے حال یہ ہے کہ: جو باپ اسکول اور ٹیوشن کے لیے ہزاروں روپیے مہینے کے خرچ کرتا ہے وہ مدرسے میں سو روپیے دینے کو بھی تیار نہیں۔

اس لیے آپ فضیلتیں سنا سنا کر ان کا ذہن بنائیں کہ بچوں کی فیس کے لیے جو خرچ کروگے اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو کیا عطا کریں گے، اس سے وہ خوشی خوشی آپ کو فیس

کی رقم جمع کرائیں گے اور اس کے ذریعہ سے بھی آپ کا نظام آسانی کے ساتھ چلے گا۔

⑤ **پانچویں ترتیب:** چندہ کی سسٹم، ایک بات یاد رکھیں کہ: ہمیں اپنی ذات کے لیے کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیے؛ لیکن دین کے کام کے لیے اگر سوال کرنا پڑے تو سوال کرنے میں شرمانا نہیں چاہیے؛ اس لیے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ دین کے کام کے لیے چندہ کیا ہے، یہ اللہ کے نبی کی سنّت بھی ہے اور ان کا طریقہ بھی کہ: دین کے کام کے لیے لوگوں سے چندہ وصول کیا۔

تو چندے کے ذریعے سے بھی ہم نظام اچھی طریقے سے چلا سکتے ہیں۔

⑥ اسی طرح ایک ترتیب میں نے سورت شہر کے اندر بہت اچھی دیکھی کہ: مختلف قسم کے کھانوں کی کوپن چلتی ہے: کہیں مانڈا گوشت ملتا ہے، کہیں کھچڑا، تو کہیں بریانی اور اس کے لیے کچھ معاونین ہیں جو اس کی کوپنیں بیچتے ہیں۔

ہم نے لوگوں سے کارگزاریاں معلوم کی تو بعض نے بتایا کہ: پچاس ہزار روپیے کا خرچ آیا اور ڈیڑھ دو لاکھ روپیے اس کے ذریعے سے نفع ہوا اور بعض جگہ پوچھا تو کہا کہ: ۲/لاکھ روپیے کا خرچہ ہوا اور ۵ یا ۶/لاکھ روپیے کا نفع ہوا۔

اس طریقے سے چھوٹی چھوٹی آمدنی کے ذریعے بھی بہت بڑے بڑے فنڈ تیار ہو سکتے ہیں۔

غلطی کی اصلاح کا طریقہ

دیکھو! انسان ہے، غلطی تو ہر ایک سے ہوتی ہے، امام اور استاذ بھی ایک انسان ہے، ان سے بھی غلطی ہو جاتی ہے؛ لیکن غلطی کی اصلاح کیسے کرے اس کا طریقہ آنا چاہیے، یہ نہیں کہ امام صاحب سے بھول ہوگئی تو ان کو روانہ کردو، استاذ نے بچے کو ماردیا

تو ان کو نکال دو، اس سے اصلاح نہیں ہوگی۔

الحمدللہ! اللہ کے فضل وکرم سے مجھے بھی کچھ مسجدوں اور مدرسوں کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی ہے، ایک مرتبہ ایک استاذ کی شکایت آئی کہ: وہ بچوں کو بہت مارتے ہیں، ہم نے دوسروں کے ذریعے سے معلوم کروایا کہ: وہ کسی سے بیعت ہے؟

پتہ چلا کہ فلاں بزرگ سے وہ بیعت ہے۔ میں نے ان بزرگ سے رابطہ کیا اور پوچھا کہ: فلاں فلاں نام کے مولانا آپ سے بیعت ہیں؟ انھوں نے کہا کہ: ہاں!

میں نے کہا کہ: حضرت! ان کی یہ شکایت ہے کہ: وہ بچوں کو حد سے زیادہ مارتے ہیں؛ اگر آپ ان کی کچھ اصلاح وتربیت فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔

ان بزرگ نے میرا شکریہ ادا کیا کہ: واقعی آپ ان کی اصلاح چاہتے ہو اور پھر کہا کہ: جب وہ خانقاہ میں آئیں گے تو میں ان کو ان شاء اللہ! سمجھا دوں گا۔

آج پانچ سال سے اوپر کا زمانہ گزر گیا؛ لیکن پھر کبھی ان کی اِس لائن کی کوئی شکایت نہیں آئی اور بہت اچھی جگہ پر وہ دین کا کام کررہے ہیں۔

دیکھیے! اگر اس استاذ کو نکال دیا جاتا تو وہ کسی دوسری جگہ پر جاکر بھی بچوں کو مارتے؛ لیکن اس کے علاوہ دوسرا طریقہ اپنایا گیا؛ یعنی کہ ان کے پیر صاحب سے ان کی اصلاح کروائی تو مارنا بھی بند کردیا اور ان کی اصلاح بھی ہوگئی۔

اس لیے علمائے کرام، ائمہ اور مدرسین کو ان کی غلطی پر نکال دینا اور ان کو ذلیل کرنا یہ طریقہ درست نہیں ہے؛ بلکہ ان کے بڑوں کو کہہ کر ان کی اصلاح کروانی چاہیے، تو ان شاء اللہ! یہ چیز آپ کے لیے کارآمد اور فائدہ مند ثابت ہوگی اور آپ کی بستی کے لیے بھی خیر کا ذریعہ بنے گی۔

اساتذہ اور منتظمین کو آپس میں مل جل کر کام کرنا چاہیے

ایک مکتب اور مدرسہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اساتذہ، معاونین اور منتظمین آپس میں مل جل کر محبت سے کام نہ کریں۔ اساتذہ کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ جو ذمّے دار اور نگران حضرات آتے ہیں وہ ہمارے محسن اور مددگار ہیں، ان کو اپنا دشمن نہ سمجھیں اور منتظمین کو بھی اساتذہ کے ساتھ اپنا رویہ محبّت بھرا اور خیر خواہی والا رکھنا چاہیے، ان کو حقارت بھری نگاہ سے نہ دیکھیں، اگر اس طرح دونوں جانب سے معاملہ ہوگا تو ان شاء اللہ! تعلیم میں ترقی ہوگی اور مدرسہ کامیاب ہوگا۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ: کسی بھی کام کو کامیاب بنانے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں: (۱) وحدتِ قلوب (۲) وحدتِ عمل (۳) نہجِ صحیح۔

اس لیے ہم سب اساتذہ اور منتظمین کو آپس میں جوڑ، محبت، اکرام، اخلاص، اور خیر خواہی کے ساتھ کام کرنا چاہیے؛ تاکہ کام میں جان پیدا ہوکر مزید مضبوطی آئے اور ترقی کا ذریعہ بنے۔

اسی طرح تعلیم دینے والے آپس میں ایک دوسرے کا احترام کریں، ہمارا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اکرام سے پیش آنا ہماری تعلیم میں بڑا مددگار ثابت ہوگا۔

''رفیق'' اور ''فریق'' میں بظاہر ایک حرف آگے پیچھے ہے؛ مگر معاشرے میں اس کی وجہ سے پورا معاشرہ آگے پیچھے ہوجاتا ہے؛ اس لیے رفیق بنیں، فریق نہیں۔

ایسے ہی ''آہ'' اور ''واہ'' میں بظاہر ایک حرف کا فرق ہے؛ مگر ''واہ'' سے صرف محفل گونجتی ہے، جب کہ ''آہ'' سے آسمان کانپ جاتا ہے۔

وقف کی جائیداد کا اندراج (Registration)

آج جس طرح ملک کے حالات بدل رہے ہیں، ان حالات میں جتنی بھی قانونی چیزیں ہیں ان تمام قانونی چیزوں کی پابندی کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

کیوں کہ ہمارے بڑے، بڑی بڑی جائیداد اور پروپٹی وقف کر کے چلے گئے؛ لیکن ان جائیداد کا اندراج (Registration) نہیں کروایا تو بعد میں بیٹوں اور پوتوں نے دیکھا کہ زمینوں کی قیمت بڑھ گئی ہے تو ان کی نیت بگڑ گئی اور انھوں نے اس زمین و جائیداد کو اپنے نام کر لیا، بہت ساری جائیدادیں اس طرح سے ضائع اور برباد ہو گئیں۔

یاد رکھو! اگر ہماری غفلت کی وجہ سے وقف کی چیزوں میں کوئی گڑبڑ ہوئی یا جان بوجھ کر کسی نے کی تو دنیا کی سزا تو چھوٹی ہے، اللہ کے یہاں کا عذاب اور آخرت کی پکڑ بہت سخت ہے۔

اس لیے آج کی مجلس سے یہ طے کر کے اٹھو کہ: جتنی بھی وقف کی پروپٹیاں اور جائیدادیں جو آپ کے مدرسے اور ادارہ کو ملی ہیں؛ چاہے زمین ہو، دکان ہو یا مکان ہو، پہلی فرصت میں اس کو ''وقف بورڈ'' میں رجسٹر کراؤ؛ تاکہ اطمینان ہو جائے اور ان کے اوپر کسی کی نیت نہ بگڑے، یہ ہر ٹرسٹی اور متولی کی ذمّے داری ہے۔

حساب کتاب صاف ستھرا ہونا چاہیے

اس کے ساتھ ساتھ حساب کتاب بھی ایک دم صاف ستھرا ہونا چاہیے اور ہر سال پابندی سے رپورٹ بھی چھپنا چاہیے؛ تاکہ دنیا کے اندر بھی ہماری کوئی پکڑ نہ ہو اور

اللہ کے یہاں بھی ہماری کوئی پکڑ نہ ہو۔

والد صاحبؒ کا حساب کتاب

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ کی خدمت میں ان کی بیماری کے ایام میری حاضری ہوئی تو حضرت نے عجیب بات سنائی کہ:

میں جس زمانے میں ''مجلسِ خدّام الدین، سملک'' میں تھا اس زمانے میں آپ کے والد صاحب: حضرت مولانا سلیمان صاحب اور میں ہم دونوں ساتھ میں خدمت کرتے تھے؛ لیکن مولانا سلیمان کا حساب اتنا صاف ستھرا ہوتا تھا کہ حضرت مولانا عبدالحق جو مدرسے کے بانیوں میں سے تھے ان کا یہ جملہ مشہور تھا کہ: کوئی رات کو بارہ بجے کے بعد بھی آکر مجھے پوچھے کہ آپ کے مدرسہ ''خدام الدین ٹرسٹ'' کا حساب کتاب مجھے بتلاؤ، تو جس دن سے میرا نام ٹرسٹ میں جڑا اس دن سے لے کر آج شام تک کا ایک ایک روپیے کا حساب میں اسی وقت بتا سکتا ہوں۔

اگر اتنا صاف ہمارا حساب ہوگا تو ان شاء اللہ! دنیا میں بھی کوئی پکڑ نہیں ہوگی اور آخرت میں بھی کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنے آپ کو ان علما اور معلمین کا خادم سمجھیں، ان کا قولی و عملی اکرام کرتے ہوئے ہم کام کو آگے بڑھائیں ان شاء اللہ العزیز! یہ بچے جو پڑھیں گے، معلمین جو پڑھائیں گے اور یہ سلسلہ جتنا چلے گا اللہ ہمارے نامۂ اعمال میں اس کا اجر و ثواب عطا کریں گے، اور یہ ہمارے لیے بہت بڑی نیکی کی بات بن جائے گی۔

نورانی مکاتب میں اساتذۂ کرام کا اعزاز و اکرام

جب علمائے کرام کا ہم اکرام کریں گے کہ: ماشاء اللہ! آپ نے بہت محنت کی، آپ کی محنت سے یہ فائدہ ہوا، وہ فائدہ ہوا، ایک چیز ہے: زبان سے اکرام، یہ بھی بہت بڑی چیز ہوتی ہے، اس سے ان کی ہمت بڑھتی ہے، حوصلہ بڑھتا ہے، اور دوسری چیز ہے: زبانی اکرام کے ساتھ ساتھ کوئی اور چیز انعام اور اکرام میں دی جائے، مثلاً یہ کہ آپ استاذ صاحب سے کہیں گے کہ آپ قرآن کی تصحیح کی تدریب میں جائیں گے تو آپ کا قرآن زندگی بھر کے لیے صحیح ہو جائے گا اور ساتھ میں جاتے ہوئے آپ ان کو ایک چھوٹا سا لفافہ بنا کر دیں، کچھ ہدیہ ان کی خدمت میں پیش کریں۔

ہم لوگ واپسی میں نقد رقم کے ساتھ ساتھ استاذ کے لیے، استاذ کی اہلیہ اور ان کے بچوں کے لیے بہترین کپڑے ہدیتاً دیتے ہیں اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ: آپ سے بڑی قربانی آپ کی بیوی کی ہے کہ آپ پندرہ دن یہاں آئے تو آپ کی بیوی نے گھر کا نظام سنبھالا؛ اس لیے بیوی کے لیے یہ ہدیہ لے کر جائیے؛ تا کہ آئندہ خوشی خوشی وہ آپ کو بھیجے کہ یہ تو بہت اچھا مدرسہ ہے اور وہاں سے آپ میرے لیے ہدیہ لے کر آتے ہیں، اس سے وہ آپ کے کام میں کبھی رکاوٹ نہیں بنے گی۔

اس طرح ان کی زبانی حوصلہ افزائی کے ساتھ کچھ ہدایا وغیرہ کے ذریعے سے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تو ان شاء اللہ! ہمارا کام مضبوط ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ صحیح طریقے سے اس خدمت کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور خیانت سے بچنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ایک اہم عمل

مکتب کے بچوں کو یہ دعا سکھلانی چاہیے

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَتَعَوَّذُ دُبَرَ الصَّلٰوةِ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ.(رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد اِن کلمات کے ذریعے پناہ مانگتے تھے:

اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بزدلی اور بخیلی سے اور میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اِس بات سے کہ نکمّی عمر تک میں پہنچا دیا جاؤں (یعنی بہت بُرا بڑھاپا مجھ پر طاری ہونے سے حفاظت چاہتا ہوں) اور میں پناہ مانگتا ہوں دنیا کے فتنے سے اور قبر کے عذاب سے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ اپنے بچوں کو یہ دعا سکھلاتے تھے؛ لہٰذا مکتب کے بچوں کو یہ دعا سکھلانی چاہیے۔

تدریب کے لیے آنے والے معزز علمائے کرام واساتذۂ عظام کی خدمت میں قیمتی باتیں

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ وَأَهْلِ طَاعَتِهٖ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن کو) غور سے سنا، پھر انھوں نے (اپنی قوم سے جا کر) کہا کہ: ہم نے تو ایک عجیب قرآن سنا ﴿۱﴾ جو نیک راستہ بتلاتا ہے؛ لہٰذا ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو (عبادت میں) بالکل شریک نہیں مانیں گے۔

آپ کی آمد پر ''مرحبا'': خوش آمدید

حدیث میں آتا ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَيَأْتِيْكُمْ اَقْوَامٌ يَّطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمْ فَقُوْلُوْا لَهُمْ: مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاقْنُوْهُمْ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عن

قریب تمھارے پاس لوگ علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے؛لہذا جب وہ آویں اور تم ان کو دیکھو تو ان کو مرحبا اور خوش آمدید کہو جن کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے وصیت کی اور انھیں وہ چیز دو جو ذخیرہ کیے جانے کے قابل ہو (یعنی انھیں علم سکھاؤ)۔

معزز اساتذۂ کرام! آپ سب حضرات مختلف جگہوں سے سفر کرکے یہاں تشریف لائے ہیں، اس حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے میں آپ سب حضرات کا استقبال کرتا ہوں اور مرحبا (خوش آمدید) کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کے آنے کو اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، آپ کی خدمت میں چند کام کی باتیں پیش کرتا ہوں۔

نیتوں پر اعمال وجود میں آتے ہیں

نیت کی درستگی: سب سے پہلی بات جو مجھے عرض کرنی ہے وہ ہے نیت کی درستگی کے متعلق؛ یعنی کسی بھی بات کہنے یا سننے سے پہلے اور کسی بھی کام کرنے سے پہلے ہمیں اپنی نیتوں کو درست کرلینا چاہیے۔

نیت نام ہے دل کے ارادے کا اور دل کا ارادہ ظاہر میں دکھتا نہیں ہے؛ پوشیدہ ہوتا ہے اور پوشیدہ چیز ہی اصل ہوتی ہے، مسجد یا مدرسہ کی کتنی ہی بڑی عمارت ہو وہ پائے اور بنیاد پر کھڑی ہوئی ہے؛ لیکن وہ پائے نظر نہیں آتے، اب اگر یہ پائے کمزور ہوں گے تو عمارت بھی کمزور ہوگی اور پائے مضبوط ہوں گے تو عمارت بھی مضبوط ہوگی۔

اسی طرح نیت بھی دل میں چھپی ہوئی ایک چیز ہے، باہر کی عملی زندگی کا پورا دارومدار اسی نیت پر ہے، نیت جتنی مضبوط اور درست ہوگی اسی کے مطابق باہر کے اعمال کا حال ہوگا؛ لہذا آپ پہلے اپنی نیتوں کو درست فرمالیں؛ تاکہ آپ کا یہاں آنا اور محنت کرنا ثواب کا ذریعہ بن جائے۔

نیت کیا کریں؟

اب نیت کیا کریں گے؟

چوں کہ قرآنِ کریم کا صحیح پڑھنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے اور قرآنِ کریم صحیح سکھانا یہ ہر معلّم اور مدرّس کے ذمّے ضروری ہے تو ہماری نیت یہ ہونی چاہیے کہ ہم یہاں اس لیے آئے ہیں کہ اللہ کی کتاب ''قرآنِ مجید'' صحیح پڑھنے اور پڑھانے کی جو ذمّے داری ہم پر ہے اور اس ذمّے داری کے نبھانے کا جو طریقہ ہے وہ ہمیں سیکھنا ہے؛ تاکہ ہم اپنی ذمّے داری کو اچھے طریقے سے ادا کرسکیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہمیں جنّت مل جائے۔

قرآنِ مجید کی نسبت

یہاں آپ کا آنا قرآن کی نسبت پر ہے، دین کے علم کی نسبت پر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے، جب کوئی آدمی علم کی طلب میں چلتا ہے تو گھر سے نکل کر واپس گھر آنے تک اللہ تعالیٰ اس کے لیے اجر اور ثواب عطا فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ۔ (مسلم، ترمذی)

ترجمہ: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنّت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ

الْعِلْمِ كَانَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى يَرْجِعَ. (ترمذی، طبرانی)

ترجمہ: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلا تو وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہے جب تک کہ واپس نہیں لوٹ آتا۔

آپ بھی علم کی طلب میں نکلے ہیں، صحیح قرآن کیسے پڑھیں؟ صحیح قرآن کیسے پڑھائیں؟ یہ علم کا راستہ ہے اور علم سیکھنے سکھانے پر اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلت رکھی ہے۔ اس لیے یہ سب نیتیں آپ کے ذہن میں ہونی چاہیے تو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ان تمام نیتوں پر اجر و ثواب عطا فرمائیں گے۔

قرآنِ کریم کو دھیان سے سننے پر ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں

معزز علمائے کرام! آپ تمام حضرات سے میری دوسری درخواست یہ ہے کہ: یہاں پر آپ کو پڑھانے کا جو طریقہ سکھایا جائے، اس تدریب کو پورے دھیان سے سنیے؛ اس لیے کہ دھیان سے سننے پر ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں، میں نے آپ کے سامنے ''سورۂ جن'' کی جو آیت تلاوت کی اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝۱ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝۲

ترجمہ: (اے نبی!) تم کہہ دو کہ: میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے کہ جنّات کی ایک جماعت نے (قرآن کو) غور سے سنا، پھر انھوں نے (اپنی قوم سے جا کر) کہا کہ: ہم نے تو ایک عجیب قرآن سنا ﴿۱﴾ جو نیک راستہ بتلاتا ہے؛ لہذا ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو (عبادت میں) بالکل شریک نہیں مانیں گے۔

دوسری جگہ قرآن میں ہے:

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ. (الاحقاف:۲۹)

ترجمہ: اور (اے نبی! وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے جنّات کی ایک جماعت کو تمھاری طرف متوجہ کیا (اور) وہ قرآن سننے لگے۔

دونوں آیتوں میں ''اِسْتِمَاع'' کا لفظ آیا ہے اور ''اِسْتِمَاع'' کے معنی ہوتے ہیں ''پورے دھیان اور پوری توجہ کے ساتھ سننا''۔

دیکھیے! جب جنّات جیسی مخلوق -جن کے بہت سارے افراد میں شرارت کا غلبہ پایا جاتا ہے- نے حضرت نبیٔ کریم ﷺ سے قرآنِ کریم کو دھیان سے سنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دیے؛ لہٰذا اس آیت میں ہمیں بھی یہ بتلایا کہ اگر ہم ان حلقوں میں رہ کر، ان مجلسوں میں رہ کر پورے دھیان کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ ان مجلسوں کو سنیں گے، ہمارا جسم بھی یہاں حاضر ہوگا اور ہمارا ذہن اور دماغ بھی یہاں حاضر ہوگا تو ان شاء اللہ! ہمارے لیے بھی اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے کھول دیں گے۔

نہ سمجھ میں آنے پر سوال

دنیا کے معاملے میں تو ہمیں کسی کے سامنے سوال کرنے سے اپنے آپ کو بچانا ہے؛ جب کہ دین اور علم کے معاملے میں سوال کرنا بہت مفید چیز ہے، آپ کو جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے آپ پوچھیے! بار بار پوچھیے! دورانِ مجلس پوچھیے! مجلس کے بعد دوسرے اوقات میں پوچھیے! لیکن ہر ہر سبق کو آپ اچھی طرح سمجھیے! بار بار پوچھ کر کے حل کیجیے؛ لیکن ہر چیز اچھی طرح سمجھ کر کے آپ یہاں سے جائیے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴿۴۳﴾ (النحل)

ترجمہ: اگر تم کو خبر نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

لکھنے کا اہتمام

آپ حضرات سے درخواست ہے کہ یہاں کے قیام کے دوران جو سبق ہو اس کی ایک کاپی اور ڈائری بھی آپ حضرات مرتب کریں، جو باتیں یہاں دروس میں بتائی جائیں ان کو نوٹ بھی کیا کیجیے؛ تاکہ آپ کو آئندہ چل کر بھی کام آئیں۔ یوں بھی علم کی باتیں لکھنا اجر وثواب کا ذریعہ ہے اور یہ تو قرآنِ مجید کا حلقہ ہے؛ اس لیے اس کی باتیں لکھنا بھی ان شاء اللہ! اجر وثواب کا ذریعہ ہوگا؛ اس لیے آپ ضرور لکھ لیا کریں، ان شاء اللہ! یہ باتیں آپ کے لیے ضرور فائدہ مند ہوں گی۔

تصحیحِ قرآن کے حلقے میں خصوصی توجہ

یہاں آپ کو قرآنِ مجید کی مشق بھی کرائی جائے گی، تصحیح بھی کرائی جائے گی تو آپ اپنے قرآنِ مجید کے صحیح کرنے کے حلقے میں بھی پوری توجہ کے ساتھ بیٹھیں، اپنے آپ کو ضرورت مند سمجھ کر اور دین کا محتاج سمجھ کر اس حلقے میں جڑیں۔

قرآنِ مجید صحیح پڑھنا اور صحیح پڑھانا؛ دونوں فرضِ عین ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴿۴﴾ (المزمل)

ترجمہ: اور قرآن کو اطمینان سے صاف صاف پڑھا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ.(البقرة)

ترجمہ: جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس (کتاب) کی تلاوت کا جو حق ہے اس کے مطابق ہی اس کی تلاوت کرتے ہیں تو وہی لوگ اس (اللہ کی کتاب اور دین حق) پر (حقیقت میں) ایمان لاتے ہیں۔

حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَءُوْا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ.(شعب الایمان للبیهقی:۲۴۲۳)

ترجمہ: قرآن کو عرب کے لب و لہجے میں پڑھو۔

یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔

امام المحققین علامہ شمس الدین محمد بن الجزری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَازِمٌ	مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

ترجمہ: تجوید کو حاصل کرنا ضروری ہے، جو آدمی صحیح طریقے سے قرآن نہیں پڑھے گا وہ گنہگار ہوگا۔

ملا علی قاریؒ "المنح الفكرية شرح مقدمة الجزرية" میں اس شعر کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تجوید کا علم فرضِ کفایہ ہے؛ مگر تجوید پر عمل کرنا ہر قرأت اور ہر روایت میں فرضِ عین ہے؛ اگرچہ قرأت سنت ہے۔

ملا جیونؒ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور لوگوں پر اس کو واجب کر دیا ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: تجوید کا سیکھنا فرض ہے۔

حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ فرماتے ہیں: بغیر تجوید کے قرآن پڑھنا گناہ ہے اور پڑھانا اور بھی بڑا گنا ہے۔ (از: معلم الصبیان بحوالہ: افاداتِ صدیق: ۳۰۰)

فقہائے کرام نے بھی لکھا ہے کہ: قرآنِ مجید کا تجوید سے پڑھنا واجب اور نہایت ضروری ہے؛ کیوں کہ غلط پڑھنے سے بعض دفعہ معنی اِس حد تک بدل جاتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

دین کا علم گہوارے سے قبرستان تک

ہمارے بہت سارے علمائے کرام یہ سوچتے ہیں کہ ہم اتنے اتنے سالوں سے تدریس کر رہے ہیں پھر بھی ہمیں تدریب میں بلایا جا رہا ہے؟ میرے پیارے حضراتِ علمائے کرام! دین کا علم گہوارے سے لے کر قبرستان تک سیکھنا ہے، ہم ہمیشہ اپنے آپ کو طالب سمجھیں تو ان شاء اللہ! ہمیں اس میں طالبِ علم کی فضیلت بھی حاصل ہوگی، ثواب بھی ملے گا اور دین کی نئی نئی باتیں سیکھنے کو ملیں گی۔

ہمارے اندر بہت سی کوتاہیاں ہیں، ہم اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کریں اور اس کی تلافی کی پوری پوری کوشش کریں، بچوں کو کس نہج اور کس طریقے سے پڑھانا ہے؟ یہ ایک مستقل فن ہے جس کے سیکھنے کے لیے آپ کو یہاں پر جمع کیا گیا ہے؛ اس لیے ہم زبان سے یہ اعتراف کریں اور دل سے یہ مانیں کہ اگر ہمیں امّت کے بچوں کو، امّت کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کی صحیح اسلامی تعلیم اور تربیت کرنی ہے تو اس کا صحیح طریقہ یہاں رہ کر سیکھنا ہے، جن امور میں ہماری کوتاہی ہے ان کی ہمیں تلافی کرنی ہے۔

ہمارے ایک بزرگ نے بتلایا کہ: ایک کلکٹر صاحب کے ریٹائرڈ ہونے میں چھ مہینے باقی تھے، اتنے میں حکومت کی طرف سے ان کی ٹریننگ کا وقت آگیا تو وہ خوشی خوشی چلے گئے۔

دیکھیے! ایک کلکٹر صاحب ہیں، اتنے بڑے عہدے پر ہیں اور ریٹائرشپ میں صرف چھ ماہ باقی ہے، پھر بھی وہ ٹریننگ اور تدریب کے لیے جارہے ہیں، جب یہ دنیادار لوگ اس طرح دنیا کے اعلی منصب پر رہتے ہوئے ٹریننگ اور تدریب سے نہیں شرماتے تو ہم قرآنِ مجید کے معاملے میں ہرگز ہرگز شرم محسوس نہ کریں، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی عمر میں قرآنِ مجید سیکھا؛ لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اسوہ ہمارے لیے بہت بڑی دلیل ہے کہ ہم لوگ عمر کے کسی بھی مرحلے میں ہوں؛ لیکن قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم کا طریقہ سیکھنے میں عار اور شرم محسوس نہ کریں؛ بلکہ پورے شوق اور رغبت کے ساتھ یہاں رہ کر تعلیم حاصل کریں۔

جمعرات کی جانچ

آپ کے یہاں کے پندرہ روزہ قیام میں دو جمعرات آئیں گی، دونوں جمعرات کو ہفتے بھر کے دروس وتدریب کی جانچ ہوگی؛ لہٰذا آپ حضرات خالص اللہ کی رضا کے لیے محنت کریں اور ظاہری طور پر جانچ کے نظام کے اعتبار سے بھی آپ لوگ محنت کریں؛ اس لیے کہ مشورے سے یہ ضابطہ طے ہوا ہے کہ جانچ کے اندر جو حضراتِ اساتذۂ کرام کمزور ثابت ہوں گے تو ہوسکتا ہے کہ جب تک ان کی کمزوری کی تلافی نہ ہوجائے وہاں تک یہاں تشریف لانے یا قیام کی مزید سعادت حاصل کرنی پڑے؛ اس لیے آپ حضرات پورے دھیان اور توجہ کے ساتھ ان مجالس کو سنیں۔

تدریب اور تربیتی مجالس کو بوجھ مت سمجھنا

میرے معزز علمائے کرام! یہاں کی حاضری، تدریب اور ان تربیتی مجالس کو آپ لوگ ہرگز بوجھ نہ سمجھیں، خدانہ خواستہ کسی نے ان کو بوجھ سمجھا تو اس کو ان مجالس اور تدریب سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوگا اور جو پورے شوق اور پوری طلب کے ساتھ اس میں جڑے گا تو ان شاء اللہ! اس کو بھی فائدہ ہوگا اور اس کے ذریعے سے امّت کو بھی فائدہ ہوگا۔

ایک ہے: قاعدہ اور ضابطہ، اور دوسرا ہے: شوق اور صحیح طلب، اگر کوئی شخص صرف قاعدے اور ضابطے کی وجہ سے کسی کام کو کرتا ہے تو اس میں زیادہ برکت نہیں ہوتی ہے اور اگر وہی کام اخلاص اور شوق وطلب کے ساتھ کیا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ خوب برکت عطا فرماتے ہیں۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے جنّت میں غلطی ہوگئی، جس کی وجہ سے ان کو بہت پچھتاوا ہوا تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے کچھ کلمات سیکھے جن کو قرآن میں ذکر کیا گیا ہے:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: پھر آدم (علیہ السلام) نے (پورے شوق کے ساتھ) اپنے رب سے (توبہ کے) چند کلمات سیکھ لیے، (سو آدم علیہ السلام نے ان کلمات کے ذریعے سے توبہ کی) تو اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کی توبہ قبول کرلی، یقیناً وہی (اللہ تعالیٰ) بہت بڑے توبہ قبول کرنے والے، بہت مہربان ہیں۔

مفسرین نے "فَتَلَقّٰٓی" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ: شوق اور رغبت کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو سیکھا، جس کے نتیجے میں ان کی دعا بھی قبول ہوگئی اور قیامت تک آنے والی آپ کی اولاد کو توبہ کے یہ مبارک کلمات بھی مل گئے، وہ کلمات یہ ہیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۔۔ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (الاعراف)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم نے (آپ کے حکم کے خلاف کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ ہم کو معاف نہ کردیں اور (آپ) ہم پر رحم نہ فرمائیں تو ہم ضرور نقصان میں پڑنے والوں میں سے ہوجاویں گے۔

لہذا آپ بھی پورے شوق اور رغبت کے ساتھ اور اپنا فائدہ سمجھ کر یہاں وقت گزاریں، ان شاء اللہ! یہ چیز آپ کے لیے اور قیامت تک آنے والے بہت سارے لوگوں کے لیے فائدے کا ذریعہ بن جائے گی۔

اپنے اوقات کی صحیح قدر کرکے اس کو قیمتی بنائیں

آپ سے ایک درخواست یہ بھی ہے کہ: اپنے اوقات کی قدر کریں؛ کیوں کہ آپ بہت بڑی قربانی دے کر یہاں آئے ہیں: گھر کی راحت، گھر کا آرام، بیوی بچوں کے ساتھ رہنا، سب کچھ چھوڑ کر یہاں آئے ہیں، یہ بہت بڑی قربانی ہے اور اس سے بھی بڑی قربانی آپ نے یہ دی ہے کہ جہاں آپ مدرسہ پڑھا رہے ہیں وہاں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ روک کر اور کسی دوسرے کو عارضی طور پر حوالے کرکے تشریف لائے ہیں، یہ بھی بہت بڑی قربانی ہے۔

جب اتنی بڑی قربانی آپ نے دے ہی دی ہے تو آپ کی یہ ذمّے داری بنتی ہے کہ یہاں رہ کر آپ اپنے اوقات کی صحیح معنی میں قدر کر کے اس کو قیمتی بنائیں۔

پندرہ دن تو ایسے ہی گزر جائیں گے؛ چاہے آپ غفلت کے ساتھ وقت گزاریں یا محنت اور فکر کے ساتھ، دونوں صورتوں میں وقت تو گزرنے والا ہے؛ لیکن عقلمندی اور ہوشیاری اس بات میں ہے کہ جب آپ قربانی دے کر یہاں پر کچھ سیکھنے کے لیے آئے ہیں تو محنت اور فکر کے ساتھ اپنا وقت گزاریں، ان شاء اللہ! اس سے پوری زندگی آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور آپ کے ذریعے امّت کے ہزاروں بچوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

اس لیے جتنی بھی مجالس ہوتی ہیں: صبح میں، دوپہر میں یا مغرب وعشا میں، ان تمام مجالس میں اپنے آپ کو پوری پابندی اور پوری فکر کے ساتھ جوڑیں، آپ صحیح سیکھیں گے، ان شاء اللہ! آپ کے ذریعے امّت کے بچے بھی صحیح قرآن سیکھیں گے اور آپ کا یہ فیض ان شاء اللہ! قیامت تک جاری رہے گا اور آپ کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

کمی، کوتاہی پر صبر اور شکر سے کام لیں

دیکھیے! یہاں پر ہم حقیقت میں آپ لوگوں کی مہمانی کا حق ادا نہیں کر سکتے ہیں؛ اس لیے کہ جو راحت وآرام اور سہولتیں آپ کو آپ کے مقام پر ملتی ہیں، ایسی راحتیں اور سہولتیں فراہم کرنا یہ ہمارے بس میں نہیں ہے؛ ہاں! ہم سے جو ہو سکتا ہے ان شاء اللہ! ہم اس میں کمی نہیں ہونے دیں گے؛ لیکن اس کے باوجود جو کمی، کوتاہی رہ جائے، اس پر صبر وشکر سے کام لیں، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو جائیں گے؛ چونکہ جو تکلیف آپ برداشت کریں گے وہ قرآن اور علم کی نسبت پر کریں گے؛ اس لیے اس پر

اجر وثواب بھی پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے؛ لیکن کوئی بیماری یا عذر ہو یا کھانے میں آپ حضرات کسی قسم کی تبدیلی یا کوئی مناسب چیز چاہتے ہوتو یہاں ہمارے ذمّے دار حضرات کو آپ بتلایئے، ان شاء اللہ! وہ آپ کی ان ضروریات کی طرف توجہ دینے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔

آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت

قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۨ ۝۳۶ (النساء)

ترجمہ: اورتم سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور تم اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور رشتے داروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اور قریب والے پڑوسی کے ساتھ اور دور والے (یا اجنبی) پڑوسی کے ساتھ اور پاس میں بیٹھنے والے کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور اپنے غلام، باندی کے ساتھ (بھی اچھا برتاؤ کرو) یقینی بات ہے کہ جو شخص اترانے والا، فخر کرنے والا (یعنی شیخی مارنے والا) ہے اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے۔

یہاں آپ مختلف جگہوں سے آئے ہیں، مختلف المزاج ہیں، مختلف عادات و اطوار کے لوگ جمع ہوئے ہیں؛ لیکن یہاں اجتماعی طور پر آپ کو رہنا ہے تو ہماری ذات سے یہاں کے قیام کے دوران کسی کو تکلیف نہ ہو اس کا خصوصی خیال رہے، یہ آپ کے

ساتھی بھی حضراتِ علمائے کرام ہیں، حفاظِ کرام ہیں، مدرسین ہیں، ایک دوسرے کا ادب، احترام اور اکرام ہو، ہماری بات، ہمارے عمل اور ہمارے طرزِ زندگی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اس کا خصوصیت کے ساتھ آپ حضرات لحاظ رکھیں، یہی شریعت کی مبارک تعلیم بھی ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ! وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ! وَاللهِ لَا يُؤْمِنُ! قِيْلَ: مَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں! اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں! اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں! لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کون (مؤمن نہیں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس کا پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہ رہے۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ .

ترجمہ: پکّا اور سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (یعنی عمل) کی تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

موبائل کا استعمال

اِس وقت موبائل اور انٹرنیٹ کے ضرورت سے زیادہ، نامناسب اور غلط استعمال کی وجہ سے بڑے بڑے نقصانات سامنے آرہے ہیں؛ اس لیے میں آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ: آپ موبائل اور انٹرنیٹ کے بے جا، نامناسب، غلط اور ضرورت سے زیادہ استعمال سے بالکل پرہیز کریں، جتنی مجالس یہاں نظام سے

طے پائی ہیں ان کے شروع ہونے سے پہلے موبائل کو بالکل سائلنٹ کر دیں اور پورے دھیان کے ساتھ مجلس میں شرکت کریں؛ اس لیے کہ یہ قرآن کی مجلس ہے اور قرآن کی مجلس کے دوران مجلس میں جو قرآن کے متعلق باتیں بیان ہو رہی ہیں ان سے اعراض کر کے بالقصد توجہ ہٹا کر موبائل اور نیٹ کی طرف لگنا یہ قرآنِ مجید کی ایک طرح کی بے ادبی ہے، قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ (فصلت:۴۱)

ترجمہ: اور یقیناً وہ تو ایک بڑی عزت والی (بڑی نادر، بڑی بے نظیر، بڑی وقعت والی) کتاب ہے۔

مکہ کے کافر لوگ قرآنِ مجید کی توہین کرتے تھے اور توہین کا طریقہ یہ تھا کہ جب حضور ﷺ قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے تو اس وقت یہ کفار شور مچاتے اور یوں کہتے کہ: شور کرو؛ تاکہ محمد (ﷺ) کی تلاوت پر ہمارے شور کا غلبہ ہو جائے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ (فصلت)

ترجمہ: اور کافر (ایک دوسرے سے یہ) کہتے ہیں: اس قرآن کو مت سنو اور اس (کے پڑھنے کے درمیان) میں بک بک کر دیا کرو؛ تاکہ تم لوگ غالب آجاؤ۔

اسی طرح قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ (طٰه)

ترجمہ: اور جو آدمی بھی میری نصیحت سے منہ پھرائے گا تو اس کو (دنیا اور قبر میں) بڑی تنگ زندگی ملے گی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

یہ قرآن میں ان کی مذمت آئی ہے، اب اِس زمانے میں قرآن اور خالص دینی مجلسوں میں قرآن اور دین کی باتوں سے اعراض کر کے موبائل اور نیٹ کے بے جا اور غلط استعمال میں لگے رہنا نعوذ باللہ! یہ بھی قرآنِ مجید کی ایک طرح سے بے ادبی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو سکتے ہیں اور ہم لوگ بہت ساری بھلائیوں سے محروم ہو سکتے ہیں؛ اس لیے میں آپ سب سے بہت ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ یہاں مجالس کے وقت موبائل کے استعمال سے مکمل احتراز کریں۔

نیز اپنی اپنی جگہوں پر تعلیم کے وقت پر بھی اس کا دھیان رہے؛ بلکہ میں تو آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہاں سے جانے کے بعد آپ جب مکتب میں پڑھانے کے لیے بیٹھیں تو وہاں بھی مکتب کے اوقات میں موبائل سے اپنے آپ کو بالکل بچائیں، یہ وقت بڑا غنیمت ہے، طلبہ کا قیمتی وقت ہے، اِن اوقات کو موبائل کے پیچھے ضائع کرنا، اخبار بینی میں ضائع کرنا، چائے ناشتے، آپسی محفل بازی میں ضائع کرنا، ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے، پورا وقت آپ دھیان سے پڑھائیے، ان شاء اللہ! دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس پر اجر دیں گے۔

صحتِ قرآن کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال اور اخلاق کو بھی درست کرنے کی کوشش کریں

ایک اور درخواست آپ سے یہ ہے کہ: یہاں رہتے ہوئے آپ تمام حضرات

صبح وشام کی تسبیحات کی پابندی کا اہتمام کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دن بھر کی نوافل: اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کا بھی اہتمام کریں، تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت، دعاؤں کا اہتمام، نیز سنتوں کا بھی خوب اہتمام کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ: یہاں رہتے ہوئے جس طرح قرآنِ کریم کو صحیح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اسی طرح اپنے اعمال اور اخلاق کو بھی درست کرنے کی کوشش اور فکر کریں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں اور یہ سب اچھی عادات آپ اپنی زندگی میں لایئے، یہ بھی بہت ضروری ہے۔

مسجد کا قیام

ماشاء اللہ! آپ کا زیادہ وقت مسجد میں گزرے گا؛ لہٰذا مسجد کے آداب اور سنتوں کا اہتمام کریں۔

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

① پہلے بائیں پاؤں کا جوتا (یا چپّل) اتارنا۔ (بخاری)

② دائیں پاؤں سے مسجد میں داخل ہونا۔ (بخاری)

③ بسم اللہ پڑھنا۔ (ابن ماجہ)

④ درود شریف پڑھنا، مثلاً:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ. (ترمذی)

ترجمہ: اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں اور درود وسلام اترے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

⑤ مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھنا:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. (مسلم)

ترجمہ: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجیے۔

دوسری حدیث میں یہ دعا اس طرح آئی ہے:

بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَسَهِّلْ عَلَيَّ أَبْوَابَ رِزْقِكَ.

(مصنف عبدالرزاق، كتاب الصلاة)

ترجمہ: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجیے اور میرے لیے اپنے رزق کے دروازے آسان فرما دیجیے۔

دوسری دعا:

أَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے: أعوذبالله العظيم إلخ۔ حضرت عقبہ (راویٔ حدیث) فرماتے ہیں کہ: کیا دعا اتنی ہی ہے؟ تو مَیں (عبداللہ بن عمرو) نے کہا کہ: جی ہاں۔ پھر اِس کے بعد فرمایا کہ: آدمی جب یہ دعا پڑھ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ: یہ مجھ سے پورے دن محفوظ ہوگیا۔ (از: سنن وآداب)

⑥ اعتکاف کی نیت کرنا۔

مسجد سے نکلنے کے آداب

① مسجد سے بایاں پاؤں پہلے باہر نکالنا۔ (بخاری)

② بسم اللہ پڑھنا۔ (ابن ماجہ)

③ درود شریف پڑھنا۔

④ مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھنا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ. (مسلم)

ترجمہ: اے اللہ! مَیں آپ سے آپ کا فضل مانگتا ہوں۔

دوسری دعا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ إِبلِيْسَ وَجُنُوْدِه.

(از: سنن وآداب)

کھانے پینے میں سنتوں کا اہتمام

ہمارا کھانا پینا بھی مسنون طریقہ سے ہو، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برتنوں کو بہت اچھی طرح صاف کیا کرتے تھے، آپ خوب کھائیے، قرآن میں ہے حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا. (البقرۃ:۳۵)

ترجمہ: اور تم دونوں اس (جنت) میں سے (جو چاہو) جہاں سے چاہو خوب جی بھر کر کے کھاؤ۔

خوب کھاؤ! کوئی پابندی نہیں، اللہ برکت دیں گے؛ لیکن برتن کو ہم خود اس طریقے سے صاف کریں کہ کوئی چیز ضائع اور برباد نہ ہو، جو دانہ نیچے گر جائے اس کو اٹھا لیجیے۔

ان عجمیوں کی خاطر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں

روایت میں آتا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کھانا کھارہے تھے اور ان کے ہاتھ سے ایک لقمہ گر گیا، انھوں نے اس لقمے کو اٹھایا اور اس کو صاف کر کے کھالیا، اس پر عجمیوں نے ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارے کیے (کہ امیر ہو کر گرا ہوا لقمہ اٹھا لیا اور کھالیا)۔

کسی نے آپ سے کہا کہ: یہ لوگ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کر رہے ہیں کہ آپ کے سامنے اتنا سارا کھانا ہے، پھر بھی آپ نے لقمہ اٹھالیا۔ یہاں جو گرا ہوا لقمہ اٹھاتا ہے اس کو ذلیل سمجھا جاتا ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اِنِّيْ لَمْ اَكُنْ لِاَدَعَ مَاسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لِهٰذِهِ الْاَعَاجِمِ.(ابن ماجہ)

یعنی ان عجمیوں کی خاطر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔

صفائی کا اہتمام

دیکھیے! آج کل تو حکومت کی طرف سے صفائی مہم (સ્વચ્છતા અભિયાન) چلتی ہے، حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ڈیڑھ ہزار سال پہلے صفائی مہم چلائی ہے، پاکی اور صفائی ایمان کا آدھا حصہ ہے، یہ تو بہت بڑی چیز ہے، اگر کسی کو پان، گٹکھا کھانے کی عادت ہو تو وہ اس کو چھوڑنے کی کوشش کریں، آخری مجبوری میں وہ اپنا انتظام خود

کرلے، کوئی برتن مٹی بھرا ہوا رکھ لے اور اس کے اندر تھوک دے اور بعد میں اس کو پھینک دے اور دوسری مٹی بدل دیوے، مسجد، مدرسہ کے بیت الخلا، وضوخانہ، غسل خانہ، اپنی سونے کی جگہ، غرض یہ کہ ہر جگہ کی مکمل صفائی رکھیے۔

اس طرح آپ اصول وضوابط کے ساتھ، نظام الاوقات کی پابندی کے ساتھ یہاں وقت گزاریں گے تو ان شاء اللہ! پوری زندگی کے لیے فائدہ مند ہوگا، آپ کے اندر خوشگوار دینی تعلیم وتربیت کا ملکہ پیدا ہوگا، آپ کے ذریعے بہت ساری خیر وجود میں آئے گی۔

دعاؤں کا اہتمام

یہاں کے قیام دوران آپ صلوۃ الحاجہ پڑھ کر دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا دل لگا دیوے، آپ کی طبیعت لگا دیوے، یہاں کی ہر چیز آپ کے موافق بنا دیوے اور آپ کا قیام یہاں اس طرح ہو کہ آپ کی پوری زندگی کے لیے فائدہ مند ہو، آپ کے ذریعے مسلمانوں کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کی صحیح اسلامی تعلیم وتربیت کا ذریعہ ہو اور آپ کے لیے آخرت کا بھی توشہ ثابت ہو۔ یہاں کے قیام کے دوران اس کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کریں، اس سے ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم متوجہ ہوگا اور آپ کا یہ قیام بہت زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

آپ کی آمد بہت مبارک ہو، اللہ آپ کا آنا مبارک فرمائے، دور دور سے آپ حضرات اپنے اپنے اوقات کو فارغ کر کے یہاں آئے ہیں، اللہ تعالیٰ صحت، عافیت اور تندرستی کے ساتھ یہاں کا مقررہ وقت پورا فرماوے اور پوری زندگی کے لیے فائدہ مند بنائے، آخرت کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نورانی مکاتب (منظوم کلام)

از: مولانا ہاشم چوکسی (گمنام) کاوی والا، بھروچ
(حضرت مولانا سلیمان چوکسی دامت برکاتہم کے بھائی)

منبعِ نورِ ہدایت نورانی مکاتب ہے	زینت القرآن کی عظمت نورانی مکاتب ہے
ان کو حاصل ہوگئی اصحابِ صفہ کی بہار	لفظِ اقرأ کی تلاوت نورانی مکاتب ہے
اہلِ دل مفتی محمود میرِ کارواں	ان کی ہمّت باسعادت نورانی مکاتب ہے
دیکھو ۲۰۰۲ ان کی تاریخِ قیام	باعثِ برکات ورحمت نورانی مکاتب ہے
سرپرستی مولانا اسماعیل صاحب کی ملی	باطنی حسنِ عقیدت نورانی مکاتب ہے
ہے سلیم الطبع ہر ایک پھول میں مولانا صدیق	اصل میں ان کی محبت نورانی مکاتب ہے
حافظِ قرآن بن بن کے نکلیں گے یہاں سے	ان کے ایماں کی حفاظت نورانی مکاتب ہے
جو شریکِ حال ہیں یارب ان کو دے بہار	جس کے پھولوں کی یہ نکہت نورانی مکاتب ہے
ہے دعا ''گمنام'' کی اللہ! یہ پھولے پھلے	آج امّت کی ضرورت نورانی مکاتب ہے

تدریب کے لیے آنے والے معزز علمائے کرام واساتذۂ عظام کی خدمت میں روانگی کے موقع پر ضروری ہدایات

از: حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰه الَّذِيْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَشَفِيْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَاتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَهْلِ طَاعَتِهِ، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا، أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ (التوبة)

ترجمہ: لہذا ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت (جہاد کے لیے یا دین کی اشاعت کے لیے) نکلے؛ تاکہ (باقی لوگ جو نہیں گئے ہیں) وہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں محنت کریں؛ اور تاکہ جب ان کی قوم کے لوگ (یعنی مجاہدین) ان کے پاس واپس آئیں تو وہ (دین کی سمجھ حاصل کرنے والے) ان (مجاہدین) کو (اللہ تعالیٰ کے احکام سکھلا کر) ڈراویں؛ تاکہ وہ (احکام کے خلاف کرنے سے) بچتے رہیں۔

الوداعی نصیحت کرنا سنّت ہے

کسی کو دینی کام کے لیے کسی علاقے میں بھیجا جائے تو اس کو الوداعی نصیحت کرنا یہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سنّت ہے، اسی سنّت پر عمل کرنے کے لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، احادیث میں ہے کہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک علاقے میں گورنر بنا کر بھیجا تو عجیب منظر تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

اونٹنی پر سوار ہیں اور حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چل رہے ہیں اور مدینہ کے باہر کافی دور تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے رہے اور ان کو الوداعی نصیحت کرتے رہے جو حدیث کی کتابوں کے اندر موجود ہے۔

اظہارِ تشکر

سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے سفر کی تکلیف اٹھائی، گھر کا راحت و آرام، کھانا، پینا قربان کیا، جن جن بستیوں اور علاقوں میں آپ مقیم ہوں وہاں آپ کے متعلق جو دینی خدمات اور ذمّے داریاں ہیں ان کو عارضی طور پر کسی کو نائب بنا کر حوالے کیا اور پھر محض دین اور قرآن کی نسبت پر آپ حضرات یہاں تشریف لائے، اللہ تعالیٰ ہی آپ حضرات کو اس عمل پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں جو طریقہ سیکھا ہے اس کے مطابق عمل کریں

جو آیت میں نے تلاوت کی اس میں ہمارے لیے بہت کچھ نصیحت ہے:

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ.

ترجمہ: اور تاکہ جب ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس واپس آئیں تو وہ (دین کی سمجھ حاصل کرنے والے) ان کو (اللہ تعالیٰ کے احکام سکھلا کر) ڈراویں۔

جب آپ یہاں سے لوٹ کر اپنے اپنے علاقے میں جائیں گے تو یہاں رہ کر قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم کا جو طریقہ آپ نے سیکھا ہے اس طریقے کے مطابق اپنے اپنے علاقوں میں کام کرنا ہے، جب آپ اس طریقے کے مطابق کام کریں گے تو سمجھو کہ

یہاں کا آپ کا قیام وصول ہو گیا، فائدہ مند ہو گیا اور بچوں کو اور علاقے کے لوگوں کو اس کے اچھے اثرات وثمرات ان شاء اللّٰہ! حاصل ہوں گے۔

یہ سب سے پہلے آپ کے عزائم اور آپ کی نیت ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ آپ جس طرح سے بھی پڑھائیں گے وہ کوئی تو طریقہ ہوگا؛ چاہے وہ غلط یا نامناسب ہو یا یہ کہ جیسا ہونا چاہیے ویسا نہ ہو، تو ہم وہ طریقہ کیوں نہ اپنائیں جو امّت کے بچوں کے مستقبل کے اعتبار سے اور قرآنِ مجید کی تعلیم کے اعتبار سے زیادہ فائدہ مند ہو اور جس کے لیے آپ کو تکلیف دے کر یہاں بلایا گیا!

لہٰذا اس طریقے کے مطابق کام کریں گے تو ان شاء اللّٰہ العزیز! بے شمار خیر اور بھلائیاں وجود میں آئیں گی؛ اس لیے آپ یہ پکے ارادے لے کر جائیں کہ یہاں جس طریقے سے آپ کو بتلایا گیا اسی طریقے کے مطابق آئندہ ہم لوگ تعلیم وتربیت کا کام ان شاء اللّٰہ! کریں گے۔

موبائل کے ذریعے استفادہ کیجیے

ہوسکتا ہے کہ بہت ساری باتیں اب تک آپ کو پورے طور پر سمجھ میں نہ آئی ہوں، اسی طرح جب آپ عملی زندگی میں جائیں گے اور بچوں کو عملاً پڑھائیں گے تب آپ کے سامنے مشکلات آئیں گی، الجھنیں آئیں گی تب آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ میرے اندر کمی ہے، ابھی مجھے یہ چیز اور زیادہ سیکھنی چاہیے، تو آج کل سیکھنے کا سہل اور آسان طریقہ ایک یہ بھی ہے کہ آپ اپنی جگہ سے ٹیلی فون کے ذریعہ، واٹس ایپ کے ذریعہ، ویڈیو کالنگ کے ذریعے یہاں جو ماہرین ہیں ان سے رابطہ کیجیے اور ان کو پوچھیے کہ آپ باقاعدہ ہم کو بورڈ پر لکھ کر بتلائیے، اس طرح آپ وڈیو کالنگ کے ذریعہ سیکھ لیں گے۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اِس زمانے میں موبائل، انٹرنیٹ اور واٹس ایپ کی جو نعمتیں دی ہیں ان کا ہم صحیح استعمال کریں اور صحیح استعمال یہ ہے کہ ان کو ہم دین کے کام میں لائیں، دین سیکھنے سکھانے کے کام میں لائیں تو ان شاء اللہ! ان آلات اور ذرائع کا صحیح استعمال ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمیں اجر وثواب بھی ملے گا۔

سیکھنے کے معاملے میں شرم نہیں کرنی چاہیے

پہلے میں آپ کے سامنے عرض کر چکا ہوں کہ ہماری اپنی ذاتی دنیوی ضروریات کے متعلق کبھی کسی کے سامنے سوال کرنے اور ہاتھ پھیلانے سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچا کر رکھے؛ لیکن دین سیکھنے کے بارے میں کبھی شرم نہیں ہونی چاہیے، جو بات بھی ہمیں پڑھانے کے دوران مشکل معلوم ہو تو فوراً آپ سیکھ لیں۔

اسی طرح نورانی مکاتب کے اندر معاونین مقرر ہیں، لوگ ان کو نگران کہتے ہیں، ہم ان کو معاون کہتے ہیں، معاون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم اور تربیت کے کام میں جہاں آپ کو ضرورت پیش آئے وہاں وہ آپ کی مدد اور آپ کا تعاون کریں گے، آپ اپنے معاونوں سے مدد لیجیے، جب وہ آئیں تو ان سے کہیے کہ یہ بیان ابھی تک میں کما حقہ بچوں کو سمجھا نہیں پا رہا ہوں، آج آپ تشریف لائے ہیں تو آپ ذرا ان بچوں کو صحیح سمجھا کر کے دکھائیے، میں بھی عملاً دیکھ لوں گا اور بچے بھی اس بیان کو حل کر لیں گے۔

پھر بھی مسئلہ حل نہ ہو تو آپ نے ڈائری تو بنائی ہی ہے اس میں آپ لکھیے کہ فلاں فلاں چیز سمجھ میں نہیں آ رہی ہے، ایسی چند چیزیں جب جمع ہو جائیں تو آپ پھر سے ایک سفر کر لیجیے، یہ آپ کا گھر ہے، آپ آئیے، پھر سے جتنے دن ہو سکے یہاں قیام کیجیے اور جتنی باتیں آپ کو سمجھ میں نہیں آئی یہاں معلم سے ایک ایک چیز عملاً پوچھ لیجیے،

اس کے لیے آپ باقاعدہ سفر کر لیجیے، سیکھنے سکھانے کی نسبت پر آپ کی آمد و رفت کے جو اخراجات ہوں گے وہ ان شاء اللہ! نورانی مکاتب سے دیے جائیں گے۔

صحیح تعلیم و تربیت سے بچوں کے دلوں میں عظمت پیدا ہوتی ہے

یہ ساری تدبیریں میں آپ کو اس لیے بتلا رہا ہوں؛ تاکہ ہم صحیح کام کر سکیں، بچوں کو صحیح تعلیم دے سکیں، ان بچوں کو ہم صحیح تعلیم دیں گے اور ساتھ ساتھ ہم ان کی صحیح تربیت کریں گے تو اللہ کے یہاں تو ثواب ملے گا ہی ملے گا، ہماری آخرت بھی بنے گی اور دنیا میں بھی یہ بچے دل و جان سے ہمارا اعزاز و اکرام کریں گے، ان بچوں کے دلوں میں اسی وقت صحیح معنی میں ہماری عظمت پیدا ہوگی جب ہم ان کی صحیح معنی میں تعلیم اور تربیت کریں گے، صحیح تعلیم اور تربیت کی وجہ سے ان کے دلوں میں جو تعظیم اور محبت پیدا ہوگی وہ کسی اور چیز سے پیدا نہیں ہو سکتی۔

میرے والد صاحبؒ نے تقریباً پچاس سال مکتب میں پڑھایا، اِس وقت ان کے پاس پڑھے ہوئے بے شمار مرد و عورت یہاں بارڈولی میں بھی موجود ہیں اور دنیا کے کئی ملکوں میں موجود ہیں؛ ہمارے اس علاقے میں شادی کر کے بیرون چلے جانے کا رواج ہے تو جو والد صاحبؒ کے پاس بچپن میں پڑھے، پھر شادی کر کے بیرون ملک چلے گئے، والد صاحبؒ نے تو کوئی بیرون ممالک کے زیادہ اسفار نہیں کیے، مکۃ المکرمہ جاتے تھے اور ایک مرتبہ ہماری مسجدِ اقصیٰ کی نسبت سے انگلینڈ تشریف لے گئے تھے، اس کے علاوہ کوئی بیرون کا سفر انھوں نے کیا نہیں؛ لیکن اللہ کی توفیق سے میں دنیا کے کئی ملکوں میں جاتا ہوں، بہت سارے ممالک میں ان کے پاس پڑھے ہوئے بڑی عمر کے لوگ ملتے ہیں، جب تک والد صاحب حیات تھے، میں سفر میں جاتا تھا تو سب سے

پہلا سوال یہی کرتے تھے کہ: ہمارے استاذ خیریت سے ہیں؟ میں اتنا لمبا سفر کر کے جاؤں تو کیسا سفر رہا وہ سوال بعد میں؛ لیکن اول سوال ہمارے استاذ خیریت سے ہیں؟ اور جب میں ان ملکوں سے واپس لوٹ کر آتا تو مجھے کہتے: استاذ کے لیے ہدیہ لے جانا ہے، آپ لے جائیں گے؟

ایسے ایسے ان کے تلامذہ ہیں جو ظاہری اعتبار سے چاہے ڈاڑھی منڈواتے ہیں یا دوسرے غلط کام کرتے ہیں؛ لیکن جب بھی والد صاحب کا نام آتا ہے تو فوراً وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں، ان کا لہجہ بدل جاتا ہے اور پورے اکرام کے ساتھ نام بھی لیتے ہیں۔

میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ان بچوں کو اگر ہم نے صحیح تعلیم دی اور ان کی صحیح تربیت کی تو اس کی وجہ سے ان کے دلوں میں آپ کی جو عظمت، آپ کی محبت اور آپ کا جو اکرام ہوگا وہ دنیا کی کسی اور چیز کے ذریعہ پیدا نہیں ہو سکتا، وہ جب یہ دیکھ لیں گے کہ یہ ہم کو صحیح دین دے رہے ہیں، صحیح تعلیم دے رہے ہیں، صحیح تربیت دے رہے ہیں تو وہ آپ کا دل و جان سے ہمیشہ کے لیے اکرام اور اعزاز کریں گے۔

بچوں کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں

میری آپ سے ایک درخواست یہ ہے کہ ان طلبہ کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں، جیسے ہم اپنی سگی اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں اسی طرح مکتب میں پڑھنے آنے والے بچے ہماری روحانی اولاد ہیں، آپ ان کے لیے دل و جان سے دعا کیجیے، استاذ کی دعا کو اللہ تعالیٰ طلبہ کی ترقی کا ذریعہ بناتے ہیں، جیسے ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں اسی طرح اساتذہ کی دعائیں بچوں کے حق میں قبول ہوتی ہیں؛ لہذا

ان کے لیے آپ خوب دعاؤں کا اہتمام کیجیے، دعا کی برکت سے ان بچوں کی تعلیم میں ان شاء اللہ! ترقی آئے گی۔

ہمارے یہاں ''اون، سورت'' میں بھی کچھ مکتب ہیں، وہاں کچھ اساتذہ ماشاء اللہ! ایسے ہیں جو باقاعدہ صلوۃ الحاجہ پڑھ کر اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے پابندی سے دعا کرتے ہیں، پھر امتحان کا موقع آتا ہے تو وہ اساتذۂ کرام اپنے بچوں کی نیت سے منتیں مانتے ہیں کہ امتحان میں میری جماعت میں جتنے بچے مثالی آئیں گے میں اتنی صلوۃ الشکر پڑھوں گا، ہر بچے پر دو رکعت صلوۃ الشکر کی منت مانتے ہیں، آپ اندازہ لگاؤ کہ ایک سگے ماں باپ سے بھی زیادہ یہ اساتذہ ان بچوں کے ساتھ شفقت کرتے ہیں تو ان کے پاس پڑھنے والے بچے اتنے عمدہ بنتے ہیں، ایسے مثالی اور ممتاز بنتے ہیں کہ دوسرے مکتب والے رشک کرتے ہیں کہ دیکھو! یہ بچہ کتنا اچھا پڑھتا ہے؟ اس میں استاذ کی محنت کے ساتھ ساتھ استاذ نے جو دعاؤں کا اہتمام کیا اس کا بھی دخل ہے؛ اس لیے میں آپ سب سے بہت ادب سے کہوں گا کہ: آپ اپنے پاس پڑھنے والے طلبہ کے لیے دعاؤں کا اہتمام کیجیے، آپ کی یہ دعائیں پڑھنے والے بچوں کو ترقی کرائے گی، آگے بڑھائے گی۔

موقع کے مطابق اپنی اپنی بستی میں دینی رہنمائی کرنا ہماری ذمّے داری ہے

آپ سب سے ایک درخواست یہ بھی ہے کہ آپ اپنے علاقے کی جس بستی میں ہیں وہاں کی تمام دینی فکروں کو اپنے اوپر اوڑھ لیں، ہم اپنے آپ کو تین گھنٹے کا

مکتب کا ملازم نہ سمجھیں، پانچ وقت کی امامت کا ملازم نہ سمجھیں، ہم یہ سمجھیں کہ جس بستی کے اندر ہم ہیں وہاں کی تمام دینی ذمّے داریاں میرے اوپر ہیں، مثلاً گشت کا دن ہے تو گشت کرا دیجیے، تعلیم کرا دیجیے، موقع موقع سے ان کو نصیحت کیجیے، جیسے:

ابھی محرم کا مہینہ آئے گا تو آپ لوگوں کو بتائیے کہ تعزیہ غلط کام ہے، یہ اسلامی کام نہیں ہے۔ عاشورا میں دو دن روزہ رکھنا سنت ہے۔

کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوا، آپ خوشی خوشی جائیے، اذان و اقامت دیجیے، بچہ کی تحنیک کر دیجیے، عقیقہ کروائیے، ختنہ کرائیے۔

کسی کا انتقال ہوجائے تو آپ پہنچ جائیے، میت کو غسل دیجیے، کفن دیجیے، دفنانے میں مدد کیجیے۔

شادی آرہی ہے تو سمجھائیے کہ: سادگی والی شادی کیجیے، خرافات مت کیجیے، نکاح پڑھا دیجیے، مرد وعورت کا مجمع آپ الگ کروائیے۔

اس طرح جو موقع آئے اس موقع کے مطابق آپ اپنی بستی کے اندر دینی رہنمائی کیجیے۔

غرض یہ کہ بستی کے جو دینی کام ہوتے ہیں وہ سارے کام کاج ہم اللہ کے لیے کریں، وہاں یہ نہ سوچیں کہ مجھے تو امامت ہی کی تنخواہ ملتی ہے، مجھے مکتب ہی کی تنخواہ ملتی ہے، یہ کام میرا نہیں ہے، میری ذمّے داری میں نہیں آتا، یہ سوچنا غلط ہے، ہم جو کچھ کررہے ہیں آخرت کے لیے کررہے ہیں؛ لہٰذا اپنی اپنی بستیوں کی تمام دینی فکریں ہم اوڑھ لیویں۔

جہاں اب تک نماز اور مکتب کا نظام نہیں ایسی جگہوں کو تلاش کیجیے

جن محلوں اور جن گاؤں میں آپ ہیں اس کے اطراف و جوانب میں بھی آپ کی کڑی نظر رہنی چاہیے کہ وہاں مسلمان ہیں؛ لیکن اب تک وہاں نماز کا کوئی نظام نہیں ہے، مسلمان ہیں اور اب تک مکتب کی تعلیم کا نظام نہیں ہے، دیکھو! جہاں مکتب اور مسجد کا نظام نہیں ہوتا وہاں عام طور پر ارتداد کا فتنہ آتا ہے؛ اس لیے آپ حضرات کو میں خاص درخواست کروں گا کہ آپ جہاں بھی ہیں وہاں اطراف کے علاقوں میں دیکھتے رہیں کہ کہاں مسلمان ہیں اور اب تک وہاں مکتب مدرسہ نہیں ہے، پھر آپ اپنے زون کے ذمّے دار کو اطلاع دیجیے، وہاں ان شاء اللہ! مکتب قائم کرنے کی فکر کی جائے گی، آپ کی فکروں سے ایک نیا مکتب قائم ہوگا، نئ جگہ دین کی تعلیم شروع ہوگی، ایک نئ جگہ نماز کا ماحول بن گیا اور آپ کے لیے ثواب اور اجر کا ذریعہ بن جائے گا۔

والیوں کو سمجھا کر بچوں کو مکتب میں لائیں

دیکھیے! اِس وقت امّت کے بہت سارے بچے ایسے ہیں جو پڑھنے نہیں آتے ہیں، دو طرح کے بچے ہیں: ایک وہ بچے جن کے والیوں کو فکر ہے اور وہ خود فکر سے بچوں کو مکتب میں بھیجتے ہیں اور دوسرے وہ بچے جن کے والیوں کو دین کی تعلیم کا کوئی فکر نہیں ہے، وہ تو بس آنکھ بند کر کے اسکول اور ٹیوشن کے چکر میں لگے رہتے ہیں؛ لہٰذا ہمیں ایسے لوگوں میں جا کر ان کی ذہن سازی کرنی ہے جن میں طلب نہیں ہے کہ: بھائی! اپنے بچوں کو مکتب میں بھیجو، مدرسے میں بھیجو، یہ قرآن سیکھ لیں گے، مسائل سیکھ لیں گے، ان کا ایمان بچ جائے گا، ان کا دین بچ جائے گا، یہ بچے آپ کو آخرت میں کام آئیں گے،

ایسے والیوں کو جا کر سمجھانا اور ان کے بچوں کو لانا بھی ہماری ذمّے داری ہے، یہ نبیوں کا طریقہ ہے، نہجِ نبوت اس کو کہتے ہیں کہ جن میں طلب نہیں ہے ایسے لوگوں کے پاس جا کر دین کی طلب پیدا کرنا۔

آج کل یہ جو اپارٹ منٹ، فلیٹ، نئی کولونیاں اور نئی جھونپر پٹیاں بنتی ہیں، اسی طرح بہت سارے مسلمان سرکاری ملازمین تبادلہ کر کے آتے رہتے ہیں تو ان کے بچے دین کی تعلیم سے بہت دور رہتے ہیں، ان کو آپ با قاعدہ تلاش کیجیے اور تلاش کر کے ان کی تعلیم کا نظام بنائیے، ان کو مکتب میں جوڑ سکتے ہو یا وہیں مکتب قائم ہو سکتا ہو تو کرو، اس طرح بے طلب لوگوں کے اندر جا کر ان کے اندر دین کی طلب پیدا کرنا یہ انبیاء علیہم السلام کا مبارک طریقہ ہے۔

بچوں کی غیر حاضری کیسے قابو کریں؟

بچوں کی غیر حاضری کی تلافی کیسے کرنی ہے؟ اس کے لیے ’’بچوں کو پڑھانے کا طریقہ‘‘ میں پورا مضمون لکھا ہوا ہے، اس کے علاوہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان بچوں کے گھر پہنچ جائیے یا کم سے کم فون کیجیے، میرے مرحوم والد کا یہی طریقہ تھا، پہلے یہ موبائل نہیں تھے، لینڈ لائن فون تھے اور اس میں چارج لگتا تھا، اگر کوئی بچہ غیر حاضر رہتا تو والد صاحب خود ان کے گھر فون کرتے تھے کہ آج آپ کا بچہ پڑھنے نہیں آیا؟ اور پھر کسی بھی نماز کے بعد اس کے گھر پہنچ جاتے تھے کہ بھائی! آج بچہ پڑھنے نہیں آیا؟

اب عام طور پر بیماری کا عذر ہوتا ہے، تو وہ عملیات کے بھی بڑے ماہر تھے، پانی دم کر کے دے دیتے تھے کہ اس کو پلاؤ! اچھا ہو جائے گا، کبھی کہتے تھے کہ: اس کو نظر لگی ہے، پھر مرچی سے نظر اتارنے کا جو عمل ہے وہ کر کے آتے تھے۔

غرض یہ کہ وہ والی بھی ڈرے رہتے تھے کہ اگر بچہ پڑھنے نہیں جائے گا تو مولانا گھر آنے ہی والے ہیں یا کم سے کم فون آنے ہی والا ہے، اس سے والی بھی سہمے ہوئے رہتے تھے اور بچوں کو بھیج دیتے تھے۔ یہ شفقت دیکھیے کہ جو بچے غیر حاضر ہیں ان کے گھر اپنے خرچ سے ٹیلیفون کرنا، پھر موقع پا کر ان کے گھر پہنچ جانا اور جا کر کے ان کی جو رکاوٹ ہے اس کو رکاوٹ کا حل کرنا یہ استاذانہ شفقت ہے، تعلیم کی فکر ہے۔

بعض مرتبہ کوئی کہے کہ: شادی میں گئے تھے تو تنبیہ بھی کرتے تھے کہ شادی کی وجہ سے قرآن کی تعلیم کا نقصان مناسب نہیں ہے، اس طرح جا کر لوگوں کو سمجھاتے تھے۔ تو غیر حاضری کو قابو میں کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کے والیوں کو فون کیجیے، ان کے گھر کی ملاقات کیجیے اور جن اسباب کی بنیاد پر انھوں نے غیر حاضری کی ہے ان اسباب کو حل کیجیے۔

ہمیں بادل بن کر برسنا ہے

غرض یہ کہ ہمیں طالب العلم کے ساتھ ساتھ طالب طالب العلم بننا ہے: طالبِ علم کے ہم طالب ہیں؛ یعنی ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ پڑھیں، ہمیں بادل بن کر برسنا ہے، یہ نہیں سوچنا ہے کہ ہمیں کنواں بن کر ایک جگہ بیٹھے رہنا ہے کہ جس کو پیاس لگے گی وہ آئے گا، حدیث شریف میں فائدے والے علم کی مثال بادل سے برسنے والی بارش سے آئی ہے، حدیث میں آتا ہے:

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَصَابَ اَرْضاً فَكَانَتْ طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ

مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا.الخ(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھ کو مبعوث کیا ہے اُس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی، زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے اس پانی کو جذب کرلیا اور اس نے چارہ اور بہت سا سبزہ اگایا اور زمین کا بعض حصہ سخت تھا، اس نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع دیا، انھوں نے وہ پانی خود پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتیاں کیں الخ۔

بادل جا جا کر برستا ہے، کھیتوں پر بھی برستا ہے، آبادیوں پر بھی برستا ہے جنگلات میں بھی برستا ہے، یہاں تک ندی اور سمندر پر بھی برستا ہے، ہمیں بھی بادل بن کر برسنا ہے، یہ نہیں سوچنا ہے کہ جو آئے گا اسی کو پڑھانا ہے، جو نہیں آتے ہیں، جن میں طلب نہیں ہے، ان میں طلب پیدا کر کے ان کو ہمیں پڑھانا ہے تو ان شاء اللہ! ہم اپنے علم کے ذریعہ سے بہت سوں کو دینی فائدہ پہنچا سکیں گے۔

بچوں کو ترغیب دے کر حافظ، عالم بنائیں

ہم سالانہ سفر میں جب بھی زون کے جوڑوں میں آتے ہیں تو ہم یہ ترغیب دیتے ہیں کہ: بھائی! آپ اپنی اپنی کلاسوں سے بچوں کو تیار کر کے کسی دار العلوم میں حافظ، عالم، مفتی اور قاری بنانے کے لیے بھیجو یہ ہمارے لیے بہت بڑی چیز ہے، اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ترغیب دینے سے کوئی بچہ حافظ، عالم، قاری اور مفتی بن گیا تو ہمارے لیے صدقۂ جاریہ بن گیا، ہمارے لیے ثواب کی چیز ہوگئی اور دوسرا یہ کہ

اس بستی کے مقامی علما اور حفاظ تیار ہو جائیں گے تو آئندہ ہمارا کام آسان ہو جائے گا کہ مقامی مدرس تیار ہو گئے، بستیوں کو سنبھالنے والے تیار ہو گئے۔

ایک واقعہ

رمضان سے پہلے آنند کے قریب ''موگر'' جانا ہوا تھا، وہاں کچھ بچے حافظ ہوئے تھے ان کی تکمیل پر دعا تھی، ''موگر'' کے مفتی شکیل صاحب اپنے نورانی مکاتب کے اِس وقت بڑے اونچے مقام پر ہیں، حدیث کی کتاب مشکوۃ شریف وغیرہ بھی پڑھاتے ہیں اور ہماری ترتیب کے بڑے ماہر ہیں، جب میں وہاں حفظ کے جلسے میں گیا تو وہاں مولانا قاسم صاحب- جو مدافر (ضلع: بھروچ) کے رہنے والے ہیں- کے بارے میں تعارف کرایا گیا کہ:

یہ مولانا صاحب ہماری بستی میں چالیس سال سے خدمت کرتے ہیں، پہلے وہ بیس (۲۰) کلومیٹر سائیکل پر سفر کر کے آتے تھے، مکتب کے زمانے میں ہمیں دارالعلوم دیکھنے کے لیے لے جاتے تھے، جیسے اسکول والے لے جاتے ہیں، اس وقت ہم کو بھروچ ضلع کے اکثر مدارس مولانا نے بتائے تھے اور اسی زمانے میں مدرسے میں پڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا تھا، انھوں نے خدمت کر کے مکتب سے بچے تیار کیے اور دارالعلوم لے گئے۔

وہ مفتی شکیل صاحب کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ: جب ان کا مدرسے میں جانا طے ہوا تو اس وقت ان کے والدین گھر پر نہیں تھے، تبلیغی جماعت کے سفر پر تھے، میں نے خود ان کا سامان تیار کیا اور ان کو لے کر اور ان کا سامان اپنے کندھے پر اٹھا کر مدرسہ کے لیے روانہ ہوا، پہلے ''موگر'' سے آنند آئے، آنند سے دوسری بس میں بیٹھ کر بھروچ پہنچے، بھروچ سے تیسری بس میں بیٹھ کر ستپون مدرسے میں پہنچے، وہاں

لے جا کر داخلہ کروایا، پھر بچے کی نگرانی کی، اب وہ بچہ عالم بن گیا، مفتی بن گیا، مسائل لکھ رہا ہے، حدیث پڑھا رہا ہے۔

وہ مکتب کے استاذ تو بڑے سیدھے سادے ہیں، ان میں عربی پڑھانے کی کامل استعداد نہیں ہے؛ لیکن ان کی محنت سے عربی پڑھانے والے علما تیار ہو گئے، حدیث تفسیر پڑھانے والے علما، تیار ہو گئے اور استاذ کے نامۂ اعمال میں صدقۂ جاریہ ہو گیا۔

ہم بھی اس طرح محنت کریں گے تو ہمارے پاس پڑھنے والے طلبہ میں سے بڑے بڑے علما، مفتیانِ کرام، حدیث پڑھانے والے تیار ہو سکتے ہیں؛ اس لیے آپ اس کی خصوصی فکر کریں۔

عالم کی مثال بہتے ہوئے پانی کی طرح ہے

عالم کی مثال بہتے ہوئے پانی کی طرح ہے، پانی بہتا ہے تو لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، لوگ سینچائی کریں گے، پینے کے لیے مٹکے میں بھر لیں گے، بہت فائدہ ہوگا، ہم بھی حرکت میں رہیں گے تو ہمارے علم اور فکروں سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہے گا؛ اس لیے ہمیں بہنے والے پانی کی طرح مسلسل حرکت میں رہنا ہے تو ہمارے علم کے ذریعے لوگوں کو ان شاء اللہ! فائدہ ہوگا۔

یہ دھیان رہے کہ اللہ دیکھ رہے ہیں

دیکھیے! آپ ایسی ایسی بستیوں میں رہتے ہیں کہ وہاں ہر وقت نگرانی کرنا ممکن نہیں ہے؛ لیکن ہر وقت یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں، بستی کا کوئی متولی،

کوئی ٹرسٹی ہمیں دیکھے یا نہ دیکھے، معاون یا نگران آوے یا نہ آوے، زون کے ذمّے دار آوے یا نہ آوے؛ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں:

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿١٤﴾ (العلق)

ترجمہ: کیا اس شخص کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔

ہمارا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، جب یہ سوچیں گے، اللہ کا دھیان ہوگا تو وقت پر مدرسے میں جانا ہمارے لیے آسان ہوگا، ہم پورا وقت دے کر اطمینان سے کلاس سے نکلیں گے۔

ہمیں اللہ کو جواب دینا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ (التکاثر)

ترجمہ: پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا (کہ تم نے اس کا کیا حق ادا کیا؟)۔

آپ جانتے ہیں کہ یہ تاکید سے کہا گیا کہ: نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال ہوگا اور قرآن کی تعلیم کی سعادت یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے اس کا حق ادا کیا تھا یا نہیں کیا تھا؟

لہٰذا ہر جگہ معاون، نگران اور متولی کا ٹینشن چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کو جواب دینا ہے یہ ٹینشن اپنے اندر پیدا کرلو تو پھر ہمارے لیے پابندی کرنا اور اصول ضوابط پر عمل کرنا آسان ہوجائے گا۔

زندگی جو ملی ہے اس کی قدر کرلیں

میں آپ تمام حضرات کا بہت بہت مشکور ہوں کہ آپ حضرات یہاں تشریف

لائے، جو کچھ سیکھا ہے آپ اس کو تازہ کرتے رہیں اور جو کمی رہ گئی آئندہ اس کی تلافی کرتے رہیں اور یہ عزائم لے کر جائیں کہ امّت کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کی صحیح تعلیم اور صحیح تربیت ہمیں کرنی ہے، حق تعالیٰ آپ کے یہاں کے قیام کو قبول فرمائے، اللہ اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔

اس طرح جا کر کے کام کرو کہ یہ پندرہ دن کا قیام آپ کی دنیا کی بھلائی کا بھی ذریعہ بنے اور آخرت کی بھلائی کا بھی ذریعہ بن جائے، میں تو ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ: ''کورونا'' میں کیسے کیسے جوان اور تندرست لوگ انتقال کر گئے، اللہ نے مجھے اور آپ کو زندگی عطا فرمائی، زندہ وسلامت رکھا، اس اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اس نے ہماری زندگی باقی رکھی، اب اس زندگی سے فائدہ اٹھالو، پتہ نہیں کب کس کی موت آجائے؟ کوئی نہیں کہہ سکتا۔

اپنے ایک استاذ بیوی کے ساتھ نوساری گئے ہوئے تھے، وہاں سے واپس لوٹ رہے تھے، گاڑی چلاتے چلاتے بیوی کو کہہ رہے ہیں مجھے اندھیرا نظر آرہا ہے، بیوی نے کہا کہ: گاڑی ایک طرف کھڑی کردو، گاڑی ایک طرف کھڑی کی اور انتقال ہو گیا، چالو گاڑی میں اگر یہ حادثہ ہوتا تو بیوی کی جان بھی خطرے میں ہو جاتی، اللہ تعالیٰ کو بیوی کو زندگی دینا منظور تھا؛ اس لیے گاڑی ایک طرف کروائی گئی۔

بہر حال! کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟ اس لیے جو زندگی باقی ہے اس کو بھلائی اور نیکی کے کام میں لگاؤ اور اچھے کام کرو، سورۂ منافقون کی آخری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا:

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ

رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنۡ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُہَا ؕ وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱﴾ (المنافقون)

ترجمہ: اور جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق) خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ (موت کے آثار کو دیکھ کر) کہنے لگے: اے میرے رب! آپ نے مجھے تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہیں دی کہ میں خوب صدقہ کرتا اور میں نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا؟ ﴿۱۰﴾ اور کسی بھی نفس (یعنی جان دار) کا مقرر وقت جب آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مہلت نہیں دیتے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

یہ دنیا کی مشغولیت ہمیں آخرت کمانے سے غفلت میں نہ ڈال دیوے:

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر	زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

اے بھائی! جو زندگی ملی ہے اس کو غنیمت سمجھ اور نیک کام کر لے، اس اعلان ہونے سے پہلے کہ فلاں آدمی نہیں رہا۔

اِس لیے دنیا کے چکروں میں اپنی عمرِ عزیز کو ضائع مت کرو، اللہ نے جو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، اللہ نے ہمیں علم دیا، اللہ نے ہمیں بچوں کو پڑھانے کا موقع دیا، اللہ نے جوانی اور تندرستی دی اس کو امّت کے بچوں پر، قرآن کی تعلیم پر لگاؤ، مال دار لوگ مال اور دولت لگائے اور ہم اپنا علم، اپنی صلاحیت اور اپنا وقت لگاویں۔

میں بہت ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ نے جو زندگی دی ہے اس کو کام میں لاؤ، اس کو قرآن کی خدمت میں لگاؤ، یہ جذبہ رکھو کہ آخری سانس تک قرآن پڑھانا ہے، ہماری موت اس حال میں آئے کہ ہم قرآنِ مجید کی تعلیم سے لگے ہوئے ہوں۔

بھائی! جو کباب کھاتے ہیں ان کی بھی دنیا گزرتی ہے اور جو دال کھاتے ہیں ان کی بھی گزرتی ہے، خوش نصیب وہ ہے جو دین کا کام کرتے کرتے چلا جاوے:

آن کس کہ کباب می خورَد می گزرد	آن کس کہ شراب می خورد می گزرد
سرمد بہ کاسۂ گدائی ناں را	بہ آب تر کردہ می خورد می گزرد

اے سرمد! جو کباب کھاتا ہے اس کی زندگی بھی گزرتی ہے، جو شراب میں مست رہتا ہے اس کی زندگی بھی گزرتی ہے اور فقیر کی کشکول میں سوکھی روٹی کو پانی میں تر کر کے کھاتا ہے اس کی زندگی بھی گزر جاتی ہے۔

میں آپ کا پھر سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگ بڑی قربانی دے کر یہاں تشریف لائے، اللہ آپ کی قربانیوں کو بے انتہا قبول فرمائے، آپ کے گھر والوں نے بھی بڑی قربانی دی ہے کہ آپ کی غیر حاضری میں بچوں کو اور گھر کے کام کاج کو سنبھالا اور آپ کو فارغ کر کے یہاں بھیجا، اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ، آپ کے گھر والوں کی قربانی کو بھی بے انتہا قبول فرمائے۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ جو راحت، جو آرام، جو کھانا آپ کو گھر میں ملتا ہے یقیناً وہ آپ کو یہاں نہیں ملا؛ لیکن آپ نے یہ جو کچھ دکھ تکلیف اٹھائے وہ قرآن اور دین کے لیے اٹھائے، اس پر ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اجر عطا کریں گے، جو کمی و کوتاہی رہی اس کے لیے میں آپ تمام حضرات سے معذرت چاہتا ہوں، یہ آپ کا گھر ہے، آپ بار بار تشریف لایئے، یہاں قیام کیجیے، مزید علمی ترقی کیجیے، ان شاء اللہ! یہ تعمیر مکمل ہو جائے گی تو رہائش کی سہولت بھی بہت زیادہ ہو جائے گی اور آنے والے مہمان کو ہم اور زیادہ راحت و آرام پہنچا سکیں گے۔

خلاصہ یہی ہے کہ جو طریقہ یہاں سیکھا اس طریقے پر پوری محنت، جدوجہد اور پورے انہماک کے ساتھ آپ جا کر تعلیم اور تربیت کا کام کریں اور اللہ کی رضا کے واسطے کریں؛ تاکہ میرا اور آپ کا شمار آخرت میں قرآن کے خادموں میں ہو جائے:

اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللهِ وَ خَاصَّتُهٗ. (مسندِ احمد)

کل قیامت کے میدان میں ہم کو ان شاء اللہ! یہ اعزاز ملے گا: یہ قرآن کے خادم ہیں، یہ قرآن کے خدمت کی برکت سے اللہ کے اہل اور اللہ کے خاص بندوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قیامت کے دن یہ سعادت نصیب فرمائے۔

دنیوی برکت

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت کے ساتھ رکھے، عمر میں بھی برکت عطا فرمائے، دنیوی ضروریات بھی خزانۂ غیب سے پوری فرمائے۔ ایک چیز یاد رکھیں! جس نے اخلاص کے ساتھ قرآن کی صحیح تعلیم دی وہ دنیوی مسائل میں کبھی پریشان نہیں ہوگا، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ: ہم نے تو تجربہ کیا اور الحمد للہ! ہمارا بھی یہی تجربہ ہے کہ اخلاص سے قرآن کی صحیح تعلیم دو، کبھی بھی دنیا میں مالی تکلیف نہیں آئے گی، ہم آخرت کے لیے پڑھاتے ہیں؛ لیکن اس کے نتیجے میں دنیا کا فائدہ بھی ہوگا، لوگ دودھ کے لیے بھینس پالتے ہیں؛ لیکن گوبر بھی ملتا ہے جو چولہا جلانے کے کام آتا ہے تو ہم یہ پڑھنے پڑھانے کا کام آخرت کے لیے کریں گے؛ لیکن گوبر (دنیا) بھی ملنے ہی والی ہے، اخلاص سے صحیح تعلیم دو، کبھی بھی مالیات کی تکلیف نہیں آئے گی، آپ تجربہ کر کے دیکھ لو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو یہ سعادت عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نورانی مکاتب کا مختصر تعارف

الحمدللہ! بندے کو اپنے رفقا کی ایک جماعت کے ساتھ تقریباً بیس (۲۰) سال سے خاص طور پر پسماندہ اور بنجر علاقوں میں مکاتب کا سلسلہ قائم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، جس کو حضرت قطبِ عالم میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کی ذاتِ بابرکت کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''نورانی مکاتب'' سے موسوم کیا گیا ہے، جس کی مختصر کارگزاری پیشِ خدمت ہے:

نورانی مکاتب کا زیادہ تر کام صوبۂ گجرات میں ہے؛ لیکن ساتھ میں گجرات سے متصل راجستھان، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش کے کچھ علاقوں میں بھی اس کا کام ہوتا ہے، غریب، بنجر بستیاں جہاں آج تک کوئی مکتب نہیں یا دینی تعلیم اور نماز کا نظم نہ ہو ایسی بستیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، اِس وقت تقریباً چھ سو (مکاتب) کا قیام عمل میں آچکا ہے، جن کو آسانی کے لیے تیرہ (۱۳) ٹرسٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ٹرسٹ کا نام الگ الگ اکابرین کے ناموں کی طرف منسوب کرکے رکھا گیا ہے۔

مدرسین کا انٹریو کے ذریعے انتخاب ہوتا ہے، اس کے بعد ان کی سب سے پہلے تدریب کرائی جاتی ہے کہ بچوں کو کس طرح پڑھایا جائے؟

تدریب کے لیے اول مرکز ''کاپودرا، ضلع: بھورچ، انکلیشور'' ہے، جب ضرورت بڑھ گئی اور لوگوں کا آنا بڑھ گیا تو ایک وسیع عمارت کاپودرہ میں دارالمکاتب کے نام سے تعمیر کی گئی اور جب اور ضرورت بڑھی تو بارڈولی اور نواپور میں بھی تدریب کا سلسلہ جاری کیا گیا جس میں قیام وطعام کے ساتھ پندرہ روز کی تدریب کرائی جاتی ہے۔

نورانی مکاتب کے علاوہ الحمدللہ! ملک بھر سے مختلف مکاتب ومدارس سے تدریب کے لیے پورے سال بھر علمائے کرام کی آمد ہوتی رہتی ہے اوران کی باقاعدہ تدریب کی جاتی ہے۔

مدرسین کے حالات کے اعتبار سے اس تدریب کی مدت میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے، تدریب کے بعد ان کی جانچ ہوتی ہے، اس کے بعد ان کو مقررہ بستی میں خدمت کے لیے بھیجا جاتا ہے۔

سال میں تقریباً ہر مہینے نگران علمائے کرام کے ذریعے ان کی تعلیمی جانچ ہوتی ہے اور تعلیمی کمی بیشی کا اسی جگہ عملی مذاکرہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ سال میں مختلف جانچوں کے ذریعے یا امتحان کی شکل میں تعلمی معیار جانچ کر پھر اس کے مطابق اقدام ہوتے ہیں، ہر مدرس کو ہر سال کم از کم ایک مرتبہ پھر سے تدریب کے لیے آنا لازمی ہوتا ہے؛ تاکہ ان کی ترقی ہو اور ہر سال ان کو مذاکرہ سے مشعلِ راہ ملے۔

مسجد کے ائمہ نماز میں صحیح قرآنِ مجید پڑھیں اور مکاتب میں علما و مدرسین صحیح قرآن پڑھائیں اس لیے خود امام اور مدرس کا قرآن صحیح ہو اس کا بھی ایک مستقل تدریبی نظام ہے، اس کے لیے ماہر مجودین کی جماعت ہر ہر امام اور معلم کو جانچتی ہے، پھر ان کو تدریب کے لیے بلایا جاتا ہے جس میں قرآنِ مجید صحیح پڑھنے کی مشق کروائی جاتی ہے، اس میں بھی معلم کی خود کی حالت کے اعتبار سے تدریب کی مدت میں کمی وبیشی کا سلسلہ رہتا ہے۔

قرآنِ مجید صحت اور روانی کے ساتھ پڑھانے پر خوب زور دیا جاتا ہے، ساتھ میں حفظِ سور، حفظِ احادیث، حفظِ کلماتِ مبارکہ کا سلسلہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ عقائد، مسائل، سیرتِ پاک، سیرتِ خلفائے راشدین، اسلامی تاریخ، ملک میں مسلمانوں کی تاریخ وغیرہ موضوعات کے لیے اکابر کی کتابوں سے بھر پور استفادہ کرتے ہوئے ''تعلیم الدین'' کے نام سے چھ حصے تیار کیے گئے، ساتھ میں اردو کا قاعدہ بھی ہے۔

محفوظات میں زبانی یاد کرائی جانے والی چیزیں الگ سے مرتب کی گئی ہیں۔

چھٹے حصے کے دو حصے ہیں:

(۱) مکتب کی تکمیل کرنے والے لڑکوں کے لیے الگ۔

(۲) اور لڑکیوں کے لیے الگ۔

قرآنِ مجید کی صحت کے ساتھ تعلیم کے لیے ''روضۃ الاطفال'' اور ''بچوں کا تحفہ'' کے دو حصے اور اس کے بعد ان کو ناظرہ پڑھایا جاتا ہے۔

مدرسین کو ہر ہر سبق بچوں کو کیسے پڑھانا ہے اس کے لیے ''بچوں کو پڑھانے کا طریقہ'' نامی کتاب مرتب کی گئی ہے۔

ماشاء اللہ! بچے تجوید کے ساتھ بہترین قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے ہوجاتے ہیں، کسی بھی وقت کسی بھی مکتب میں کوئی بھی مہمان آکر اس کو دیکھے اور جانچ کرکے ہمیں مفید مشورہ دے ایسی چاہت رہتی ہے۔

از: بندہ محمود حافظجی عفی عنہ

نورانی مکاتب کے روحِ رواں: منظوم کلام

نورانی مکاتب کے روحِ رواں، فقیہ الامّت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے خلیفہ اور جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے استاذِ تفسیر و حدیث حضرت مولانا مفتی محمود بارڈولی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شان میں کچھ تأثراتی کلمات۔

از: مولانا ہاشم چوکسی (گمنام کاوی والا)

شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	عاجزی جس کی ہے عالی مفتی محمود آپ ہیں
کس زباں سے میں کروں تعریف حضرت کی بیاں	آپ کی ہستی تو خود ہی ہے زمانے پر عیاں
صاحبِ علم و عمل اور ہیں بزرگوں کا نشاں	آپ ہیں شانِ مکاتب، مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
مفتی محمود کی نصیحت میٹھی کیا گفتار ہے	سنبل وبلبل چمیلی اورکیا عطار ہے
درس میں رحمت برستی اور کیا انوار ہیں	جو مقامِ مجتہد پر مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
مفتی صاحب ارض والوں میں ہے شہرت آپ کی	سب کو ملتی ہے محبت اور شفقت آپ کی
اور زمانے بھر کے دل میں ہے یہ عظمت آپ کی	سب دلوں پر چھا گئے جو مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
آپ تو حدیث کے فن میں بھی ہیں یوں تو بے مثال	آپ کے ہر فن میں ہم کو نظر آتا ہے کمال
آپ کی خدمت مکاتب کی رہے گی لازوال	ہے نبی کا سچا وارث مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	

ہے سخاوت عام محمود چاہے جو مہمان ہے	آپ کے رتبے سے حضرت ہم نہیں انجان ہیں
حضرتِ محمود یارو جامعہ کا شان ہیں	ہم کو سچا پیار جس سے مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
ہر جگہ حضرت کی آمد باعث فخرِ نجوم	رشک کرتی ہے زمیں بھی اور مریدوں کا ہجوم
ذکرِ رب میں جب بھی مفتی صاحب ہوجاتے ہیں جھوم	جس پہ ہے رب کی عنایت مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
سایہ حضرت مفتی صاحب کا سدا قائم رہے	فیضِ محمود کی ہمیشہ ہم سدا قائل رہے
وردِ حضرت مفتی صاحب ہر جگہ دائم رہے	برکتوں کا جو ہے محور مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
شکریہ ہو کس زباں سے مفتی محمود آپ کا	ہے بڑا احسان ہم پر مفتی محمود آپ کا
جلوہ ہے یوں جامعہ میں مفتی محمود آپ کا	جو بھی حاصل ہے ہمارا مفتی محمود آپ ہیں
شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں	
مرحبا و مرحبا و مرحبا	مفتی محمود آپ کو صد بار ہو از مرحبا
دل سے ہے تیرے اے گم نام مفتی محمود آپ ہیں	شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں

شان ہے جس کی نرالی مفتی محمود آپ ہیں
عاجزی جس کی ہے عالی مفتی محمود آپ ہیں

حضرت مفتی محمود صاحب کی دوسری مساعیٔ جمیلہ

نمبر شمار	اسمائے کتب	زبان
۱	عرفات کی دعائیں اور اعمال	گجراتی
۲	ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے ضروری مسنون دعائیں	گجراتی
۳	ظہورِ مہدی کب؟ کہاں؟ اور کیسے؟	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۴	خاص خاص فضیلتوں والی مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی، انگریزی
۵	مختصر سیرتِ نبوی ﷺ پہلا حصہ (اسٹوڈنٹس کے لیے)	گجراتی
۶	ہندوستان کی جنگِ آزادی اور جمعیتِ علمائے ہند (زیرِ طبع)	گجراتی
۷	احمدیہ قادیانی جماعت کا تعارف	گجراتی
۸	ترتیبِ مبادیاتِ حدیث	اردو
۹	ماہِ رمضان کو وصول کرنے کا جامع مختصر نسخہ	گجراتی
۱۰	عیدالاضحیٰ مسائل وفضائل (پمفلٹ)	گجراتی
۱۱	مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کا تعارف	گجراتی
۱۲	مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد دعوے	گجراتی
۱۳	قادیانی غیر مسلم (دیوبندی، بریلوی، غیر مقلد اور جماعتِ اسلامی کے علما کے فتاویٰ)	گجراتی
۱۴	ختمِ نبوت، قرآن وحدیث کی روشنی میں	گجراتی
۱۵	دیکھی ہوئی دنیا: اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم	اردو، گجراتی
۱۶	خطباتِ محمود (اول تا نہم۔ ۱ سے ۹)	اردو
۱۷	دینی بیانات (اول تا ہشتم۔ ۱ سے ۸)	گجراتی

۱۸	تیسیر القرآن یعنی آسان ترجمۂ قرآن (دو جلد)	اردو، گجراتی
۱۹	قادیانیت کا تعارف	اردو
۲۰	قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (تین جلد)	اردو
۲۱	مسنون وظائف	اردو، گجراتی، انگریزی
۲۲	منتخب مسنون دعائیں	اردو
۲۳	بیعت	اردو، گجراتی
۲۴	آسان حج	گجراتی
۲۵	اسلام کا امن اور شانتی کا پیغام	گجراتی، ہندی
۲۶	حج کے پانچ ایام	گجراتی
۲۷	بمبئی سے مکہ مکرمہ	گجراتی
۲۸	زیارتِ مدینہ منورہ	گجراتی
۲۹	مختصر عرفات کے اعمال اور دعائیں	اردو
۳۰	مکتب کے بچوں کے لیے منتخب مسنون دعائیں	اردو، گجراتی، ہندی
۳۱	تذکرۂ قاریانِ بارڈولی	اردو
۳۲	فیضِ سلیمانی (سوانح والد ماجدؒ)	اردو، گجراتی
۳۳	حضرت شیخ الہندؒ اور ریشمی رومال	گجراتی
۳۴	مسلمانوں کا خزانہ	گجراتی
۳۵	حدیث میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات	اردو، گجراتی
۳۶	آپ درسِ قرآن کیسے دیں؟ (مقالہ)	اردو
۳۷	حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب پالنپوریؒ کچھ یادیں اور باتیں	اردو
۳۸	مکتب کا مکمل جدید نصاب بنام "تعلیم الدین" مکمل چھ حصے	اردو
۳۹	حدیث شریف پڑھنے کے آداب	اردو
۴۰	قیامت کی نشانیاں	اردو، گجراتی

سبق کے اصول

① ہر بیان (سبق) شروع کرنے سے پہلے چار باتیں سامنے رکھیں:

[۱] مقصد [۲] نیت [۳] کام (امور) [۴] محنت کا طریقہ۔

② ہر بیان (سبق) ختم ہونے کے بعد چار کام دیکھیں:

(۱) بیان کی سمجھ پیدا ہوئی یا نہیں؟

(۲) بیان کی مشق ہوئی یا نہیں؟

(۳) بیان کی صحت ہوئی یا نہیں؟

(۴) بیان کے مطابق قواعد کی سمجھ اور اس کا استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟

اس کے بعد ہی نیا سبق شروع کریں۔

③ ہر نیا سبق پہلے بورڈ پر سمجھائیں، اس کے بعد ہی قاعدہ میں مشق کرائیں۔

④ ہر نیا سبق شروع کرنے سے پہلے بچوں کو ترغیبی بات کریں اور تیار کریں۔

⑤ کمزور بچوں کو سامنے رکھ کر اور سامنے بٹھا کر سبق پڑھائیں۔

⑥ انفرادی وصول یابی بہت ضروری ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ بچے سبق سمجھے ہیں یا نہیں۔

⑦ خوش مزاجی سے (ہنستے ہنستے) سبق پڑھائیں۔

⑧ حروف کی غلط ادائیگی پر شفقت کے ساتھ روک ٹوک کرتے رہیں۔

⑨ سبق سے پہلے، سبق کے درمیان اور سبق کے بعد سوالات خوب کریں۔

⑩ ایک بات کی تکرار بار بار کریں؛ تاکہ سبق اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

⑪ نصاب مکمل کرنے کی فکر کریں۔

(۱۲) بچوں کے اوقات مفید بنانے اور مشغول رکھنے کی بھرپور کوشش کریں، جیسے سبق سکھانا، سبق کی وصول یابی کرنا اور حلقوں میں مشق کرانا۔

(۱۳) سوچ سمجھ کر اور اپنے معاون کو ساتھ میں رکھ کر کے الگ الگ جماعتوں کا نظام بنالیں۔

(۱۴) ہر جماعت کی جگہ، وقت، طے کرلیں، پھر ترتیب کے مطابق محنت کریں، اس سے ان شاء اللہ! کسی بھی جماعت کا سبق ناغہ نہیں ہوگا۔

(۱۵) ہماری ترتیب اجتماعی ہے؛ اس لیے جماعت بندی بنانا بہت ضروری ہے، ہاں! محنت اور وصول یابی انفرادی کریں، اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

(۱۶) باوضو رہیں اور بچوں کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

اللّٰھم صلِّ وسلّم علیٰ نبیّ الرحمۃ شفیعِ الاُمّۃ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم